فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

للّٰہ الحمد و المنّۃ کہ مرزائیون اور سنت جماعت کے مختلف اور متعدد
معرکۃ الآراء سوالات کا معقولی اور منقولی براہین و دلائل
سے مسکت جواب

الموسوم بہ

سنہ ۱۳۳۰ھ

ناصر الایمان

سنہ ۱۹۱۲ع

مصنّفہ و مؤلّفہ

عالیجناب اسوۃ الاماجد الکرام و صفوۃ الاطائب الفخام
حمید الضرائب جلیل المراتب جناب مرزا زین العباد قزلباش
وکیل چیفکورٹ ریاست مالیر کوٹلہ پنجاب

در مطبع رفاہ عام سٹیم پریس لاہور

ہمارے مطبع میں چھپی - منیجر

تقریظ

از حضور علم الاعلام حجۃ الاسلام مرجع الانام مبیّن الحلال والحرام نائب الامام مفسّر کلام الملک العلّام صاحب العمامۃ والعباء خطیب منابر الانبیاء صدر المحققین وبدر المدققین سیّد المفسّرین آیت اللہ فی العالمین وحجۃ علی الجاہدین سرکار شریعتمدار مولیٰنا ابوتراب سیّد علی الحائری مجتہد العصر والزمان دام ظلہ العالی

بسمہ سبحانہ

الحمد للہ علی نواله والصّلوٰۃ والسّلام علی خواص رجاله والسنۃ اقواله ومصادر افعاله واعلیٰ امثاله علل الوجود ومفاتیح اقفاله اسرار السبحی محمد وآله **اما بعد** فقد وقفت بمطالعۃ بعض اجزاء الکتاب المستطاب الموسوم به **ناصر الایمان** من افادات اسوۃ الاماجد الکرام وصفوۃ الاطائب الفخام جمیل المناقب جلیل المراتب حمید الضرائب لیف الخلال العلیۃ حلیف الخصال البھیہ الحائز اسنی مکارم المجد والسدد البالغ اقصے معارج الرّشاد جناب **المیرزا زین العباد** لازال فی درع الامان من مکارہ الزمان علی ھذا التصنیف والتالیف **لعمری** ان المولف اللبیب قد جھد غایۃ الجھد فی احقاق الحق وابطال الباطل بالبراھین والدلائل **فللّٰہ** درّہ لقد اجاد فیما افاد فنال المراد جزاہ اللہ عن سائر المومنین جزاء موفورا وجعل سعیہ فی ذلک مشکورا واثابہ اللہ وایانا عن الشرع القویم جنات النعیم بصاحبہ واله اذلاء عرفان القدیم صلوات اللہ علیھم باکرم التسلیم واھناء تنعیم ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم نمقہ عبدہ الاثیم خادم شرع رسوله الکریم

علی الحائری فی مبارک حویلی لاہور

لا الٰہ الا اللہ الغفور
عبدہ سیّد عا[illegible]
ابن ابو القاسم ال[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین واوصیاءہ المطہرین اما بعد آنکہ مینے سبب تصنیف کتاب ہذا سوالات سے پہلے عرض کر دیا ہے مگر مجھکو چند امور جو گذارش کرتا ہوں۔ ان کو بھی عرض کئے بغیر میرا دل نہیں مانتا۔ کہ جنمیں پہلا امر یہ ہے کہ حضور اقدس حجۃ الاسلام نصیر الملت والدین نعمتہ اللہ فی المومنین آیت اللہ فی العالمین صدر المحققین سلطان المفسرین مجتہد العصر قبلہ وکعبہ سید علی الحائری القمی لاہوری مدظلہ العالی نے میری اس ناچیز تصنیف کو اپنے دستخط سے مزین فرما کر اسکو ایسی عزت بخشی کہ یہ اس قابل ہو گئی کہ شیعہ پبلک کے سامنے میں اس کو پیش کر سکوں بدیں وجہ میں نہایت عاجزانہ طور پر اعلیحضرت مدظلہ العالی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

دوسرا مقصد اس ناچیز تصنیف سے یہ ہے کہ یہ تصنیف محض بنا بر استفادہ مومنین اثنا عشر کے تحریر کی گئی ہے۔ سنیوں سے مناظرہ مقصود نہیں ہے۔ لہذا حضرات سنی اس کتاب کو نہ خرید کریں۔ نہ ملاحظہ فرماویں۔

تیسرا مقصد بھی قابل گذارش ہے کہ اس تصنیف کو جو چندہ پر دیا جاتا ہے اس سے برب کعبہ دولت کمانا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ یہ مقصد ہے کہ اس چندہ کی آمدنی سے **خلافت مرشدہ** کا سلسلہ شروع کیا جاوے۔ کہ جو جواب میں **خلافت راشدہ** کے ہے کہ جسکا مصنف بھی مرزائی ہے۔ کہ جسنے سخت حملہ مذہب شیعہ پر کیا ہے۔

ایک بات قابل گذارش یہ بھی ہے کہ میرے کرمفرما **سید الطاف حسین** صاحب خلف سید مہدی حسین صاحب سکنہ مالیر کوٹلہ جو فارن آفس مالیر کوٹلہ میں کلرک ہیں۔ انہوں نے اس تصنیف کے مسودہ کو صاف کرنے میں نہایت محنت فرمائی پس میں ان کا بھی نہایت صدق دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اب آخری گذارش یہ ہے کہ میں علم مناظرہ سے بالکل بے بہرا ہوں۔ مجھ کو

ہرگز کسی قسم کا دعویٰ نہیں ہے۔ علمیت بھی میری بہت کم ہے۔ گو میرے خاندانی ممبر یعنی مرزا عابد علی بیگ صاحب بہادر قزلباش سب جج جو میرے عم حقیقی تھے اور مرزا عبد التقی بیگ صاحب مرحوم جو برادر خورد مجھ مصنف کے تھے۔ جنہوں نے مناظرہ میں دریا بہا دیئے ہیں۔ اور فی الحال آغا محمد زکی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو میرے برادر زادہ ہیں۔ وہ بھی ماشاء اللہ فن مناظرہ میں عمدہ دستگاہ رکھتے ہیں میرے خاندان قزلباشان مراد آبادی پر میر انیس صاحب مرحوم کا یہ شعر صادق آتا ہے

جو ہوا فضل الٰہی سے وہی نیک ہوا
نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوا

مگر میں باوجود اس بات کے بھی شیعہ پبلک سے گذارش کرتا ہوں کہ اگر اس ناچیز تصنیف میں کوئی نقص ملاحظہ فرما دیں تو اس سے مجھکو اطلاع فرما دیں۔ تاکہ طبع ثانی میں اسکی اصلاح کر دیجائے۔ اور جس شیعہ بھائی کے یہ تصنیف پسند آجائے انہیں کے نام نامی پر میں اس تصنیف کو معنون کرتا ہوں +

خاکسار مرزا زین العابدین قزلباش
وکیل چیفکورٹ
ریاست مالیرکوٹلہ پنجاب

وَعَلَیکَ خِزیٌ یَا اُمَیَّۃَ دَائِمًا ۔
یبقی لَکمَا فِی النَّارِ دَامَ بَقَاکَ

ترجمہ — اے امیہ و اولاد امیہ تم جس طرح بقہر خدا آتش دوزخ مین معذب ہوگی اوسیطرح تمہاری ذلت و خواری باقی رہیگی

میرے ایک دوست سید صغیر حسن صاحب نے کہ جن کا مذہب شیعہ ہے چند سوالات و جوابات مطبوعہ کہ جنکے مصنف شیخ خادم حسین مرزائی معلوم ہوتے ہین۔ کوئٹہ بلوچستان سے میرے دیکھنے کیواسطے بہیجا اور یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ منجانب فرقہ شیعہ اسکا جواب بھی تحریر ہونا چاہئیے۔

اگرچہ مین بہت عدیم الفرصت رہتا ہون مگر بخیال فرمائش و ہمدردی مذہب شیعہ اثنا عشریہ کہ جس کا مین بھی ایک ممبر ہون اس خدمت کو بسر و چشم قبول کیا

مینے ان سوالات اور جوابات کو اول سے آخر تک دیکھا اگرچہ وہ آٹھ صفحو نپر ختم کئے گئے ہین۔ مگر اون مین سوائے اسکے اور کوئی بات نہ دیکھی کہ واقعات کربلا پر اسوقت تک جسقدر بھی کتابین تحریر ہو چکی ہین اونمین اصلی حالات پوشیدہ کئے گئے ہین۔

اصلی حالات کے اظہار کا فخیم مصنف نے وعدہ کیا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ اونہون نے ایک رسالہ تحقیق واقعات کربلا لکھا ہے اور اوسی کتاب کا یہ مختصر انتخاب ہے جو اونہون نے ہدیہ ناظرین کیا ہے۔

اس انتخاب مین سوائے اس کے اور کچہ نہین معلوم ہوتا ہے۔ کہ قاتلان حسین شیعہ ہی تہے مجالس عزا موقوف ہونی چاہئین - مرثیہ خوانی جہوٹی اور بیکار چیز ہے یہ سب وہی باتین ہین کہ جو متعدد مرتبہ ہندوستان مین پبلک کے سامنے پیش ہو چکی ہین - اور جس سے کوئی معقول نتیجہ اخذ نہین ہوا ہے۔ گو چونکہ مصنف مرزا صاحب قادیانی کی امت مین سے معلوم ہوتے ہین - بدین وجہ اون کے خیال مین یہ مضمون اون کے دماغ و عقل کا پہلا شگوفہ معلوم ہوتا ہے مصنف نے اگرچہ اپنے خیال مین ایک انوکہی بات پبلک کے سامنے پیش کی ہے اور اپنی قابلیت کا اظہار اعلیٰ پیمانہ پر دکہانا چاہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ شاید مصنف علم مناظرہ سے بالکل بے بہرہ ہین -

ماہرین مناظرہ خواہ سنی ہون خواہ شیعہ وہ اس تصنیف کو دیکہکر اس مثال کو یاد کرین گے

«چار دن کا ڈوم راگا وے تال بے تال»

مناظرہ مین جسقدر مضامین ہوتے ہین وہ استدلال کے ساتہ ہوتے ہین - مگر ان تمام جوابات مین مصنف نے کوئی سند مذہب شیعہ سے نہین دی ہے سند سب سے اعلیٰ چیز قرآن پاک ہے بعد اس کے قول رسولؐ اگر کوئی سند۔ تائید۔ قول مصنف مین ہوتی تو پبلک کو اوس کی جانچ کا موقعہ ملتا - اور بلا سند کوئی بات قابل تسلیم نہین ہوتی ہے۔ پبلک ایسے کلام کو اگر مثل گوز شتر نہ خیال کرے تو کیا خیال کرے گی -

میرے خیال مین ایسے بے تکے مضمون کی - یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مصنف چونکہ نہ فرقہ شیعہ اثنا عشر کے ممبر ہین نہ پورا نے اہلسنت کے طریقہ پر ہین بلکہ جدید فرقہ سُنی مرزا قادیانی کے ایک ممبر معلوم ہوتے ہین - تو اون کا عمل قرآن اور حدیث پر کیسے ہو سکتا ہے -

جیسے کہ اون کے پیشوا مرزا صاحب قادیانی نے نبوت کا گون پہن لیا تہا - ایسے ہی مصنف صاحب کا فرکتی پہن کر میدان مناظرہ مین آئے ہین -

واقعات کربلا مین شیعہ اور سُنی آپس مین ہم خیال ہین کہ ضرور یزید بن معاویہ نے میدان کربلا مین نہایت بیرحمی سے حسینؑ کو قتل کیا - بارہ سو برس کے بعد مرزا حیرت نے اسماعیل مین اپنی ایجاد خاص سے ایک مضمون تراشا تہا کہ حسین کربلا مین شہید نہین ہوئے

بلکہ جانب مصر چلے گئے جسپر ہندوستان کے شیعہ اور سنی جلا اوٹھے اور مرزا صاحب کو وہ مُنہ بہاڑ ہین جو ابتدا عمر سے اسوقت تک نہ سنی ہون گی۔

مرزا حیرت نے یزید کو بوجہ عدم وقوع قتل حسینؑ الزام سے بچانا چاہا تہا۔ اور مصنف چونکہ دوسرے مرزا صاحب کی استہ مین سے ہین۔ چاہئے تہا کہ حیرت سے بڑھ کر کوئی مضمون تراشتے اونہون نے بہی سُنائی اور کلپ دیکر پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔

مصنف نے اپنے خیالات کو اس عربی شعر سے شروع کیا ہی۔

ارجوا امة قتلت حسینا ؑ
شفاعة جده یوم الحساب

ترجمہ کیا جس امت نے حسینؑ کو قتل کیا اوسکی تا ار سولؐ کی شفاعت کی قیامت کے دن کیلئے امید رکہی ہی

گو مصنف کا اس شعر کے کہنے سے کچہ اور ہی مقصود ہی۔ جو ایک طویل بحث کا خلاصہ ہے اور ہزار ہا ریہ مضمون بعد رحلت ختم المرسلین زیر بحث آکر طے ہو چکا ہے مگر اوسی مضمون کیطرف اشارہ ہے۔ جس بحث کو مین یہان ترک کرتا ہون۔

مصنف کی تحریر مین جدت ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ سوال بہی خود کئے ہین اور اونکے جواب بہی خود ہی دئے ہین ورنہ ابتک یہی دستور رہا ہے کہ جس فرقہ سے جواب طلب ہوتا ہے سوالات اوسکو دیدئے جاتے ہین۔

مہذب لوگ اس طرز تحریر کو دہوکے سے نسبت دینگے کیونکہ اس تحریر سے یہ نہین معلوم ہوتا ہی کہ سوال کس کی طرف سے ہین اور جواب کس کی طرف سے ہین بنوجہ مین اس دہوکہ دہی کے جال کو سلجہانے کی غرض سے اور محض اس امر کے اظہار کی غرض سے کہ وہ مکالمہ سُنی اور شیعہ کا نہ سمجہا جاوے۔ اپنے فرقہ شیعہ کی طرف سے زیر جوابات سنی فرقہ شیعہ کا جواب لکہتا ہون

سوال نمبر ۱۔ (مطبوعہ اشتہار) قاتلان امام حسینؑ سُنی تہے یا شیعہ؟۔

جواب نمبر ۱ (مطبوعہ اشتہار) قاتلان امام کوفہ کے رہنے والے پکے شیعہ تہے۔ شیعہ بہی شیعان علیؑ و شیعان امام حسنؑ جن سے پہلے کوئی شیعہ ہی نہین ہوا۔

جواب نمبر اول منجانب شیعہ۔ مصنف کو اگر علم کلام مین کچہ بہی مس ہوتا تو قبل اس کے کہ وہ اپنے خیالات ظاہر کرتے اس مضمون کے شروع مین اون کو یہ دکہانا لازمی تہا کہ سُنی کس کو

کہتے ہین اور شیعہ کسکو کہتے ہین اور اسکے بعد اونکو اس امر کا ثبوت دینا چاہیے تہا کہ کیا اون لوگون نے
جو شیعہ کی صفت مین آتی ہین ، امام حسینؑ کو قتل کیا ؟
جب مصنف ، کو شیعہ اور سُنی مین تمیز نہین ہے یا دانستہ اونہون نے اسکا اظہار نہین کیا ہے تو
کس مُنہ سے وہ کہہ سکتے ہین کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تہے اگر مصنف کے پاس کوئی اسکا پتہ نہ تہا
تو کم از کم اونکو قاتلان حسینؑ کی نسبت اپنے مضمون مین دکہانا چاہیے تھے کہ باسانی معلوم ہوجاتا
کہ وہ کوفہ کے رہنے والے کون کون تھے کہ جو قتل امام حسینؑ مین شریک تہے اور وہ کیسے شیعہ تہے
اور شیعان علی اور حسنؑ سے تہے اور جنسے پہلے کوئی شیعہ ہوا ہی نہ تہا ۔ اور اگر قاتلان حسینؑ کی فہرست
اون کے علم سے باہر تہی تو کوئی سند مذہب شیعہ سے دینی چاہیے تہی کہ جس سے تائید کلام مصنف
کی ہوتی ورنہ ایسی بے تکی الاپ پہر منصف مزاج خواہ شیعہ ہو خواہ سُنی یہی کہیگا کہ یہ کسی دیوانہ کی
بڑ ہے ۔

سوال نمبر ۲ ۔ (مطبوعہ اشتہار) انہون نے امام کو کیون شہید کرنا تہا ۔ یہ بات تو بالکل سمجھ مین
نہین آسکتی ۔ کہ شیعہ علی ، یا شیعہ حسنی ہوکر امام حسین علیہ السلام کو اونھون نے شہید کر دیا ہو ۔

جواب نمبر ۲ (مطبوعہ اشتہار) ۔ اے صاحب وہ واقعی شیعہ تہے اور اسی وجہ سے امیر معاویہ کی
اور یزید کی خلافت انکی آنکھون مین کہٹکتی تہی اونہون نے خلافت پانے کے لالچ مین ہی امیر معاویہ کی
زندگی مین عموما اور انکے فوت ہوجانے پر خاصکر امام حسینؑ کو بارہ ہزار خطوط لکہے ۔ اور بیشمار قاصد
روانہ کیے کہ آپ کوفہ تشریف لائے ۔ ہم آپ کی امداد کے لئے حاضر ہین جسپر امام نے کسی قدر
دوراندیشی سے کام لیکر اپنے چچا زاد بہائی مسلم کو کوفہ مین بہیجا تہا ۔ تاکہ کوفیون کے اخلاص اور جوش کو
تصدیق کرکے اطلاع دین ۔ اس سازش کی اطلاع یزید کو بھی ہوگئی اس نے ابن زیاد کو کوفہ
گورنر کرکے بہیجا تہا کہ کوفیون کو بغاوت سے روکے مسلم کے ہاتھ پر ۱۸ ہزار کوفی بیعت کر چکے تہے
اور مسلم نے امام حسینؑ کو کوفہ کے آنے کے واسطے تسلی بخش طور پر عریضہ لکھ دیا تہا ابن زیاد جب کوفہ
مین آیا ۔ اور کوفیون کو ڈرایا دہمکایا ۔ تو بزدل کوفی سب کے سب بیعت امام سے منحرف ہوگئے
ابن زیاد نے پہلے تو انہی کوفیون کے ہاتھ سے مسلم کو نہایت بیکسی سے شہید کروادیا ۔ پھر امام حسینؑ کو
جو اوسوقت مکہ معظمہ سے روانہ ہوکر کوفہ کے نزدیک آگئے تہے ۔ گرفتار کرنے کے واسطے انہی کوفیون کو

مقرر کیا امام سے کہا گیا۔ کہ یا تو یزید کی بیعت منظور فرمائیے۔ یا ابن زیاد کے پاس کوفہ کو چلیے
لیکن امام عالی مقام نے دونون باتون سے صاف انکار فرمایا شیعہ راویون نے لکھا ہے۔ کہ
میدان کربلا مین مخالفین کی تعداد اسی ہزار تھی اور یہ سب کوفی تھے نہ انمین کوئی شامی
تھا۔ نہ حجازی۔ اور یہ لوگ خود ہی امام کو بلانے والے تھے۔ اور خود ہی کمال بے شرمی سے امام کو
شہید کرنے کے واسطے کمربستہ ہو کر جمع ہو گئے تھے آخر جس بیرحمی اور بیدردی سے اونہون نے امام
حسین اور جوانان اہلبیت کو کربلا مین شہید کر کے خاندان نبوت کی بڑہتی ہوئی امیدون پر ہمیشہ
کے واسطے پانی پھیر دیا۔ اسکی بابت کسی لکھنوی یا ملتانی مرثیہ خوان سے جا کر دریافت کر لو۔ اور
یہی نہین کہ ان کوفی شیعون نے امام حسین کے تشنہ حلقوم پر خنجر پھیرا۔ بلکہ امام حسن علیہ السلام کی عزت
اور جان و مال کے غارت کرنے مین بھی دریغ نہ کیا۔ اور وہ صرف اسی بات پر کہ وہ کیون امیر
معاویہ سے پچاس ہزار سالانہ تنخواہ پر صلح کر لینے اور بیعت پر راضی ہو گئے۔ اور
شیعان علی ہمیشہ اون سے ناراض رہے۔ آخر اونہون نے کوفہ کی سکونت ترک کر کے دوبارہ مدینہ منورہ
مین آکر پناہ لی۔ اور یون ان ظالمون کے ہاتہہ سے اپنی جان بچائی۔ ان کم بختون کی بیوفائی کا سراغ
یہین آکر ختم نہین ہوتا۔ بلکہ یہی لوگ ہین جنہون نے جناب علیؑ کا دم بھی ناک مین کر دیا۔
شیعہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ حضرت علیؑ ان شیعون کی بیوفائیون سے تنگدل ہو کر موت کی
آرزو فرمایا کرتے تھے امیر معاویہ کے مقابلہ مین جو کمزور فیصلہ جناب نے منظور فرمایا۔ وہ انہی
بیوفاؤن کی بزدلی اور دورنگی کی وجہ سے فرمایا۔ اسپر بھی بہت سے شیعہ جناب علیؑ کی جماعت
سے خارج ہو گئے۔ انکا نام خارجی رکہا گیا۔ ابن ملجم قاتل شیر خدا بھی پہلے شیعہ تہا۔ اور پھر
ان ہی خارجیو نکا ساتھی بن گیا۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ اہلبیت کے دشمن اہلسنت نہین
ہین۔ بلکہ قدیمی شیعہ ہی اہلبیت کے قدیمی دشمن ہین۔ بقول۔ ہمہ از ماست انچہ بر ماست۔

جواب سوال نمبر ۲۔ منجانب شیعہ ۔ شیعہ کا جواب تو اوپر دیا گیا مگر اس فقرہ سے
کہ "وہ اسیوجہ سے امیر معاویہ اور یزید کی خلافت اون کی آنکھون مین کھٹکتی تھی"...... اگر
مصنف کا یہ مقصد ہے کہ جن لوگون کی نظرون مین خلافت معاویہ اور یزید کھٹکتی تھی وہی شیعان علی
تھے تو یہ اونکی سخت غلطی ہے اور اونکا یہ تراشیدہ فقرہ خود اونکی اظہار لیاقت کر رہا ہے کہ مصنف کو

علم تاریخ سے کچھ بھی مس نہین ہے۔
معاویہ کی خلافت کا اگر حسد ہوگا تو اولاد ابو بکر و عمر و عثمان کو ہوگا نہ علی کو نہ اون کی اولاد کو کیونکہ اس خاندان سے تو خلافت ظاہری بعد رحلت ختم المرسلین بظاہر نکل چکی تھی اور نہ یہ وہ نگاہین نہین کہ جو خلافت خلاف حکم رسولؐ منعقد ہوئی تھی اوسکی طرف نظر کرتین۔
مصنف کہتے ہین کہ کوفیون کی طرف سے بارہ ہزار خط امام حسینؑ کے پاس آئے او رہوشیار قاصد کہ آپ کوفہ مین تشریف لائیے ہم آپ کی مدد کرینگے۔
مصنف تسلیم کرتے ہین کہ معاویہ کی زندگی مین عموماً اور اوسکی وفات پر خصوصاً یہ خط امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے۔ مصنف کو اس قول کی تائید مین مناسب تہا کہ وہ اوس زمانے کے کوفہ کی مردم شماری دکہاتے اور جس سے مقابلہ کے بعد اوس میزان سے اسی ہزار کم کر کے دیکہا جاتا کہ کسقدر باقی نکلتی ہے۔ اور بالآخر اون باقیماندہ کی تعداد فہرست شیعیان مین داخل کیجاتی۔ مگر چونکہ مردم شماری مصنف نہین دی ہے۔ بدین وجہ یہ تبرک ایک نمونہ جاہلیت مصنف ہے۔
مزید جاہلیت یہ ہے کہ معاویہ کے زمانہ مین خطوط امام حسینؑ کے پاس کوفے سے آئے کوئی تاریخ دان شخص اسقدر سفید جھوٹ نہین بول سکتا۔ معاویہ کو اپنے زمانہ مین جس قدر تعلق رہا ہے وہ علیؑ اور حسنؑ سے رہا ہے۔ اور حسنؑ کی زندگی بہی معاویہ کے زمانے مین ایسی تہی کہ معاویہ نے خبر رحلت امام حسن سنکر ایک چندگار سے تشبیہ دی تہی۔ جس کو آئندہ دکہایا جاوے گا۔
یہ جسقدر خطوط کہ جن کا تذکرہ مصنف کرتے ہین حسینؑ کے پاس زمانہ یزید مین آئے تہے۔ اور وجہ ان خطوط کی یہ تہی کہ جب یزید کی بدنما حرکات حد سے تجاوز کر گئین حتیٰ کہ اپنی پہوپی تک سے زنا کیا پس اوسکی رعایا نے یہ قصد کیا کہ ایسے فاسق و فاجر کی بیعت سے یہ بہتر ہے۔ کہ حسین علیہ السلام کی طرف سے رجوع کیا جاوے۔ چنانچہ صرف اسی بنیاد پر یہ خطوط مروراً آئے تہے۔
اب یہان سنداً ایک جج ہائیکورٹ بمبئی جسٹس۔ آرنولڈ صاحب کے فیصلہ کی کچھ مضمون کی

نقل پیش کرتا ہون کہ جو اونہون نے ایک مشہور مقدمہ مین صادر کی تہی کہ جس سے حسنین علیہ السلام کا کربلا مین پہونچنا سمجہ کسیقدر حالات علی مرتضےٰ وحسن مجتبیٰ علیہم السلام کے واضح ہوگا۔ جسٹس ممدوح ارشاد فرماتے ہین کہ مسلمانون کو عموماً یہ توقعہ تہی کہ حضرت علی جو سابق الاسلام اور رسول اللہ کے محبوب صحابی اور اونکی پیاری بیٹی کے شوہر تھے۔ خلیفہ اول ہون گے۔ مگر ایسا نہین ہوا عائشہ کہ محبوب ترین ازواج رسول مین سے تہین مگر علیؑ وفاطمہؑ سے حسد وکینہ رکہتی تہین اپنے والد بزرگوار ابوبکر کے خلیفہ منتخب ہونے کا باعث ہوئین۔ اون کے بعد عمر خلیفہ ہوئے۔ اون کے بعد عثمان۔

جب ۶۵۶ء مین عثمان مارے گئے۔ تو خلافت ظاہری علی کو دیگئی"

مین اس موقعہ پر مصنف سے یہ سوال کرنا چاہتا ہون کہ ان خلافتون مین مسلمان شیعہ تھے یا سُنی۔ چونکہ ابوبکر وعمر وعثمان سُنی تہے۔ بس یہی کہا جاوے گا کہ جو اون کی خلافت کو تسلیم کرتے تھے وہ سب سنی ہی تہے۔ اور اسوقت تک بہی

جو ہر سہ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہین وہ سنی ہی ہین ۱۲ منہ

ورگرنی امیہ کی مخالفت کا سلسلہ اون کے خلیفہ ہونے کے بعد بہی جاری رہا۔ اور عائشہ اور معاویہ کی اعانت سے اور حمایت سے بنی امیہ نے ان کی خلافت مین بڑا رخنہ ڈالا اور ہنوز وہ جھگڑہ طے نہ ہوا تہا کہ ۶۶۱ء مین علی مسجد کوفہ مین ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ کوفہ ایک بڑا شہر مسلمانونکا ساحل غربی فرات پر تہا اب وہ بالکل برباد ہوگیا ہے۔ اور قدیم شہر بابل کے کہنڈرون کے قریب اوس کے بھی کہنڈر ہین۔ الغرض علیؑ کی شہادت سے سب مسلمانون مین ایک تہلکہ عظیم ہوگیا۔ اوس زمانہ مین علیؑ شجاعان عرب مین شہرہ آفاق تہے۔ ضرغام آل ابوطالب اسد اللہ الغالب اون کا لقب تہا۔ اور اشجع العرب اون کو کہتے تہے۔ شجاعت۔ حکمت۔ ہمت۔ عدالت۔ سخاوت اور زہد وتقوی مین علیؑ کا عدیم النظیر تاریخ عالم مین کمتر نظر آتا ہے۔ علاوہ اس کے وہ زوج بتول فاطمہؑ کے شوہر تہے جو رسول اللہؐ کی اکلوتی اور پیاری بیٹی تہین اور حسن اور حسین کے والد تہے جنکے عاشق زار خود اون کے نانا رسول اللہ تہے اور خود رسالتمآب نے اون کو

مجمع اصحاب مین سردار جوانان بہشت فرمایا تہا۔ ان کے بڑے صاحبزادہ حسن بن علی نے عزلت گزینی اختیار کی اور ایام زندگانی کو مدینہ مین عبادت خدا اور نیک کامون مین بسر کیا ۴۹؁ء مین حسن مجتبے کو اون کی ایک زوجہ نے معاویہ یا یزید ابن معاویہ حاکم شام سے رشوت لیکر زہر سے شہید کیا۔

ان کے بعد اہلبیت رسول کے رئیس صرف اون کے چہوٹے بہائی امام حسین باقی رہ گئے جنمین اپنے پدر عالیمقدار کی ہمت و شجاعت کوٹ کوٹ کر بہری تہی اپنے بڑے بہائی کی شہادت کے گیارہ برس بعد ۶۰؁ء مین حضرت امام حسین اہل عراق کی منت و سماجت سے مجبور ہوکر مدینے سے کوفہ کو روانہ ہوئے کہ غاصبین بنی امیہ سے اپنی خلافت کا دعوی کرین اس سفر پُر خطر مین اپنے عیال و اطفال اور چند اصحاب کو بہی ہمراہ لے گئے یہان تک کہ زمین کربلا پر پہونچے جو اوس زمانہ مین ایک ریگستان دریاے فرات سے ایک روز کی راہ پر قریب کوفہ کے تہا اور وہان جو پہونچے تو ایک فوج کثیر کو مقابلہ پر آمادہ پایا اس کے بعد جو واقعات غم انگیز گذرے تاریخ عالم مین کم نظر آتے ہین۔

جو مصائب و شدائد معرکہ کربلا مین اہلبیت پر گذرے زبان زد خلائق ہین صرف اتنا لکہنا کافی ہے کہ اس واقعہ جانگزا نے اسلام کو تہ و بالا کر دیا۔"

کیا اس فیصلہ کی موجودگی مین جو بمبئی ہائیکورٹ کے ایک ذیعلم جسٹس نے دیا ہے۔ مصنف معترض کا وہ قول صحیح تسلیم کر لیا جاوے گا کہ زمانہ معاویہ مین خطوط امام حسین علیہ السلام کے پاس کوفہ سے آئے۔ ہان زمانہ خلافت یزید مین ضرور ایسے خط آئے کہ جنکا حوالہ جسٹس آنریبل نے دیا ہے۔

موقعہ تحریر خطوط پر ہی مصنف کو عینک عقلی سے دیکہنا چاہیئے تہا۔ کہ وہ خط بہیجنے والے زیر خلافت یزید تہے یا نہین اور جو شخص زیر خلافت یزید ہوگا وہ سُنی ہوگا یا شیعہ اور مضمون اون خطوط کا کیا تہا۔

اور یہ بہی غور کے قابل ہے جیسا کہ جسٹس ممدوح تحریر فرماتے ہین کہ اوس سفر مین امام حسین کے ساتھ چند اصحاب تھے۔

اور جو ہیں کہ زمین کربلا پر وارد ہوے تو ایک فوج کثیر کو مقابلہ پر آمادہ پایا۔ کیا فقرہ مندرجہ فیصلہ
اس امر کے موید نہیں ہیں کہ حضرت امام حسین کے ساتھ چند اصحاب تھے اور زمین کربلا پر قبل
اس کے کہ حسینؑ وہاں پہونچیں فوج کثیر مقابلہ کو موجود تہی تو اب کیا کوئی صاحب عقل کہ
جسکے تعصب کی عینک نہ لگی ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ فوج شیعون کی تہی اور سنیون کے خلیفہ یزید
بن معاویہ کی نہیں تہی۔

ہاں یہ سچ ہے کہ جب امامؑ کو خطوط نے یہ باور کرایا کہ اہل کوفہ پر ظلم شرعی ہو رہی ہیں اور کہ
جنسے دین محمدی مین سخت رخنہ پڑیگا اندیشہ ہے تو امام نے اپنی طرف سے ایک نائب
روانہ کیا کہ جو مسلم بن عقیل تہے اور ضرور کسیقدر کوفیون نے اونسے بیعت بہی کی اور انہونے وہان کے
حالات کی اطلاع امام حسین کو دی مگر جب مسلم بن عقیل کا مقابلہ ابن زیاد گورنر کوفہ سے ہوا تو وہ مسلمان جنہوں نے کہ
بیعت مسلم مین آچکے تہے بیعت مسلم سے دست بردار ہوگئے جیسے کہ بہت سے مسلمان کہ جنہون نے بیعت شجرہ کی تہی
اوس بیعت سے منحرف ہوگئے تھے اور رسول خدا کو میدان جنگ مین چھوڑ کر فرار کر گئے تہے۔
جب رسولؐ سے بیعت کر کے بڑے بڑے خرانٹ مسلمان پہر گئے تھے تو اگر مسلمؑ
سے اہل کوفہ پہر گئے تو اونہون نے بہی اوسی پرانی سنت پر عمل کیا۔
مصنف کو یہ سمجھنا چاہئے تہا کہ جو شخص کہ بیعت سے پہر جاویگا تو کیا اوسکو اوس شخص کی
بیعت مین سمجھا جاوے گا کہ جس کی بیعت اونہون نے کی تہی یا اوسکو بیعت کا توڑنیوالا
کہین گے پس اس صورت مین وہ شیعہ کہ جنہون نے بیعت مسلمؑ کی تہی جب وہ ابن زیاد
کے دہمکانے سے اپنی اصلی حالت پہ پہر گئے تو کیا وہ شیعہ حسینؑ کہلائے جاوینگے یا سُنّی یزید
بن معاویہ۔ بیشک مسلم حالت تنہائی مین نہایت دلیری سے لڑے اور ہزارون سنیونکا
مقابلہ کر کے بہت کو جہنم واصل کیا اور صرف ایک اونکا ساتھی رہا کہ جس کا نام ہانی بن عروہ
تہا۔ اور جس نے مسلم کے ساتھ ہی جام شہادت نوش کیا۔ یہ سچ ہے کہ حسینؑ نے بیعت یزید
سے انکار کر دیا کیونکہ امام ابن امام ایک زناکار فاسق و فاجر کی کیسے بیعت کر سکتے تہے۔
اور اس بیعت کا تذکرہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے خوب نظم کیا ہے اور جو سُنّی مذہب کا
ایسا نامی شخص ہے کہ جس کے عرس مین سالانہ لاکہون آدمی جمع ہوتے ہین۔

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ ‏ ‏ دین است حسینؑ دین پناہ ست حسینؑ
سر داد نداد دست بر دست یزید ‏ ‏ حقا کہ بناء لا الٰہ ہست حسینؑ

نہ معلوم کس تاریخ دانی پر مصنف نے یہ تحریر کیا ہے کہ قاتلان حسینؑ سب کوفی تھے اونمین کوئی شامی اور حجازی نہ تہا۔ اگر در حقیقت ایسا ہی تہا تو مصنف نے اسکی کوئی سند نہین دی۔ مصنف اگر معمولی جغرافیہ ہی دیکھتے تو اون کو معلوم ہوجاتا کہ حجاز ایک حصہ ملک کو کہتے ہین اور کوفہ اور شام شہرونکا نام ہے۔ لشکر یزید مین کوفی بہی تھے اور شامی بہی تھے اور علاوہ ان کے دیگر اطراف عرب کے باشندہ تھے۔ جیسا کہ جسٹس آرنولد صاحب نے ملکی حیثیت سے اپنے فیصلہ مین فقط لفظ حجاز تحریر کیا ہے۔

اب مین چند منٹ کیواسطے مصنف کے جواب نمبر۲ کے اس فقرہ کا جواب دینا مناسب سمجہتا ہون {یزید اور معاویہ کی خلافت ان کی آنکہونمین کہٹکتی تہی} دیناچاہتا ہون مگر اس کے جواب کی سند مین محمڈن لا لکہنے والے آنریبل سید امیر علی جسٹس کلکتہ ہائیکورٹ کی پیش کرتا ہون کہ جو مشہور لایق مصنفین سے ہین۔ جس سے ناظرین کو معلوم ہو جاویگا کہ کیا وہ نفوس کہ جن کی طرف مصنف کا اشارہ ہے۔ ایسے تہے کہ جنکی نظرین ایسی بیکار خلافت پر پڑتین۔ "خود آنحضرت نے فرمایا تہا کہ جو شخص میرے احکام کے معانی کو سمجہنا چاہے وہ میرے اس شاگرد کے کلام کو بگوش ہوش سنے۔ آپ کے کلام بلاغت فرجام و ہدایت انصرام کو حضرت علی سے زیادہ اور کون سن سکتا تہا۔ جو اون کے دوست صادق اور شاگرد رشید اور برادر بجان برابر زوج بتول تھے جس محنت اور شفقت سے خود رسول مقبول نے اپنے شاگرد رشید کو سن طفولیت مین احکام اور اسرار تعلیم کئے تہے اوسکا ثمرہ ظاہر ہوا۔

خلفاء راشدین مین سے خلیفہ اول و ثانی کے عہد خلافت مین حکومت اسلام کے تحفظ یا استحکام کی غرض سے خود دار الاسلام یعنے عرب مین اور بیرونجات مین بھی سخت لڑائی جہگڑے ہوا کئے۔ خلیفہ ثالث کی حکومت ایسی ضعیف اور مذبذب رہی اور مدت خلافت مین ایسی بدعملی اور بدانتظامی رہی کہ وہ جوش و خروش جو اسلام نے لوگون کے طبایع مین

پیدا کیا تہا فروتہ ہوا خلیفہ ثالث کی عبرت انگیز وفات پر اعلم الناس بعد رسول اللہ باجماع امت علیؑ خلافت پر مامور ہوے مگر اپنی گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کے زمانہ مین حضرت علیؑ اپنے مالک کے احکام کی تحقیق و تنقیح دلائل عقلیہ سے کرتے رہتے تہے۔

اگر حضرت علیؑ شہید نہ ہو جاتے تو مسلمانون کو اپنے پیغمبر کے احکام کی حقیقت واقعی اس طرح معلوم ہو جاتی کہ عقل و نقل یعنے احکام عقلی اور احکام شرع باہم آمیختہ ہو جاتے اور اصول ادبیہ فلسفہ حقہ اور حکمت الہیہ اصول عملی قرار پائے اس شاگرد رشید کے ہر ہر لفظ سے پایا جاتا ہے کہ اون سے زیادہ کریم النفس اوس زمانہ مین کوئی بہی نہ تہا۔ افسوس صد افسوس ابن ملجم ملعون کے دست نجس سے یہ سب امیدین خاک مین مل گئین۔

جب بنی امیہ نے مکر و کید سے اوس مسند نشین کر کے اوس تخت خلافت پر قدم رکہا جسکو خلفاء راشدین نے اپنے قدوم سعادت لزوم سے شرف اور بزرگی بخشی تہی پس اوسیوقت علوم اسلامیہ کو اور اسلام کی آزادی کو صدمہ عظیم پہونچا۔ اس فتنہ انگیز عہد مین جنگ و جدل کا بازار ہمیشہ گرم رہا اور مسلمانون کو اسقدر مہلت نہ ملی کہ ترقی علوم پر توجہ کرتے اوسپر طرہ یہ ہوا کہ خلفاء بنی امیہ مین اپنی اسلاف شرک و بت پرستی کی بو ابتک موجود تہی۔

ہندہ جگر خوارہ اور ابو سفیان کی اولاد کے [معاویہ و یزید] کی رشک و حسد اور بغض و عناد سے مجبور ہو کر اولاد رسولؐ اور بنی فاطمہ نے زاویہ نشینی اور عزلت گزینی اختیار کی تہی اور رنج و مصیبت کی شب دیجور مین اپنے جد امجد کے احکام کو نیت خالص سے بجا لاتی تہی اور تعلیم و تدریس کے شغل سے اور مراقبہ اور ذکر خدا سے جو اولیاء اللہ کا خاصہ ہے اپنے دل حزین کو تسکین دیا کرتے تہے وہ سب بزرگوار علم عرفان کے عاشق زار تہے الغرض سچے عارف اور خداشناس تہے۔ اور انہین کی برکت سے اسلام کی روحانیت اور حقانیت کا شمس فی رابعہ النہار ہویدا اور آشکار ہے"

الغرض ایسی معزز تصنیف کہ جسکا انگلینڈ مین ڈنکا بج چکا ہے۔ اوسکا لایق اور ذیعلم مصنف علیؑ اور اولاد علیؑ کے بارہ مین مذکور الصدر خیالات ظاہر فرماوے اور معاویہ اور یزید کو قابل نفرت الفاظ مین یاد فرماوے تو ایسون کی حکومت کیونکر اون نظرون مین کہٹک سکتی ہے

کہ جو عارف حق ہون۔

" یہ بھی مصنف نے غلط تحریر کیا ہے کہ امام حسنؑ کی عزت اور جان و مال کے غارت کرنے مین بھی دریغ نکیا اور وہ صرف اس بات پر کہ کیون معاویہ سے پچاس ہزار سالانہ تنخواہ پر صلح کر لی اور بیعت پر راضی ہوگئے اور شیعان علیؑ ہمیشہ اون سے ناراض رہے وغیرہ وغیرہ "

امام حسن علیہ السلام کی عزت و مال کبھی غارت نہین ہوا۔ ہان یہ ضرور ہوا کہ بعد انتقال جناب ختم المرسلین باغ فدک جو اچھا ذریعہ گذر اوقات اولاد فاطمہؑ کا تھا خلفاء اول و ثانی نے اون سے زبردستی لے لیا اور دیگر جیوب شرعی مثل بیت المال وغیرہ کے اور اپنے زیر حکم کر لین جہانتک ہوسکا خلفاء وقت نے طرح طرح کی اذیتین اولاد رسولؐ کو پہونچائین۔ جب اونکا زمانہ ختم ہوا۔ اور بنی امیہ کا زمانہ آیا چونکہ علی مرتضےٰ شہادت پا چکے تھے صرف امام حسنؑ و امام حسین علیہ السلام باقی تھے اور امام حسنؑ وارث خلافت حقہ کے تھے اور بنی ہاشم کے مابین سلسلہ قرابت بھی تھا۔ یہ دونون آپسمین ایک دوسرے کے چچا کے بیٹے تھے۔ کیونکہ ہاشم اور امیہ دونون عبد مناف کے فرزند تھے اور اسلام سے پہلے ہی دونون چچازاد بھائیون مین انتہا درجہ کی عداوت تھی باہم جنگ و جدل ہوا کرتا تھا عرب مین یہ ہر دو قبیلہ بنی امیہ اور بنی ہاشم صاحب عزت خیال کئے جاتے تھے۔ بنی امیہ باعتبار دولت کے اور بنی ہاشم باعتبار علم اور روحانیت کے مشہور تھے۔ معاویہ سلسلہ بنی امیہ مین تھا اور رسول و علی مرتضیٰ سلسلہ بنی ہاشم مین تھے ابتداء اسلام مین بھی ان دونون فرقون مین کدورت اعلیٰ درجہ پر پہونچ گئی تھی یہانتک کہ انحضرتؐ نے مکہ کو فتح کر لیا اور تمام قریش و بنی امیہ اون کے زیر فرمان ہوگئے اور یہی وجہ ہوئی کہ عرب مین بنی ہاشم کو قدرتاً بزرگی حاصل ہوگئی اور بنی امیہ اون کے زیر فرمان ہوگئے مگر بمصداق آیۃ شریفہ الاعراب اشد من الکفر والنفاقہ کے حسد بنی امیہ کے دلون سے نہین گیا تھا اور اونہون نے اپنے حسد دیرینہ کا عوض اولاد رسولؐ سے ایسا لیا کہ زمانہ کی تواریخین بھری ہوئی ہین۔

مگر اپنے عہد حکومت مین اونہون نے وہ بدنما داغ جو ضبطی فدک وغیرہ کا غیظ کرنیوالون کے چہرہ پر لگا ہوا تھا اوس کے چھپانیکی غرض سے و نیز اس خیال سے کہ ہم اور حسنؑ ایک ہی درخت کی

شاخ ہین اور محض بنا پر مصلحت ملکی امام حسن علیہ السلام کا سالانہ وظیفہ مقرر کردیا تو یہ بات طرفداران حسنؑ کو کیونکر ناگواری کا باعث ہوسکتی ہے۔ مصنف اگر بجائے لفظ سنّی کے گروہ بنی امیہ استعمال کرتے اور بجائے لفظ شیعہ کے گروہ بنی ہاشم استعمال کرتے تو کسیقدر مناسب تہا۔ اگر حسنؑ نے معاویہ سے تشخص کہ جسکے قابل الفاظ مین تاریخ انگریزی سے اوپر دکہا آیا ہون اور جو کرو کید مین اپنا جواب نہین رکہتا تہا۔ وظیفہ سالانہ حاصل کرلیا تو یہ عین اون کی دانشمندی تہی ایسی عمل کی بنی ہاشم یا شیعون کو برا ماننیکی کوئی وجہ نہین ہے۔

اب مین ایک سند اور کتاب الدرۃ الغالیہ فی مناقب معاویہ مصنفہ عبدالاول صاحب جونپوری سے دکہاتا ہون ملاحظہ ہو۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴۔ کہ کیونکر امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے پچاس ہزار سالانہ تنخواہ پر صلح کی اور بیعت معاویہ پر راضی ہوگئے۔

شرائط صلح جو سنی عالم نے اپنی کتاب مین درج کیے ہین لفظ لفظ درج ذیل ہین۔

"بعد شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل عراق نے حضرت امام حسنؑ کی بیعت کی جنمین چالیس ہزار لوگ ایسے تہے کہ جنہون نے اون کے والد حضرت علیؑ سے بیعت کی تہی اور اون کے اتباع مین جان دینے کا اقرار کیا تہا اور وہ لوگ امام حسنؑ کے نہایت مطیع تہے اور حضرت علیؑ سے بڑہکر امام حسن سے محبت رکھتے تہے اونہین حضرات نے امام حسن کو صلاح دی کہ آپ ملک شام کا قصد کیجیے۔ اور اوس سے امیر معاویہ سے چہین لیجیے اگرچہ بوجہ زہد کے امام کو یہ ناپسند تہا۔ مگر مجبور ہو کر چلنا ہی پڑا۔ آخرالامر جب امام نے دونون جانب کی کثرت فوج دیکہی تو سمجہ لیا کہ کوئی کسی پر غالب نہ ہوگا یہانتک کہ بہت لوگ ہلاک ہون گے۔ اور نیز عمرو بن عاص وزیر امیر معاویہ نے کثرت فوج حضرت امام حسن علیہ السلام و آثار فتحمندی و قوت مطیعان امام حسنؑ ملاحظہ کرکے معاویہ کو صلح کیجانب متوجہ کر رکہا تہا۔ اور دو شخص کو صلح کا پیغام دیکر امام علیہ السلام کے پاس بہیجا یا بظاہر امام کو اعراض تہا تاکہ شروط صلح اور معاہدہ کی خوب پختگی ہو جاوے۔ منجملہ شرائط صلح ایک شرط یہ تہی کہ امارت اور سلطنت تمہارے بعد مجہی کو ملے کیونکہ مین بلحاظ قواعد سلطنت اس ریاست اسلامی کا مستحق ہون۔ دوسری شرط یہ تہی کہ جو کچہ حضرت علیؑ کے زمانے مین اہل مدینہ اور عراق والون سے سرزد ہوا اوس کا

مطالبہ نکیا جاوے اور اوسکا بدلہ کسی سے نہ لیا جاوے اور ان شہرون کے لوگون مین سے کسیکو ہمارے مطیعوئین سے طلب نہ کرسکوگے تیسری شرط یہ ہے کہ میرا کل قرضہ ادا کرنا ہوگا۔ چوتھی شرط یہ تھی کہ مجھے اختیار رہے کہ جب مجھے ضرورت ہو بیت المال (خزانہ) سے بقدر حاجت بے تکلف مین لے لیا کرون۔ پانچوین شرط یہ تھی کہ ہر سال بطور خراج ایک لاکھہ مجھے سالانہ دیا کرو۔ اگر تم اِن شرطون کو قبول کرو تو ہم تمسے صلح کرسکتے ہین۔ اِن شرطون کے سُننے کے بعد امیر معاویہ بہت خوش ہوے۔ لیکن دوسری شرط کے قبول کرنے مین امیر معاویہ کو تامل ہوا اور حضرت امام حسنؑ کے پاس کہلا بھیجا کہ سب شروط قابل قبول ہین مگر مجھے عدم مطالبہ علی الاطلاق مین ضرور کلام ہے مین دسؔ آدمیون کو مستثنی کرکے دوسری شرط کو بے تکلف منظور کرسکتا ہون۔ اون دسؔ کو مین نچھوڑونگا۔ اور اونکو امان نہین۔ پہر حضرت امام حسنؑ نے اِس امر پر اصرار کیا کہ کل کو امن ہونا چاہئیے اور سابق کے ماضی کا مطالبہ اور بدلا کسی سے نہ لیا جاوے اور بدستور سابق اتفاق قایم رہی اسکے جواب مین امیر معاویہ نے یہ کہلایا کہ مین نے قسم کہائی ہے کہ جب مین قیس بن سعد عبادہ کو پاؤنگا اوسکا ہاتہہ اور زبان کاٹونگا امام حسن نے صلح نامنظور کی بالآخر طوعاً و کرہاً کل شرطون کو امیر معاویہ کو قبول ہی کرنا پڑا۔ اور ایک سفید کاغذ امام حسنؑ کے پاس بہیجدیا کہ جو تم چاہو اِس کاغذ مین لکھو مین سب منظور کرونگا۔ اوسی پر صلحنامہ لکہا گیا اور جملہ امور طے پا گئے۔ سچ ہے پدر نتواند پسر تمام کند۔ بعضون نے کہا کہ امیر معاویہ سے امامؑ نے صلح کیوقت دسؔ لاکھہ درہم لئے۔ جس کے قریب ڈہائی لاکھہ کے روپیہ ہوتے ہین اور بعضون نے ایک لاکھہ دینار اور بعضون نے کہا کہ چار لاکھہ درہم وقت صلح کے امام حسنؑ نے امیر معاویہ سے لیے۔ امام نے امیر معاویہ کو کل مفتوحہ بلاد کا والی {لاٹ گورنر} اور اپنا قائم مقام با اختیار تمام بنا رکہا تہا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے جو رقم وقت صلح کے لی تہی وہ خرچہ مصروفہ تہا جیسا سلاطین کی صلح کا قاعدہ ہے کہ جو دب کر صلح کرے وہ خرچہ مصروفہ سابق دیوے۔ پہر بعد تحریر صلحنامہ کے عمرو بن عاص کے مجبور کرنیسے امیر معاویہ نے امام سے کہا کہ آپ اُٹھکر لوگون کو سنا دیجئے کہ ہمارے اور آپ کے کیا معاہدہ ہوا۔ اور کیونکر صلح ہوئی فوراً امام کہڑے ہوگئے اور بہت بلیغ فصیح عبارت مین اظہار مدعا

فرمانیگے اور یہہی اوس اثنار مین فرمایا تہا کہ جس امر مین میرے اور معاویہ کے اختلاف تہا اگر وہ اونکا حق تہا تو اون کو مبارک ہو اور اگر میرا حق تہا تو مین نے معاویہ کو اللہ کیواسطے دیدیا تا کہ اصلاح امت محمدیہ کی ہو اور خون ریزی نہ ہونے پاوے ۔ یہ صلح ۴۱ھ ہجری مین ہوئی تہی اگر مین صلح نامہ کی توضیح کرون تو بہت طوالت ہو جاویگی ۔ مگر مصنف معترض کی تاریخ دانی کا اظہار ضروری ہے ۔ وہ کہتے ہین کہ پچاس ہزار سالانہ پر صلح کی ۔ مگر اونہین کے مذہب کے عالم دو لاکہہ سے زائد پر صلح کرنا ظاہر کرتے ہین ۔ اور دبکر صلح کرنیکا الزام معاویہ پر لگاتے ہین ۔ مگر مصنف معترض نے دبکر صلح کرنیکا الزام علی مرتضےٰ پر بمقابلہ معاویہ کے لگایا ہے ۔ اب ناظرین سنیون کے ہی قول سے اس امر کا اندازہ کر سکتے ہین ۔ کہ علیؑ یا اولاد علیؑ نے دب کر صلح کی یا علیؑ اور اولاد علیؑ سے دب کر معاویہ نے صلح کی کہ جس کی تعریف بتعبیر مناقب معاویہ والے نے یہ کی ہے ۔ اگر پدر نتواند پسر تمام کند ۔

کیا یہ عجیب بات نہین ہے کہ حسنؑ کا وظیفہ تو مصنف کی آنکہہ مین کہٹکا ۔ اور لیڈی عایشہ کا دس ہزار سالانہ وظیفہ جو خلفاء اوّل و ثانی سے لیڈی موصوفہ کو ملتا تہا اوسپر کچہہ زہر نہ اوگلا اوسکو شیر مادر سمجہکر پی گئے ۔ ذرا اسقدر تو سمجہا ہوتا کہ لیڈی ممدوحہ کو کس حسن کارگذاری مین یہ بوجہل وظیفہ دیا گیا اگر اونکو ام المومنین سمجہکر دیا گیا تو پہر علاوہ لیڈی موصوفہ کے اور کس ام المومنین کو خلفاء نے کسقدر ٹنکے گن دیے تہے ۔؟

کیا یہ مصنف اور سنیون کے لئے بدنما داغ نہین ہے کہ بعد رحلت ختم المرسلین اونکی اولاد طاہر کا کوئی مددگار نہین رہا تہا سب سنی اونسے پہر گئے تہے ۔ علیؑ مرتضےٰ مزدوری کرین جناب سیدہ فاطمہ زہرا چکی پیسین حسنینؑ علیہم السلام فاقہ کرین اور بمقابلہ اون کے لیڈی عایشہ دس ہزار کا وظیفہ پا دین ۔

اب مین صرف ایک وظیفہ کی سند مصنف کو دیتا ہون اور وہ یہ ہے کہ گورنمنٹ ہند ایک ایسی عادل گورنمنٹ ہے اور اوسکی حکومت اسقدر وسیع ہے کہ اوس کے قلمرو کے اندر سورج نہین چہپتا ۔ اور اوس نے اپنے عدل اور طرز روش کیوجہ سے تمام ہندوستان کو مسخر کر رکہا ہے پہر باوجود اسقدر وسیع اور زبردست سلطنت ہونے کے کیا اوسکو کوئی خطرہ

اور خوف ہے جو امیر صاحب کابل کو سالانہ وظیفہ عطا فرماتی ہے۔ کابل وہی تو ہے کہ جسکو اپنی
عہد حکومت ملک ہندوستان مین حبیب سے بہی جبر چند مرتبہ جب چاہا اپنے قبضہ مین
لے لیا ہے۔ چنانچہ امیر صاحب موجودہ بہی گورنمنٹ ہند کی تشفی مین کیونکہ انکے والد مرحوم امیر
عبدالرحمن خانصاحب مرحوم کو گورنمنٹ ہند نے اپنی طرف سے تخت کابل سپرد فرمایا تہا۔ پہر
اسکی کیا وجہ ہے کہ باوجود ایسی قدرت کے گورنمنٹ اون کو وظیفہ دیتی ہے۔ اور جو اتفاق سے
سُنّی مذہب ہین اور سنی المذہب ہونیکی وجہ سے اگر اونکا گورنمنٹ سے وظیفہ کہانا اون کے اہل
خاندان یا سنیان کابل یا سنیان ہندوستان کو ناگوار ہے تو تمامی سنیون کو باہم اتفاق کرکے امیر
صاحب کیخدمت مین ایک ڈیپوٹیشن بہیجدینا چاہیئے کہ انکا فعل موجب ہماری ناگواری کا
ہے۔ اب گورنمنٹ ہند سے وظیفہ لینا بند کردین۔ ورنہ بوقت ضرورت ہم اس رنجش کیوجہ
سے آپ کی مخالفت کرینگے۔ اور نظیر کے طور پر واقعات پنشن امام حسنؑ اور معاویہ کے امیر
صاحب موجودہ کو دکہائے۔ مین آپ کو آپکی پیشوایان مذہب از ابوبکر تا آخر کی قسم دلاکر کہتا ہون
کہ اس سنت پر آپ ضرور عمل فرمائیے دیکہیے تو بہی امیر صاحب کیطرف سے آپکو کیا بیش بہا
خلعت عطا ہوگا۔ اور اگر ایسا کرینگے تو میرے خیال مین گورنمنٹ ہند بہی آپ کا تہنکس
ادا فرماوے گی۔

مصنف جو یہ لکہتے ہین کہ معاویہ کے مقابلہ مین علیؑ نے کمزور فیصلہ کو منظور فرمایا مین اس فیصلہ کی
حقیقت کو علاوہ کتب تواریخ اسلام کے ایک انگریزی کتاب پرسنل لا آف دی محمڈنس کہ جو
تمامی عدالت ہائے انگریزی مین مستند کتاب سمجہی جاتی ہے اور جس مین اس تصفیہ کا تذکرہ
ہے۔ دکہاتا ہون جسکا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے۔

سُنّی اور شیعہ مین اصل امر متنازعہ فیہ امامت ہی اور امامت سے مراد گروہ اسلام کی پیشوائی امور
دینی مین ہے۔ اس اختلاف کا اثر بین فریقین کے مسائل فقہ مین موجود ہے۔ شیعہ حجت اجماع کے
منکر ہین یعنے اونکا قول یہ ہے کہ اجماع سے امام یا خلیفہ رسول منتخب نہین ہوسکتا جو اون حضرات
کے برحق دعوے خلافت کو باطل کردی جنکو خود پیغمبر اپنا خلیفہ نامزد کرچکے تہے۔
گر سُنّی مسئلہ خلافت مین بہی اجماع کو حجت قطعی سمجہتے ہین خواہ وہ اجماع کسی طور سے منعقد ہوا ہو

جب آنحضرت نے انتقال فرمایا اوسوقت اس مسئلہ پر صحابہ مین بحث ہونے لگی کیونکہ کسی شخص کو
خلیفہ رسول اور پیشوا، امت مقرر کرنا ضرور تہا۔

اسوقت بنی ہاشم یعنے اقربار پیغمبر نے یہ حجت کی کہ منصب خلافت کے حقدار علیؑ ہین کہ خود
پیغمبر اونکو اپنا خلیفہ بیان کر چکے ہین۔ مگر دیگر قریش نے جو ہمیشہ سے بنی ہاشم کے عدو چلے آتے
تہے۔ کہا کہ خلیفہ بذریعہ انتخاب مقرر کیا جاوے۔ اودہر تو بنی ہاشم آنحضرت کی تجہیز و تکفین
مین مصروف تہے۔ اودہر قریش نے ووٹ یعنے غلبہ آرائی سے ابو بکر کو خلیفہ مقرر کیا۔

تین سال خلافت کرکے ابو بکر نے انتقال کیا بعد اون کے عمر ابن الخطاب خلیفہ ہوئے اونکی
وفات کے بعد علیؑ کو خلافت اس شرط پر دیجانی چاہی کہ خلیفہ اول و دوم نے جو اصول قائم کردئے
تہے اون کے موافق حکومت کرین۔ علیؑ نے اس شرط پر خلافت منظور نہین کی۔ اور فرمایا کہ
جن مقدمات مین کوئی قانونی یا کوئی فیصلہ پیغمبر کا نہ ہوگا۔ جسکی پابندی فرض ہو ملو اونکا فیصلہ مین
اپنی رائے سے کرونگا۔ حضرت علیؑ کا یہ فرمانا دوسرا امر متنازعہ فیہ درمیان سنی و شیعہ کے ہے تب
خلافت عثمان بن عفان کو دی گئی۔ جنہون نے انتخاب کنندہ جماعت کی شرط کو منظور کر لیا
مسائل شرعی جو اختلاف سنی و شیعہ مین ہے وہ اسی زمانہ سے ہوا ہے۔ خلیفہ ثالث اسسبات
کے راضی ہوجانیسے کہ خلیفہ اول و دوم کی پیروی جملہ امور مین بلا حجت و تکرار کرینگے۔ خواہ
اون دونون صاحبون کے احکام مصالح وقت اور حوائج بشری کے مناسب و موافق ہون
خواہ نہ ہون اہل سنت کے مسائل کی ایک خاص صورت پیدا ہوگئی۔ ابو بکر و عمر ان دونون
صاحبون نے اپنے اپنے عہد خلافت مین مسائل شرعیہ کی تشریح جو حضرت علیؑ نے فرمائی اوسکا
لحاظ رکہا اور ہمیشہ فیصلہ خصومات اون معانی کے موافق کیا جو حضرت علیؑ نے بموجب احادیث
کے بیان کیا۔ مگر حضرت عثمان نے دوسری روش اختیار کی یہ خلیفہ نیک نیت مگر ضعیف العقل
تہے اور اپنے عزیز و اقارب اور سکرٹری مروان ابن الحکم کے بالکل تابع تہے تہوڑی مدت خلافت
کرکے اوس سپاہ غدار کے ہاتھ سے قتل ہوئے کہ جسکی کمانیر محمد بن ابو بکر خلیفہ اول تہے۔ اونکی
وفات کے بعد حضرت علی خلیفہ منتخب ہوئے۔ اون کے خلیفہ ہونیکے ساتھ ہی فریق مخالف
نے دو شدید بغاوتین کین۔ ایک بغاوت جسکی کمانڈنگ آفیسر حضرت عائشہ صاحبزادی

ابو بکر خلیفہ اول کی تہین یہ جنگ بلا وقت فرو ہوگئی۔ مگر دوسری بغاوت کامیاب ہوئی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت عثمان نے اپنی حین حیات اپنے عزیز قریب معاویہ بن ابی سفیان کو حاکم شام مقرر کیا تہا۔ اِس طماع[^1] شخص نے قتل عثمان کو اپنی دنیاوی عظمت اور ثروت کا ذریعہ قرار دیکر خلیفہ وقت سے بغاوت کی اور یہی بغاوت اسلام مین بڑی بڑی خرابیون کا باعث ہوئی۔

معاویہ نے کئی متواتر لڑائیون مین شکست کہا کر پنچایت کا پیغام بہیجا۔ اور حضرت علیؑ نے اس خیال سے کہ مسلمانون کی۔ اور زیادہ خون ریزی نہو پنچایت قبول کرلی۔ اہلبیت نبوی کیطرف سے ابو موسیٰ اشعری اور معاویہ کی جانب سے عمر ابن العاص حکم مقرر ہوئے عمر ابن العاص نے ابو موسیٰ اشعری سے کہا کہ ان دونون کو معزول کرکے ایک تیسرا خلیفہ منتخب کرلو تاکہ جو صدمہ عظیم مسلمانون کو ان دونون کی باہمی تنازعات سے پہونچا ہے۔ وہ دفع ہوجاوے۔ ابو موسیٰ اشعری نے اس رائے کو منظور کرلیا اور جب ان دونون حکمون کی رائے سے لوگ جمع ہوئے تو اوس نے علانیہ کہدیا کہ علیؑ اور معاویہ دونون معزول کئے گئے اسکے بعد عمر ابن العاص نے کہا کہ علی کی معزولی سے مین اتفاق کرتا ہون مگر معاویہ کو مین خلافت پر قائم رکہتا ہون۔ اس مکاری اور حیلہ جوئی اور بیحیائی سے اون لوگون کو یاس ہوگی جو سمجہتے تہے کہ اس پنچایت سے اسلام مین زیادہ خون ریزی نہونے پاویگی اور عمر کی اس حرکت سے بنی فاطمہ منغص ہوکر اوٹہہ کہڑے ہوئے اور فریقین نے حلف کرلیا کہ تا قیامت ایک دوسرے کے عدو جان رہینگے۔ اس کے تہوڑے عرصہ بعد علیؑ اثناء نماز مین مسجد کوفہ مین شہید ہوئے اور اون کے شہید ہوتے ہی معاویہ کو شام اور حجاز مین

[^1]: اس انگریزی دان عالم نے جو معاویہ کو لفظ طماع سے یاد کیا ہے۔ کچہ شبہ نہین کہ اس لفظ سے خود معاویہ نے اپنے آپ کو زینت دی تہی۔ دیکہو سیرۃ الحلبیہ صفحہ ۴۴۶ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۴ وہ من طریق عبد الملک بن عمیر عن معاویۃ بلفظ ما زلت اطمع فی الخلافۃ الی آخرہ حاصل ترجمہ یہ معاویہ نے کہا کہ مجہہ پر ہمیشہ طمع خلافت غالب رہی۔ ۱۲ منہ

اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کا موقعہ مل گیا۔"
کیا اس سند کے دیکھنے کے بعد کوئی منصف مزاج یہ کہہ سکتا ہے کہ علیؑ نے معاویہ سے دبکر صلح کی ۔ اور کمزور فیصلہ کر لیا ۔ اور اگر اس فیصلہ کو دب کر فیصلہ کر لینا تسلیم کیا جاوے تو یہ فیصلہ صلح حدیبیہ کے فیصلہ کی شان رکھے گا ۔ کہ جس فیصلہ رسولؐ پر حضرت عمر خلیفہ دوم نے یہ الفاظ کہے تھے "

"قال عمر واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ" کہا عمر نے قسم بخدا اور دونوں میں زیادہ مجھے ترجمہ ان کی نبوت میں آج شک ہوا "

مصنف اور تمامی سنیوں کے حضرت عمر خلیفہ دوم روز صلح حدیبیہ خدا کی قسم کہا کر اپنی اظہار رائی کر رہے ہیں کہ مجھے نبوت رسول میں آج کے دن تمامی دنوں سے زیادہ شک واقعہ ہوا ہے۔ مصنف صاحب آپ تو کیا آپ کے پیشوایان دین ایسے صلحوں کے موقعوں شک ظاہر کیا کرتے تھے اور دبکر صلح کر لینا اپنی زبان سے کہا کرتے تھے ۔ خیر وہاں تو حضرت عمر تھے ۔ یہاں قایم مقام اونکا شیعہ آپکو بھی سمجھیں گے ۔ افسوس ہے کہ آپ نے اونکی ہی گستاخی گر آپ اون شہیدوں میں داخل نہ ہوں گے جیسے کہ عمر و عثمان تھے ۔

افسوس ہے کہ مصنف میدان مناظرہ میں اوترآئے ۔ مگر اپنی قوت کی خبر نہیں ملاحظہ کیجئے مشکوۃ ۵۲۶ ۔ عن زید بن ارقم ان رسول اللہ قال لعلیؑ و فاطمۃ والحسن والحسین انا حارب لمن حاربھم و سلم لمن سالمھم ۔ ترجمہ ۔
زید بن ارقم سے ہے کہ فرمایا رسولؐ نے کہ جو لڑے علیؑ و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ سے اوس سے میں لڑنے والا ہوں اور جو صلح کرے ان سے اوس سے میں صلح کرنے والا ہوں ۔
اگر آپ کی مشکوۃ صحیح ہے تو یہ روایت بھی صحیح ہے ۔ اور جب یہ آپ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ بحالت جنگ علیؑ نے معاویہ سے دبکر صلح کی ۔ تو جو جنگ معاویہ نے علیؑ سے کی وہ در اصل علیؑ سے نہیں کی بلکہ خود جناب رسالتمآب صلعم سے کی بڑے افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ جو شخص حضور انور صلعم سے جنگ کرنے والا ہو وہ مسلمانوں کا خلیفہ تسلیم کیا جاوے اور وہ

لہ تفسیر معالم التنزیل فراء البغوی صفحہ ۸۳۲ ۔

شخص کہ جسکو غیر مذہب اسلام تک اشجع العرب کہین بمقابلہ معاویہ کمزور اور دب کر صلح کرنے والا مانا جاوے۔

اگر تھوڑی دیر کیلئے تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ علیؑ مرتضےٰ نے دب کر صلح کی۔ تو دوسرا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ہمیشہ دب کر جو کام کیا جاوے گا وہ کسی زبردست کے حکم سے مجبور ہو کر کیا جاوے گا۔ اور جس سے دبنے والے کا دل دکھے گا اور اسکے یہ معنی ہوئے کہ سنیون کے خلیفہ معاویہ کا یہ فعل کہ اوس نے علیؑ کو دبا کر صلح کی ضرور موجب ایذا حضرت علیؑ کا ہوا پس ایسی حالت مین۔ مین سنیون کے ایک مجتہد کا قول مسند احمد بن حنبل سے درج کرتا ہون وہ من طریقٍ انّ النبی قال من اذا علیاً فقد اذانی ایھا الناس من اذا علیا بعث یوم القیمۃ یھودیاً او نصرانیاً ؟ رسولؐ خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ جو ایذا دہندہ علیؑ کا ہے وہ میرا بھی ہے۔ اور میرا اور علیؑ کا ایذا دہندہ بروز قیامت یہود و نصاریٰ کے ساتھ مبعوث ہوگا۔ اس روایت نے جو سنیون کی معتبر کتب مین موجود ہے ظاہر کیا ہے کہ معاویہ یا جو کوئی بھی ایذا دہندہ علیؑ کا ہوگا وہ ایذا دہندہ رسول کا ہے اور قیامت کو زیر کمان افسران یہود و نصاریٰ کے ہوگا۔ تو اگر اس موقعہ پر معاویہ نے علیؑ کو دبا کر صلح کی تو یہ شیعون کے واسطے نہایت خوشی کا موقعہ ہے کہ اونکا خلیفہ حلقہ اسلام سے خارج ہو کر گروہ یہود مین نظر آوے گا۔

اور شیعہ تو ارشاد رسولخدا کو صحیح تسلیم کرتے ہین جیسا کہ اونہون نے شرح ابن الحدید جلد دوم صفحہ ۳۴۴ مین دیکھا ہے۔

ومنھا انّ رسول اللہ قال یطلع من ھذا الفج رجلٌ من امتی یحشر علی غیر ملتی فطلع معاویہ ومنھا الحدیث المشھور المرفوع انہ قال ان معاویۃ فی تابوتٍ من نار فی درکٍ من جھنم ینادی یا حنان یا منان فیقال لہ الآن وقد	جناب رسولخدا صلعم کا ارشاد فرماتے ہین۔ کہ معاویہ ملت اسلام پر فوت نہ ہوگا اور یہ حدیث مشہور ہے۔ اور بلند مرتبہ ہی کہ معاویہ صندوق آتش مین ایک طبقہ جہنم مین ہوگا۔ اور وہان خدا کو حنان اور منان کہکر آواز دیگا۔ پس فرشتہ کہین گے اب خدا کو پکارتا ہے تو نے تو

عصیت قبل وکنت من المفسدین ۔ دنیا مین خدا کی نافرمانی کی تہی اور مفسدین مین ھذا ذکرہ البطری ۔ سے تہا ۔ اور تو اس سزا کے لایق ہے ۔ طبری نے بھی ایسا ہی کہا ہے ۔

نہ معلوم مصنف نے کس بہروسہ پر اپنے خلیفہ معاویہ کی شان کو اسقدر بڑہایا ہے ۔ کہ بمقابلہ اوس کی قوت کے علیؓ اور علیؓ کے ذریعہ سے رسولؐ اور رسولؐ کے ذریعہ سے خدا کو بودا قرار دیدیا ہے ۔ یہ وہی معاویہ ہے کہ علاوہ انگریزی سارٹیفکٹون کے مین نے سینیونکی علما اور قاضیون کے فتوے پیش کردئے ہین ۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معترض مصنف نسل معاویہ سے ہین اور کسی مصلحت سے اپنی اصلی نسل کو پوشیدہ رکہکر معاویہ اور یزید کے ترانے الاپ رہے ہین ۔

ابن ملجم کو مصنف شیعہ قرار دیتے ہین گر اوس کی کوئی سند نہین پیش کرتے اِتنہ مصنف کو اسکا علم معلوم ہوتا ہے کہ خارجی کس کو کہتے ہین اور رافضی کس کو کہتے ہین ۔ اگر ان دونون لفظون کے معنی پر بحث کی جاوے ۔ تو بہ طور خود ایک کتاب ہو جاوے گر مین زمانہ کی اصطلاح کے موافق عرض کرتا ہون کہ سنی فرقہ خارجی اوسکو کہتا ہے کہ جو شخص علیؓ اور عثمانؓ پر تبرّا کرے اور رافضی اوسکو کہتا ہے کہ جو ابوبکر و عمر و عثمان پر تبرا کرے ۔

اب ہر منصف مزاج خود طے کرسکتا ہے کہ ابن ملجم کس فرقہ سے تہا ۔ حضرت علیؓ کا شہید کرنے والا شیعہ سمجہا وے گا ۔ یا پکا خارجی ؟ میرے خیال مین تو معمولی عقل کا آدمی بہی یہ نہین کہہ سکتا کہ وہ شیعیان علیؓ مین سے تہا ۔ اگر مصنف کا اوسکو لفظ شیعہ سے تعبیر کرنا اسوجہ سے ہے کہ اوس نے جناب علیؓ مرتضیٰ سے بیعت کرکے گویا اون کی خلافت کو تسلیم کرلیا تہا ۔ تو محض اوسکا مصلحتاً بیعت کرلینا دلیل اس امر کی نہین ہوسکتی کہ وہ اونکا شیعہ تہا ۔ کیا زبیر نے جناب علیؓ مرتضےٰ سے بیعت نہین کی تھی ؟ کی تہی اور بڑے زور کے ساتھ کی تہی ۔ لیکن پہر بھی حضرت علیؓ مرتضےٰ کے مقابلہ مین بیعت سے انحراف کرکے جنگ جمل مین ہزارون مسلمانون کے خون کا باعث ہوئے اور جس کا افسوس مدت العمر جناب علیؓ مرتضےٰ کو رہا ۔ کیا اس جنگ کا باعث زبیر نہین تہے اور جنکی وجہ سے

بی بی عائشہ بھی اونٹ پر سوار ہو کر باوجود ممانعت ام المومنین ام سلمہ اور برخلاف حکم جناب رسول صلعم چشمہ حواب کے کتون کی آوازون پر بھی نہ چونک کر علیؑ مرتضے سے مقابلہ پر ڈٹ گئین۔ کیا پھر زبیر بی بی عائشہ اور تمامی اہل جمل کو شیعیان علیؑ کہا جاوے گا اور اگر کہا جاوے تو پھر یہ اوس حدیث رسالتماب ؐ کے خلاف ہو گا کہ جسمین علیہ تحفے سے یہ فرمایا ہے کہ اے علیؑ تمسے ناکثین مارقین اور قاسطین جنگ کرینگے۔ شیعہ علیؑ تو حاکم بصرہ تہا کہ جس نے علیؑ مرتضے کی محبت مین اہل جمل کے ہاتون اپنی پیاری جان نذر کرنے کو تیار ہو گیا مگر اہل جمل کے حکمون کو نہ مانا۔ مصنف کو اچہی طرح خیال کر لینا چاہیئے کہ جناب علیہ تحفے کی زندگی بعینہ جناب رسالتماب صلعم کی زندگی کا نمونہ تہی جناب علیؑ مرتضے پر قریب قریب سب واقعات ایسے گذرے ہین کہ جیسے جناب رسالتماب صلعم پر گذرے تہے۔ کچہ جناب علیہ تحفے ہی سے خارجی بیعت کر کر کے نہین پہر گئے بلکہ خود رسالتماب صلعم کے زمانہ مین بہی ایسے منافق موجود تہے کہ جو مسلمان کہلائے جاتے تہے۔ حالانکہ وہ بمصلحت زمانہ کیوجہ سے اسلام لائے تہے اور رسول اللہ اون کو اچہی طرح جانتے تہے اور اوسی مسئلہ تقیہ (راز داری) کی بنا پر ظاہر نہین کرتے تہے۔ اور خدا نے بہی بطور تقیہ قرآن مجید مین ان منافقین کو تعبیر کیا ہے نام نہین بتلائے ہین لیکن ان منافقین مین سے اکثر ایسے کم عقل منافق تہے کہ جنہون نے خاص طور پر اپنے عمل سے لوگونکو بتلا دیا کہ خدا کا منشا جن منافقین سے ہے اونمین وہ بہی شامل ہین۔ بلکہ ایک منافق نے تو رسول خداؐ کے رازدار حذیفہ بن ایمان سے صاف صاف کہہ بہی دیا کہ "یا اللہ یا حذیفہ انا من المنافقین"۔ اور یہ منافق ہر موقع جنگ سے رسول خداؐ کو چہوڑ چہوڑ کر اپنے اولٹے پاؤن پہر جاتے تہے جس کا ذکر قرآن مجید کی آیتہ "وما محمد الا رسول الخ" مین صاف و صریح موجود ہے۔ ایسی حالت مین کیا قبول کیا جا سکتا ہے کہ وہ منافق جو بظاہر کلمہ پڑہنے کے مسلمان تہے جناب رسالتماب صلعم کے دوست اور اون کے شیعہ تہے؟ ہرگز نہین۔ اسی طرح اگرچہ ابن ملجم نے بہی بیعت کی مگر منافقانہ اور جس کا نتیجہ مسجد کوفہ مین ظاہر ہوا۔ پہر اوسکو شیعہ علیؑ کہنا اگر مصنف کی بیجا جرأت نہین ہے تو اور کیا ہے۔

لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوال نمبر ۲۳ (مطبوعہ اشتہار) یہ باتین ہم نے پہلے کسی مولوی یا مجتہد کی زبانی نہین سُنی۔ مگر فرض کرلیا کہ درست ہین۔ لیکن امیر معاویہ اور یزید بہی تو دشمن اہلبیت تہے۔ اُنکا کیا حال؟

جواب نمبر ۲۳۔ (مطبوعہ اشتہار) اول تو دشمنون کی شکایت وہ لوگ کرسکتے ہین۔ جن کے اپنے دوست اور اپنے قریبی نزدیکی خیرخواہ اور جان نثار ہون جب اپنے نام لیوا ہی دشمن جان ہون تو دشمنون کی کیا شکایت۔ دوسرے امیر معاویہ اور یزید کی حضرت علیؓ اور اہلبیت سے کچہہ کشمکش تہی بہی تو ملکی معاملات مین کشمکش تہی۔ جس سے کوئی انسان ادنےٰ اعلےٰ امیر ہو یا غریب بری الذمہ نہین ہے۔ باقی یہ دونون فریق قریش اور نزدیکی رشتہ دار تہے اور مسلمان تہے۔ اور باوجود استحقاق مساوات کو وہ حضرت علیؓ اور اہلبیت کرام کی عزت وحرمت ہر حال مین لازمی جانتے تہے چنانچہ شیعون کی کتابون سے ثابت ہے کہ امیر معاویہ کل مسلمانون کو عموماً اور حضرات حسنین اور جملہ جوانان بنی ہاشم اور اون کے شیعون کی خاص طور پر خاطر ومدارات کرتے تہے۔ حضرت علیؓ کے بہائی حضرت عقیل امیر معاویہ کے خاص درباری تہے اسی طرح حضرت جعفر کے بیٹے بہی اکثر دربار شام مین انعام بعزت واکرام پاتے تہے حسنین علیہم السلام اور اور اون کے رشتہ دارون کو ہزارون سیکڑون روپیہ کی سالانہ تنخواہین اور نذرانے دئے جاتے تہے اور ہمیشہ تحائف وخلعت شام سے مدینہ کو اُن حضرات کی خدمت مین بہیجے جاتے تہے اور حضرت امام حسین کی بابتہ امیر معاویہ نے خاص طور پر مرتے وقت بہی یزید کو وصیت کی تہی کہ اِن کے پاک خون سے اپنے دامن کو آلودہ نہ کرنا اور خواہ وہ کچہہ بہی کر گذرین اُنکو کوئی تکلیف وضرر نہ پہنچانا۔ اِسی واسطے یزید نے ابن زیاد کو امام سے صرف بیعت لینے کے واسطے حکم دیا تہا۔ اور اگر امام حسینؑ کوفیون کے لکہے پر کوفہ کے نزدیک نہ آجاتے یا پہلے سے خبر پاکر واپس تشریف لیجاتے تو اون کی جان عزیزیون ضائع نہ ہوتی لیکن کوفیون کی جلد بازی اور فتنہ پردازی کی وجہ سے ابن زیاد اس حکم کی زیادہ مدت تک تعمیل نہ کرسکا۔ اور آخر جو کچہہ اسنے کیا اپنی مرضی اور منشا سے کیا یزید کا حکم قتل حسینؑ کے بارہ مین ثابت نہین ہوا۔ کیونکہ دربار شام مین جب اسیران اہلبیت پہونچے تو یزید سخت پشیمان ہوا اور اپنے مونہہ پر طمانچے مارے اور نہایت سخت روتا رہا۔ اور ہر دربار ابن زیاد کو ملامت کی کہ تو نے تجہکو

کب حکم دیا تھا کہ امام کو شہید کر دینا۔ اسنے اسیران اہلبیت کو نہایت عزت واحترام سے اپنے خاص محل سرائے مین ٹھہرایا اور اپنے گھر اور خاندان کی عورتون کو حکم دیا کہ اہلبیت کے ساتھ امام کے غم مین سوگ کرین اور اپنے زیور اوتار ڈالین۔ امام زین العابدین کو ہر شام اپنے دسترخوان پر بلاتا رہا۔ اور آخر بہت سا روپیہ اور مال ودیگر اہلبیت کو خاص انتظام کر کے شام سے رخصت کیا۔ دیکھو یہ سلوک اہلبیت کے ساتھ اوس باپ بیٹے کے ہین۔ جو روز ازل سے دشمنان اہلبیت تھے لیکن سوال یہ ہے کہ اون کوفیون نے کونسا حق جان نثاری ادا کیا۔ جو روز ازل سے شیعان علیؓ ومحبان اہلبیت تھے۔ اور جن کا خمیر بھی پیدائش کے وقت اہلبیت کے خمیر کے ساتھ مشترک تھا۔ ~

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ کہ بامن ہرچہ کرد آن آشنا کرد ؎

جواب نمبر ۳۔ منجانب شیعہ - اس سوال وجواب مین قابل تحقیق یہ امر ہے کہ آیا درحقیقت ما بین علیہ التحیۃ اور معاویہ دوستی یا دشمنی ؟ اگر یہ تحقیق ہو جاوے۔ کہ دوستی تھی تو پھر کوئی شبہ نہ رہے گا کہ بے شک وہ جناب امیر علیہ السلام اور کل اہلبیت کی عزت و حرمت کو لازمی جانتا تھا۔ اور اونکی اولاد کو سیکڑون ہزارون سالانہ تنخواہین عطا کرتا تھا اور اس کے خلاف ثابت ہوا تو اوسکے یہی معنے نہون گے کہ معاویہ ایسا نہین کرتا تھا بلکہ یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ مصنف نے صرف اپنے گروہ کے۔ ٹیلر یعنے درزی۔ جولاہون۔ تیلیون۔ کنجڑے۔ قصائیون۔ موچی۔ میراثی۔ کھٹ بنے۔ چرکٹے وغیرہ وغیرہ جہال کے دل خوش کرنے کو ایک بادہوائی کہانی گائی ہے۔ اب مین معتبر کتب اہل سنت سے چند نظائر دکھاتا ہون۔ کہ جن کو پڑھ کر ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ درمیان علی ومعاویہ محبت تھی یا عداوت۔

کان خلفاء بنی أمیة یسبون علیا من سنة احدیٰ واربعین وھی السنة التی خلع الحسن فیھا نفسہ من الخلافة الیٰ اوّل سنة تسع وتسعین آخر ایام سلیمان ابن عبد الملک فلما ولی عمر ابطل ذالک وکتب الیٰ نوابہ بابطالہ ولما خطب

يوم الجمعة ابدل السب في آخر الخطبة - تاريخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۲۱۲

جب کہ امام حسنؑ نے خلع خلافت کیا از ۴۱ھ تا ۹۹ھ خلفاء بنی امیہ ہر جمعہ کے خطبے کے
آخر مین منبر پر علیؑ پر لعنت کیا کرتے تھے - عمر بن عبد العزیز نے اس فعل کو موقوف کیا۔

وكان معاوية وعماله يدعون لعثمان في الخطبة يوم الجمعة ويسبون عليا ولما كان
المغيرة متولي الكوفة كان يفعل ذالك طاعة لمعاوية فكان يقوم حجر وجماعة
معه فيردون عليه سبه لعلي فلما ولي زياد دعا لعثمان وسب عليا - تاريخ ابو الفدا
جلد اول صفحہ ۱۹۶ -

معاویہ اور اوسکے عامل جمعہ کے خطبہ مین دعا کرتے تھے عثمان کیواسطہ اور لعنت کرتے تھے
علیؑ پر اور مغیرہ حاکم کوفہ بھی بنا بر خوشنودی معاویہ جمعہ کے خطبہ مین دعا کرتا تھا عثمان کیواسطے
اور لعنت کرتا تھا علیؑ پر اور جب زیاد حاکم ہوا تو اوس نے بھی طریقہ مغیرہ پر عمل کیا۔

عن عامر بن سعد بن ابي وقاص عن ابيه قال امر معاوية بن ابي سفيان سعدا
فقال ما منعك ان تسب ابا تراب - مسلم جلد دوم -

عامر سے ہے معاویہ نے حکم دیا سعد بن ابی وقاص کو کہ تو کیون لعن نہین کرتا ابو تراب پر۔

روى ابو الحسن علي بن محمد بن يوسف المدايني في كتاب الاحداث قال كتب
معاوية نسخة واحدة الى عماله بعد عام الجماعة ان برئت الذمة ممن روى
شيئا من فضل ابي تراب واهل بيته فقامت الخطباء في كل كورة وعلى كل منبر يلعنون
عليا ويبرؤن منه ويقعون فيه وفي اهل بيته وكان اشد الناس بلاء حينئذ اهل الكوفة
لكثرة من بها من الشيعة فاستعمل عليهم زياد بن سمية وهو بهم عارف لانه
كان منهم ايام علي فقتلهم تحت كل حجر ومدر واخافهم وقطع الايدي والارجل
وسمل العيون وصلبهم على جذوع النخل وشردهم عن العراق فلم يبق بها معروف
منهم ثم كتب الى عماله نسخة واحدة الى جميع البلدان انظروا من قامت عليه
البينة انه يحب عليا واهل بيته فامحوه من الديوان واسقطوا عطاءه ورزقه وشفع
ذالك بنسخة اخرى من اتهمتموه بموالاة هؤلاء القوم فنكلوا به واهدموا داره قلم

یکن البلاء اشدّ ولا اکثر منه بالعراق ولاسیما بالکوفة حتی ان الرجل من الشیعة
لیاتیه من یثق به فیدخل بیته فیلقی الیه سرّه ویخاف من خادمه ومملوکه ولا
یحدثه حتی مات الحسن بن علی فازداد البلاء والفتنة فلم یبق احد من هذا القبیل
الا خائف وطرید فی الارض ثم تفاقم الامر بعد قتل حسین وولی عبد الملک بن مروان
فاشتد علی الشیعة وولی علیهم الحجاج بن یوسف ففعل الغوافر والدواهی و
تقرب الیه النسک والصلاح ببغض علی واہلبیته وموالاة اعداءهم حتی ان انسانا
وقف له ویقال انه جدّ الاصمعی عبد الملک بن قریب فصاح به ایها الامیر
ان اهلی عقوا لی علیا وانی فقیر بائس وانا الی صلة الامیر محتاج فتضاحک
له الحجاج وقال اللطف ما توسلت به قد ولیتک موضع کذا ذکره ابن
ابی حدید فی شرح ۔

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد خلع خلافت امام حسنؑ کے جب معاویہ خلیفہ مقرر ہوا اور
کل مسلمانون نے اوسکی بیعت کرلی تو اوس نے اپنے عاملون کو لکہا کہ جو کوئی فضائل علیؑ و
اہلبیت اظہار بیان کرے تم تبرا اور لعنت کراو۔ پس خطیبون نے منبرون پر حضرت علیؑ اور اہلبیت پر
لعنت کرنا شروع کیا۔ اور اسوقت مین بہت ہی برا حال تہا شیعون کا اور زیاد بن سمیہ
رفاقت علیؑ مین رہا اوسکو پتہر کے نیچے دبوا کر قتل کرڈالا اور ہاتہ پیر اوسکے کاٹ ڈالے اور
درخت مین باندہ کر لٹکا دیا۔ پس اوسوقت کوئی محب شیعہ کے نام سے باقی نہ رہا لعبدہٗ
معاویہ نے اپنے عاملون کو لکہا کہ خیال رکہو جو شیعہ علیؑ یا اہلبیت تمہارے سررشتہ مین
بصیغہ ملازمت پایا جاوے اوسکو موقوف کردو اور انعام اکرام اوسکا بند کردو جس کو
شیعان علیؑ سے دیکہو بلا سخت مین مبتلا کرو اور گہر اوسکا منہدم کردو پس اوسوقت مین
سخت زمانہ تہا شیعون پر یہانتک کہ جو شیعہ اپنے کسی دوست کے گہر مخفی جاتا تہا
اور اپنے خدمتگار اور گہر تک سے اپنا مذہب پوشیدہ کرتا تہا اور بوجہ خوف کے سخت
قسمین لیتا تہا کہ اوسکا شیعہ ہونا کسی پر ظاہر نہ ہو تاکہ موجب قتل نہ ہو جاوے وہ زمانہ شیعون
کیواسطے نہایت سخت تہا کہ فوت ہوگئے حسن بن علیؑ پس شیعون نے بخوف تقیہ اختیار کیا

اور بعد شہادت امام حسینؑ عبدالملک بن مروان جب خلیفہ ہوا تو اونکے زمانہ مین اس سے بہی زیادہ سخت زمانہ شیعون پر آیا۔"

کیا اس فرمان معاویہ ساہی کے دیکہنے کے بعد مصنف کی راے ممنوعقت معلوم ہو گی یا یہ ثابت ہوگا کہ علیؑ اور اونکی اولاد طاہرین اور اہلبیت کا تو ذکر ہی ہے و شیعون کو چن چنکر معاویہ و مابقی بنی امیہ نے قتل کرادیا۔ کیا اس واقعہ سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ معاویہ نے ۴۱ھ ہجری مین خلیفہ ہوکر حکم عام جاری کردیا تہا کہ جو شخص ہی فضائل علیؑ بیان کرے اوسکو قتل کردو۔ دیکہو زیاد بن سمیہ کس بیدردی و خونخواری سے قتل کرایا گیا۔ یہ واقعات خود بتارہے ہین کہ اوس زمانہ کے مسلمان بنابر خوشنودی معاویہ علیؑ اور اولاد علیؑ کے ساتھ اظہار دشمنی کرتے تہے۔

اور بعد زمانہ معاویہ تا زمانہ عمر بن عبدالعزیز جسکا ٹوٹل اٹہاون برس ہوتا ہے تمام مسلمان علیؑ اور اولاد علیؑ پر تبرا اور لعن کرتے رہے اور اسی زمانہ مین یزید کی خلافت کا زمانہ گذرا تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اولاد علیؑ کو معاویہ کے دربار سے انعام واکرام ملا کرتے تہے اور کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اُس زمانہ کے مسلمان شیعہ تہے جنہون نے حسینؑ کو شہید کیا۔ اور یہ ہی قابل غور ہے کہ جسوقت علیؑ کوفہ مین حکمران تہے اور جب تک اہل کوفہ نے اون کے احکام کی قدر کی جب تک وہ شیعہ علیؑ کہے جاسکتے تہے گر جسوقت کہ سب مسلمان داخل بیعت معاویہ ہوگئے اور معاویہ کے احکام کی تعمیل کرنیلگے۔ اور معاویہ کو خلیفہ تسلیم کرلیا تو ایسے مسلمانون کو کیونکر شیعہ کہا جاسکیگا۔ اسلئے کہ شارح مواقف اور صاحب ملل ونحل نے لفظ "شیعہ" کی تعریف مین یہ لکہا ہے کہ "شیعہ وہ لوگ ہین کہ مشائعت کرتے ہین علیؑ کرم اللہ وجہ کی۔ اور کہتے ہین کہ وہ امام ہین بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بنص جلی یا خفی۔ اور اعتقاد رکہتے ہین کہ امامت خارج نہین ہوئی اونسے اور اولاد انکی سے "۔

اور قاموس جلد دوم مین لکہا ہے کہ "شیعہ وہ لوگ ہین جو تولا رکہتے ہین۔ ساتھ علیؑ او راونکی اولاد کے اور مشائعت ومتابعت انکی کرتے ہین"۔ اور منتخب اللغات بار شیعین

مین بہی اسیطرح درج ہے "

ایسے ہی وہ مسلمان کہ جو داخل بیعت مسلم بن عقیل ہوئے تہے۔ اور وہ پہر ابن زیاد کیطرف رجوع کر گئے۔ خواہ خوف سے خواہ لالچ سے خواہ دغا بازی سے تو ایسے منکران بیعت مسلم بن عقیل کو کیونکر شیعہ کہا جاوے گا۔ اور یہی بار بار کی بیعت شکنی اور بیوفائی خوگر اسلام ہوکر اہلسنت کے خمیر مین داخل ہوگئی ہے کہ جس کی بدولت علی مرتضے خلافت ظاہری سے محروم رہے اور بعد اونکے اون کی اولاد طاہرین خلافت سے محروم رہے۔ اور وہ حق کہ جو بیجا نسب اونکا تہا وہ غیر خاندان مین منتقل ہوگیا۔ اب مین چاہتا ہون کہ اور واقعات لکہون تاکہ بخوبی معلوم ہوجاوے کہ علی مرتضی و معاویہ کے فیمابین دوستی تہی یا دشمنی۔ امام نسائی جو سنیون کے اصحاب ستہ مین سے ہین وہ بہی محض اسوجہ سے کہ اونہون نے بمقابلہ معاویہ علی مرتضے کے فضائل بیان کئے شامیون کے ہاتہ سے قتل کرڈالے گئے۔ واخرج الی دمشق فسئل عن معاویۃ وما روی من فضائلہ فقال اما یرضی ان یخرج معاویۃ راسا براس حتی یفضل وفی روایۃ اخری ما اعرف لہ فضیلۃ الا لا اشبع اللہ بطنک و کان یتشیع فما زالوا یدفعون فی خصیتہ حتی اخرجوہ من المسجد تاریخ ابن خلکان ترجمہ ابو عبدالرحمن نسائی۔ حاصل ترجمہ۔

عبدالرحمن دمشق مین گئے وہان اونسے معاویہ کے فضائل کی نسبت سوال کیا گیا جواب دیا کہ مین اسکے سوا اور کوئی فضیلت نہین جانتا کہ جناب رسول خدا نے معاویہ کے متعلق فرمایا ہے کہ خدا شکم کو پر نہ کرے بابن کہنے پر وہ مسجد سے باہر نکالدئے گئے۔

مین اب آخر مین صرف سند تاریخ خمیس جلد دوم سے اور دکہاتا ہون کہ جس سے صاحبان بصیرت کو معلوم ہوجاوے گا کہ معاویہ کو کہانتک عداوت اولاد علی مرتضے سے تہی قال ابن خلکان لما مرض الحسن کتب مروان بن الحکم الی معاویۃ بذلک وکتب الیہ معاویۃ ان اقبل المطی الی بخبر الحسن فلما بلغ معاویۃ موتہ سمع تکبیرۃ فقالت فاختۃ بنت قرظۃ لمعویۃ اقر اللہ عینک ما الذی

من الخضراء فکبر اہل الشام کذلک فکبر

کبرت لاجلہ فقال مات الحسن فقال اعلیٰ موت بن فاطمہ تکبر
فقال ما کبرت شماتۃ ولکن استراح قلبی - ابن خلکان سے مروی ہے
کہ جب حسنؑ بیمار ہوئے۔ مروان بن حکم نے معاویہ کو لکھا کہ حسنؑ بیمار ہیں معاویہ نے
جواباً تحریر کیا کہ تو نے اچھی خبر مجھے پہونچائی ہے پس جب حسنؑ نے انتقال کیا اور
معاویہ نے اونکے انتقال کی خبر سنی تو مجمع عام مین خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اہل شام
نے بھی معیت مین نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ مگر فاختہ بنت قریظہ نے سبب تکبیر معاویہ سے
دریافت کیا امیر معاویہ نے کہا کہ حسنؑ مر گئے -
فاختہ نے جواب مین کہا کہ ابن فاطمہ کی بزرگ موت پر تو تکبیر کہتا ہے معاویہ نے کہا
کہ مین برائی سے تکبیر نہین کہتا بلکہ میرے دلکو راحت پہونچی ہے -
کیا اس سند سے معلوم نہین ہوتا کہ خبر وفات امام حسنؑ سنکر معاویہ اور اہل شام نے
تکبیرین کہین اور یہ دستور عرب ہے کہ جو شخص اپنے مخالف پر فتح پاتا ہے تو فتح کی
خوشی مین تکبیرین کہتا ہے -
کیا اب بھی اس امر کے ثبوت مین کوئی شک باقی رہ گیا کہ معاویہ کو علیؑ اور اولاد علیؑ کے
ساتھ قلبی عداوت تھی -
نہ معلوم کس تاریخ دانی پر مصنف یہ تحریر کرتے ہین "کہ کوفیون کی جلدبازی اور فتنہ پردازی
کیوجہ سے ابن زیاد نے ایسا کیا یزید کا حکم قتل حسینؑ کے بارہ مین ثابت نہین ہوتا"
بظاہر مصنف کا یہ مقصد پایا جاتا ہے کہ سنیون کے خلیفہ کی گردن پر سے الزام قتل حسینؑ
جاتا رہے اور کسیقدر خفت کے ساتھ یہ داغ ابن زیاد کے چہرہ پر نمایان ہوجاوے مگر
ایسا ہو نہین سکتا۔ سنیون کی تواریخ نے ہی معاویہ و یزید کے چہرہ پر کلنگ کا ٹیکہ ایسا
لگایا ہے کہ حشر تک بھی چھوٹے سے نہ چھوٹے - مین ان واقعات کو مختصراً سنیون کی
کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر سے عمار بن معاویہ ذہبی سے دکھاتا ہون -
فکتب الرجل بذلک الی یزید فدعا یزید مولی لہ یقال لہ سرجون فاستشارہ
فقال لیس للکوفۃ الا ابن زیاد وکان یزید عزلہ عن البصرۃ فکتب الیہ

بیرضاه عنه وانه قد اضاف الیه الکوفته - ترجمه
اوس آدمی نے یہ ماجرا یزید کو لکہہ بہیجا - یزید نے اپنے غلام سرجون سے مشورہ کیا
اوس نے رائے دی کہ اسوقت کوفہ کی حکومت کیلئے ابن زیاد سے کوئی لائق نہین یزید
نے اوسوقت اوس کو بصرہ کی حکومت سے معزول کررکہا تہا یزید نے اوسکو خط لکہکر
خوشنود کیا اور کوفہ کی حکومت کو اور بڑہادیا
اِس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد مشورہ یزید نے ابن زیاد کو بنا پر قتل خاندان رسول حاکم
کوفہ مقرر کیا کہ جہان پہونچکر اوس نے اول مسلم اور بعدہٗ ہانی کو قتل کرایا
عبارت اِس مضمون کے جو بہت طویل ہے اور بوجہ طوالت پورا مضمون درج کرنا مناسب
نہین معلوم ہوتا ہے مگر ہان صرف تاریخ مکہ آخری فقرات حسب ذیل ہین
فلقیه الحسین وامیرهم عمر بن سعد بن ابی وقاص وکان بن زیاد ولاه
الری وکتب له بعهده علیها اذا رجع من حرب الحسین فلما التقیا
قال له الحسین اختر منی احد ثلث اِن الحق بثغر من الثغور واما ان ارجع
الی المدینة واما ان اضع یدی فی ید یزید فقبل ذالک عمر بن سعد منه فکتب فیه الی ابن زیاد
فکتب علیه لا اقبل منه حتی یضع فی یدی فامتنع حسین فقاتلوه فقتل معه اصحابه ومنهم
سبعة عشر شابا من اهبیته ثم کان اٰخر ذالک ان قتل واتی براسه
الی ابن زیاد فارسله ومن بقی من اهلبیته الی یزید منهم علی بن
حسین کان مریضا ومنهم عمته زینب بنت فاطمه - حاصل ترجمه
پس عمر سعد کہ جس سے ابن زیاد نے حکومت رے کا وعدہ کیا تہا حسینؑ سے ملا کہ جس سے
وعدہ تہا کہ بعد جنگ حسین اوسکو رے کا حاکم کیا جاوے گا -
امام حسینؑ نے اوس سے فرمایا کہ اے عمر سعد تو تین باتون مین سے ایک کو اختیار کرلے
یا تو ہمین کسی قلعہ تک پہونچ جانے دے - یا ہم کو مدینہ کو لوٹ جانے دے - یا ہمکو
یزید کے پاس پہونچادے -
عمر سعد نے پچھلی شرط کو قبول کیا اور ابن زیاد کو لکہہ بہیجا - ابن زیاد نے جواب مین لکہا

کہ مین قبول نہین کرتا۔ حسینؑ کا ہاتھہ میرے ہاتھہ مین دیا جانا چاہئے حسینؑ نے اسبات کو
قبول نہ کیا۔ اور جنگ شروع ہوگئی اور آپ کے ساتھہ تمام آپ کے اصحاب شہید ہوگئے
اون مین آپ کے اہلبیت کے سترہ جوان تھے آپ سب سے آخر مین شہید ہوئے
حسینؑ کا سر ابن زیاد کے پاس لایا گیا ابن زیاد نے اوس سر کو معہ اہلبیت یزید کے پاس بھیجدیا
جنمین علی بن حسینؑ مریض تھے۔ اور علی بن الحسینؑ کی پھوپی زینبؑ بنت فاطمہ تھین۔
اس مذکورہ بالا سند سے کیا یہ نہین معلوم ہوتا کہ ابن زیاد نے یہ کام کہ جسپر وہ تعینات
ہوا تھا اپنے مشورہ سے کیا یا تمام کوفیون کے جلد بازی سے اگر کوفیون کی جلد بازی
اسمین شامل ہوتی تو ضرور مورخ مذکور جو سُنی ہی اسکا تذکرہ کرتا۔
اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بن سعد کمانڈر انچیف افواج یزید اس بات پر رضامند
ہوگیا تھا کہ حسینؑ کو یزید کے پاس بھیجدیا جاوے اگر ابن زیاد کو حسب ایماء یزید قتل
حسینؑ منظور نہ ہوتا تو اوسکو کونسی وجہ انکار کی تھی۔ وہ خوب جانتا تھا کہ حسینؑ قیدی ہونا
پسند نکرین گے اور بمقابلہ قید کے اپنا مرجانا پسند کرین گے یہی وجہ تھی کہ حسینؑ کا ہاتھہ اپنے
ہاتھہ مین لینا چاہتا تھا۔ یا یون سمجھہ لو کہ بحیثیت نائب یزید حسینؑ علیہ السلام سے
بیعت کا طلبگار ہوا تھا۔ اگر امام حسین علیہ السلام ہاتھہ دینے کی غرض سے ابن زیاد کے
پاس کوفہ چلے جاتے اور وہان بیعت سے انکار کرتے تو ابن زیاد کو بہ نسبت میدان
کربلا کے اونکو کوفہ مین گرفتار کرنیکا عمدہ موقعہ ہاتھہ آتا۔ مگر وہ تو اوس شجاع باپ کے
فرزند تھے کہ جس کی شجاعت اور ہمت کے عرب مین چرچے تھے وہ دست
یزید مین ہاتھہ دینا یا اپنا قید ہونا کب گوارا فرما سکتے تھے یہی وجہ تھی کہ بمقابلہ
اس ذلت کے اونھون نے اپنی جان دیدینا پسند کیا۔ اور اوس جان دینے کا یہ
ثمرہ ہے کہ آج دنیا کی غیر اسلام قومین ظلم یزید پر چلا اوٹھے ہین اور تمامی اسلامی
چہرونپر ایسا بدنما داغ لگا رہے ہین کہ جو چھوٹے سے نہ چھٹیگا۔ انشاءاللہ تعالی۔
اگر اس سند پر بھی کہ جو سنیون کی مقدس کتاب سے دیگئی ہے مصنف اور اون کی
ہم خیال سنی اپنا اطمینان ظاہر نکرین تو مین ایک خط معہ اوسکے جواب کی سند پیش کرتا ہون

کہ جو بجناب عبداللہ بن عمر الخطاب بنام یزید بن معاویہ ہے

لما قتل ذبیح اللہ الحسین بن علی کتب عبد اللہ بن عمر الی یزید بن معاویہ اما بعد فقد عظمت الرزیہ وجلت المصیبۃ وحدث فی الاسلام حدث عظیم ولا یوم کیوم الحسین ۔ فکتب الیہ یزید اما بعد یا احمق فاننا جئنا الی بیوت منجدۃ وفرش ممہدۃ ووسائد منضدۃ فقاتلنا عنا فان یکن الحق لغیرنا فابوک اول من سن ھذا وابتز واستاثر بالحق علی اھلہ ومن ھٰہنا قبل قتل الحسین یوم السقیفۃ وقیل قتل ایضاً یا سیافہ ذاک النبی اول ستہلہا اصیب علی بسیف ابن ملجم ۔ تاریخ بلاذری صفحہ ۲۶

جب قتل ہوئے حسین بن علی عبد اللہ بن عمر نے لکھا یزید بن معاویہ کو کہ مصیبت عظیم واقعہ ہوئی اور سخت حادثہ اسلام پر بسبب شہادت حسین ابن علی واقعہ ہوا۔

اس کا جواب لکھا یزید نے عبد اللہ بن عمر کو۔ اے بیوقوف ہم آئے ہیں طرف مکانات طیار شدہ کے کہ جنمیں عمدہ فرش بچھا ہوا تہا۔ اور بڑے بڑے تکیہ لگے ہوئے تہے اور اگر اس جنگ میں مخالف ہمارا حق پر تہا تو اس کا الزام تجہپر آتا ہی کہ گذشتہ اس ظلم کی نسبت تیرے باپ سے جاری ہوئی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حسین قتل ہوئے روز سقیفہ کو اور یہ بہی کہا جاتا ہے۔ کہ قتل ہوتے اول علیؑ تلوار ابن ملجم سے اوسی سقیفہ کے دن۔ مطلب اس تحریر عبد اللہ کا یہ ہے کہ اوسنے قتل امام حسین کا مرتکب جانکر یزید کو بنا بر پشیمانی خط لکہا کہ جسکا مطلب یہ ہے کہ تو باعث ایسے قتل کا ہوا ہے کہ جس سے اسلام پر مصیبت عظیم نازل ہوئی ہے۔

یزید نے اوسکا یہ جواب دیا کہ تو احمق ہے میں تو تیرے باپ کے اوس سنت پر چل رہا ہوں جو اوسنے بروز سقیفہ قایم کی ہے اور جسکا اثر یہ ہوا کہ آج حسین قتل ہوئے اور ہاں اس سے پہلے ابن ملجم نے علیؑ کو قتل کیا اگر آج تیرے باپ کی قایم کردہ سنت پر عملدرآمد نہ ہوتا تو نہ حسین قتل ہوتے نہ علیؑ۔ پس میرے اس فعل کا الزام تجہپر ہی پلٹ جاتا ہے۔

کیا اس باہمی تحریر سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ باعث قتل حسین ع یزید بن معاویہ اور عمر بن خطاب ہین
اور یہ دونون خلیفہ پیشوایان اہلسنت والجماعت کے ہین۔ پس باعث قتل حسین ع سنیون کے
خلیفہ اور سنی ہی ہوئے ہین اور قاتلون کے خلفاء کی تمام جانشینی سقیفہ مین ہوی ہے۔ یہ توہین ذیعلم
مصنف کے ہر اعتراض اور اونکے ہر جواب پر دکھا آیا ہون کہ مصنف کے کسی کلام مین سند کی بو نہیں
آتی ہے کیونکر اونکا کلام مستند سمجہا جاوے وہ بابت مدارات اہلبیت حسین ع کے جسقدر بھی اپنی رائے
ظاہر کرتے ہین قطعی غلط ہے اور نسبت مدارات اور رخصت امام زین العابدین ع کے جو وہ لکھتے ہین اوسکی
بھی کوئی سند نہین اور اگر صحیح بھی مان لیا جاوے تو اس سے بڑھکر نہین ہوسکتا جیسا کہ گورنمنٹ ہند کا
دستور العمل ہے کہ جب قیدی جیل سے رہا کیا جاتا ہے تو اوس سے دریافت کیا جاتا ہے کہ وہ کہان
جانا چاہتا ہے چنانچہ وہ جہان جانا چاہتا ہو وہان کا کرایہ سفر اور روزانہ خرچ خوراک جس روز تک کہ اپنے
مسکن پر پہونچے اوسکو دیا جاتا ہے اور گورنمنٹ اپنا یہ عمل غیر قومون کے ساتھ خواہ وہ ہندو ہون خواہ
مسلمان کر رہی ہے تو یزید بن معاویہ کا یہ عمل کہ اوس نے اولاد رسول کو بعد رہائی قید اگر ان کے مسکن
پر پہونچا دیا تو کونسے فخر کا کام کیا۔ ہان اگر تاریخ یہ پتہ دیتی کہ بعد شہادت امام حسین یزید نے اون کے
باقیماندون سے کچھ تعرض نہ کیا اور وہ میدان کربلا سے بخط مستقیم مدینہ کو اپنے اہتمام سے روانہ ہوگئے
تب البتہ وہ الزامات یزید پر نہ آتے کہ جنکو مصنف ذی علم مٹانا چاہتے ہین اور ابتو تاریخ پکار پکار کر
کہہ رہی ہے کہ اہلبیت حسین ع بعد شہادت اسیر کئے گئے اور مثل قیدیان بلوائے عام مین دربار ابن
زیاد مین پہونچے اور پھر وہان سے دربار یزید مین پہونچے کہ جہان بہت مدت تک وہ قید رہے۔ اگر
یزید کو امام حسین علیہ السلام کا قتل نہ منظور ہوتا تو کیون اونکا سر مبارک اپنے دربار مین طلب کرتا۔ اگر
اوسکو صرف قتل حسین ع پر اکتفا تہا تو بعد شہادت حسین ع کو دفن کا حکم دیا ہوتا کیا حسین ع نواسہ رسول ص
کے نہ تھے جیسے اور مقتول دفن کئے گئے تھے چاہئے تھا کہ امام حسین ع اور اونکے ہمراہیان مقتول
کو بھی دفن کرایا ہوتا مگر لشکر یزید نے یہ کیا کہ بجائے دفن کے اون مقتولون کی لاشون کو ریگ گرم پر چھوڑ
گئے اور اونکے سر جسم سے جدا کرکے نیزون پر نصب کئے گئے ہین امام حسین ع کی وہ کیفیت لکھتا ہون جس کا
تذکرہ کتب اہلسنت مین کیا گیا ہے عن منہال بن عمر قال ان واللہ رویت راس الحسین
حین حمل وانا بدمشق وبین یدی الراس رجل یقرء سورۃ الکہف حتی بلغ قولہ تعالیٰ

ام حسبت ان اصحاب الکہف قتلی وحملی

ترجمہ منہال بن عمر کہتا ہی کہ واللہ مین نے دیکھا کہ جب امام حسین ؑ کا سر نیزہ پر چڑہایا گیا ہین اوسوقت دمشق مین تہا سر امام حسین ؑ کے سامنے ایک شخص سورہ کہف کو پڑہ رہا تہا جب وہ اس آیتہ پر پہونچا (کہ کیا جانا تو نے اصحاب کہف اور رقیم تہے وہ ہماری عجیب نشانیون مین سے) سر امام حسین ؑ سے ارشاد فرمایا کہ اصحاب کہف سے میرا قتل اور نیزہ پر چڑہایا جانا زیادہ عجیب ہی ۱۲

اور جو شعر مصنف ذی علم نے اپنے سوالات کی پیشانی پر درج کیا ہے اوسکی بابت سنی علماء نے کہا ہی کہ وہ بھی نوشت غیبی تہی

عن ابی قبیل - قال قتل الحسین ؑ و احتز راسہ وقعد وا فی اول مرحلہ یشربون النبیذ فخرج علیہم قلم من حدید فکتب سطرا بدم

ترجمہ ابی قبیل سے ہے کہتا ہی کہ حسین جب قتل ہوئے اور نیزہ پر اونکا سر چڑہایا اور لوگ اول راہ مین بیٹھکر شراب نوشی کرنے لگے تو غیب سے ایک قلم نکلا اور اوس نے خون سے یہ لکہا

اترجو امتہ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب

اگر یہ شعر صحیح ہے تو اوسوقت کا ہی کہ جب سنیون نے امام حسین کو قتل کرکے اونکا سر نیزہ پر بلند کیا اور اول منزل مین اونہون نے شراب نوشی کی تب قوت غیبی نے یہ شعر لکھکر مسلمانون کو آگاہ کیا تہا اور شراب نوشی مین سنیون کا فخر ہے کیونکہ یہ سنت مخصوص حضرت عمر کی ہے کہ جسکی تقلید بڑے بڑے سنیون نے کی ہے ——— جب آیتہ یسئلونک عن الخمر نازل ہوی اوسپر بہی مسلمانون نے اپنی دیرینہ عادت جاہلیت کو ترک نہ کیا پھر یہ آیت نازل ہوی - لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری اسپر سنیون کے علماء نے یہ فتوی دیا کہ عین وقت نماز ممانعت ہی جسکا نتیجہ یہ ہے کہ غیر از وقت نماز شراب نوشی جائز ہے چنانچہ حضرت عمر نے ایک موقعہ پر نشہ شراب مین عبدالرحمن کے سر پر ایک ضرب اونٹ کی ہڈی سے ماری اور بعدہ ان اشعار کو پڑہنے لگے

الا من مبلغ الرحمن عنی + بانی تارک شہر الصیام
فقل للہ یمنعنی شرابی + وقل للہ یمنعنی طعامی

ترجمہ آیا کوی ہی کہ خدا کو میرا یہ پیغام پہونچادے کہ مین روزون کے فرض کو ترک کرتا ہون - کہدو

خدا سے کہ مجھے شراب پینے سے منع کرے اور یہ بھی کہدو کہ مجھے کھانا کھانے سے روکے نواد
الاولیٰ پیرا اِن واقعات مذکورہ بالا کے دکھانے سے صرف یہ مقصود ہے کہ یزید کے حلقہ سر امام
اِس طریقہ سے دربار یزید مین گیا کہ کبھی اس سے پہلے کوئی سر سلطنت اسلامیہ مین خلیفہ کے روبرو
نہین گیا تھا اور یزید کا امام حسینؑ کے سر کو اپنی روبرو منگوانے مین صرف یہ مقصد تھا کہ خبر قتل امام مظلوم
کی تحقیق اپنی نظر سے سر مظلوم دیکھکر کرلے۔

پھر باوجود ایسی سندات کے بھی اگر سنی مسلمان خصوصاً مصنف ذی علم یہ کہین کہ قتل حسینؑ خلاف
حکم یزید واقعہ ہوا اور یزید نے عمدہ برتاؤ کے ساتھ اہلبیت رسولؐ کو واپس مدینہ کیا تو یہ اونکی
ہٹ دھرمی نہین تو اور کیا ہے۔

سوال نمبر ۴ ۔ کہتے ہین کہ امام علیہ السلام کی مصیبت آدم سے لیکر اسوقت تک بلکہ قیامت تک
سب سے بڑی مصیبت ہی۔

جواب ۔ یاد رکھو کہ انبیاء کرام نے جو تکلیفین اپنے اپنے وقت کے مخالفون کے ہاتھ سے برداشت
کی ہین وہ کربلا کی مصیبت سے بہت کچھ زیادہ ہین حضرت نوح علیہ السلام کی مصیبت کو ہی لو۔ خداوند
کریم قرآن مجید مین فرماتا ہی فنجیناہ واھلہ من الکرب العظیم سورہ انبیاء رکوع ۶۔ پھر
شیعہ کی کتابون مین بھی لکھا ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے اعظم الناس بلاءً الانبیاء پس
جن بزرگوارونکی مصیبت کو خدا اور رسولؐ عظیم مصیبت فرماتے ہین۔ اسکا تو ہم کچھ خیال اور اندازہ
ہی نہ کرین اور ایک کربلا کی مصیبت کو عظیم ترین مصیبت جانین۔ یہ کہان کا انصاف اور کہان کا اسلام
ہے اور پھر فرض کرلیا کہ کربلا کی مصیبت ہی عظیم الشان مصیبت ہے لیکن دیکھنا چاہئے کہ یہ مصیبت
اسلام پر کس گروہ کے طفیل نازل ہوی۔ دوستون سے اسقدر صدمے اوٹھا جان پر دشمنونکی بھی عداوت کا گلہ جاتا رہا

جواب نمبر ۴ ۔ تعصب کی عینک کو اوتار کر اگر مصنف قرآن کو غور سے پڑھینگے تو اونکو قرآن ہی
سے ثابت ہو جائیگا کہ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت انبیاء کی مصیبت سے کہین زیادہ تھی مصنف
نے حضرت نوح علیہ السلام کی مصیبت کے متعلق آیہ قرآن مجید لکھی لیکن امام حسین علیہ السلام کے واقعہ کے
متعلق جو خدا نے قرآن پاک مین ع فدیناہ بذبح عظیم ارشاد فرمایا ہی اوسکو مصنف نے کسی
وجہ سے ترک کیا ہر شخص بجائے خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ کرب العظیم اور ذبح عظیم

مین کونسا لفظ زیادہ تکلیف اور مصیبت کو ظاہر کر رہا ہے۔ کیا حضرت نوح علیہ السلام پر پانی بند ہوا تھا۔ کیا حضرت نوح ؑ کے بہانجے بھتیجے بھوک و پیاس مین زہر آلود حربون سے اونکی آنکھون کے سامنے شہید کئے گئے تھے۔ کیا حضرت نوح ؑ کا کوئی معصوم ششماہا بچہ اونکے ہاتھون پر تیر زہر آلود سے شہید کیا گیا تہا ؟ کیا حضرت نوح ؑ کے اہلبیت کو اونکے خیمہ جلا کر اور لوٹکر شہر بشہر اور دیار بدیار پھرایا گیا تہا ؟ کیا حضرت نوح کے مصائب پر دہ علامات ظاہر ہوئے تھے جو امام حسین علیہ السلام کے مصائب و بلا پر ظاہر ہوئے

ہائے! یہہ تمام مصائب امام مظلوم کے واسطے مخصوص تھے اور جسکی وجہ سے وہ امور اور علامات ظاہر ہوئے کہ جنکا تذکرہ علمائے اہلسنت نے بڑے رشد و مد اور یقین کے ساتھ کیا ہے اور جنکو مین مختصراً اسموقع پر لکہتا ہون۔

نمبر (۱) عن نضرة ازدیہ۔ قالت لما قتل الحسین مطرت السماء فاصبحنا وحبابنا و جرارنا و کل شئی لنا ملان دما

ترجمہ نضرہ ازدیہ کہتے ہین کہ جب حسین ؑ قتل ہوئے تو مینہ برسا صبح کو ہماری ڈول اور ہمارے گھڑے اور ہماری ہر چیز خون سے لبریز تھی۔

(۲) عن سفیان قال قالت جدتی کنت ایام قتل الحسین جاریۃ شابۃ فکانت السماء ایام تبکی لہ

ترجمہ سفیان ثوری کہتے ہین کہ میری دادی بیان کرتی ہین کہ مین حسین ؑ کے قتل کے دن لونڈی تھی آسمان کئی دن اونپر روتا رہا۔

(۳) اخرج ثعلبی۔ ان السماء بکت و بکاؤہا حمرتہا وقال غیرہ احمرت آفاق السماء ستۃ اشہر بعد قتلہ ثم لا زالت تری بعد ذالک۔ صواعق محرقہ

ترجمہ ثعلبی سے روایت ہے کہ حسین ؑ کی شہادت پر آسمان روتا رہا اور اوس کا رونا سرخی کا نمودار ہونا ہے۔

(۴) عن عمار بن یاسر قال قال رسول اللہ السماء بکت علی یحیی بن زکریا و دہا التبکی ابنی ہذا و تطلع الشمس اربعین یوماً حمرۃ ولا یؤذن بہا للذ ایت یعنی حسین بن علی

ترجمہ عمار بن یاسر سے روایت ہی کہ جناب رسالتمآب فرماتے تھے کہ آسمان زکریا بن یحیی کے قتل پر روتا رہا اور میرے فرزند کے قتل پر روئیگا اور آفتاب چالیس دن تک سرخ رہیگا اور اگر اوسکو اذن دیا جاوے

تو وہ گرداخنہ ہوجاوے گا اور آنحضرت کی مراد فرزند سے حسین ابن علی تھی۔
اور بہت ہی بشارات مخصوص اس بارہ ہین کہ بروز قتل حسین ع خون کا مینہ برسا سیاہ آندھیان آئین
خود آنحضرت نے اس خبر غم سے غم کیا تھا۔ اس غم مین جنات تک نے نعرہ کیا ہے اور یہ ظلم جو کچھ کہ ہوا
ہے معاویہ شاہی سینوں سے ہوا ہے۔

سینون سے اسقدر صدمہ اوٹھا جان پر ۔۔۔ اول و ثانی کی بدعت کا گلہ جاتا رہا

سوال نمبر ۵ - اگر امام حسین علیہ السلام اسوقت اپنی جان قربان نہ کرتے تو دین اسلام کی کشتی
غرق ہوجاتی کیونکہ یزید بڑا فاسق و فاجر تھا اور اسکے زمانہ مین فسق و فجور زنا اور شراب کی کثرت تھی۔
اسیواسطے امام نے بیعت یزید کی ذلت گوارا نہ فرمائی اور اپنا شہید ہوجانا منظور کرلیا۔

جواب - امام حسین ع نے اگر صرف یزید کی بیعت نہ کرنے سے دین اسلام کی ڈوبتی کشتی کو بچالیا تو کیا
ہوا۔ شیعہ تو امیر معاویہ کو اور اونکے والد سفیان بلکہ ساری بنی اُمیہ کی نسل کو شجرہ خبیثہ کہتے ہین۔
پھر حضرت علی نے امیر معاویہ کے حق کو بوقت فیصلہ ثالثان کیون اپنی ہار کو مان کر برقرار رکھا تھا۔
جس فیصلہ کی رو سے امیر معاویہ خود مختار عام شام بن گئے۔ کیا اسوقت دین کی کشتی گرداب مین نہ
پھنس گئی تھی - پھر حضرت امام حسن رض نے جو امیر معاویہ سے صلح اور بیعت کرکے پچاس ہزار سالانہ تنخواہ
پر کل امر خلافت اُن ہی کے حوالہ کردیا تھا جسکے بعد پھر بنی ہاشم کو خلافت کے قایم کرنے کا کوی استحقاق
ہی نہین رہا تھا۔ کیا اسوقت دین کی کشتی غرق نہ ہوچکی تھی ؟ ان پے درپے سیلابون کے بعد اس کشتی
کا کونسا ٹکڑا باقی رہگیا تھا کہ امام حسین رض نے اسکو بچالیا۔ فرض کیا کہ اونہون نے اپنی پیاری جان بھلا
برقربان کرکے دین کی لاج رکھ لی یعنی یزید کی بیعت نہ فرمائی مگر افسوس ہی پھر امام زین العابدین ع نے
جو اونکے فرزند اور دلبند اور ہمراز تھے۔ امام بھی تھے حسب روایات شیعہ اوس فاسق و فاجر یزید کی بیعت
کرلی۔ پھر امام کی قربانی کی قدر کب رہی۔

جواب نمبر ۵ - مین اس نمبر کے چند مقاصد کا جواب پہلے دے آیا ہون اور مثل مصنف
ذی علم اس امر کو پسند نہین کرتا ہون کہ ایک ہی امر کو بہ تبدیل الفاظ دوہرا دوہرا کر ہی جاؤن - مگر
ہان ڈوبتی کشتی اور پے درپے سیلابون کے بعد اوس کشتی کے ٹکڑا کا جواب و تمیز شہادت امام حسین ع کی
قدر دکھاتا ہون مگر اسلام کی کتب کو چھوڑکر غیر قومون کے خیالات جو اس ٹکرہ کشتی کے بابت ہین پہلے

وہ عرض کرتا ہون - یہ ایک تاریخ کا انتخاب ہے جو ایک جرمن فلاسفر کی روشن دماغی کا نتیجہ ہے اور جسکو
سید سلطان رضا صاحب عقیل سکرٹری انجمن شیعۃ الصفا دہلی نے طبع بھی کرا دیا ہی اور جسکا نام "ہی فلسفہ مذہب شیعہ"
"جو شخص اوس زمانہ کے حالات اور بنی امیہ کا طرز معاشرت اور تمامی اسلامی گروہون پر اونکا غالب آنا
اور مسلمانون کی سست اعتقادی ان تمام باتون سے اچھی طرح واقفیت رکھتا تھا وہ بلا تامل اس امر
کی تصدیق کرسکتا ہی کہ حسین ؑ نے اپنی جان دیکر اپنے نانا کے دین اور اسلام کے قاعدون کو زندہ کردیا
اور مادہ بصیرت آنحضرت کے شہید ہونے سے مسلمانون مین پیدا نہ ہوتا تو ہرگز اسلام اپنی موجودہ حالت
پر باقی نہ رہتا - چونکہ ابھی اسکا ابتدائی زمانہ تھا اسلئے یہ بات ممکن تھی کہ اسکے رسوم اور قواعد بالکل
نابود ہو جاتے - یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی تمام باتون سے پہلے حسین کے قتل کرنیکا پکا ارادہ کرلیا -
بنی امیہ کی سیاسی غلطیون مین سب سے پہلے بڑی غلطی یہی تھی اور یہی ایک ایسی خطا سیاستی تھی کہ جس کے
سبب سے اپنے نام و نشان کو بنی امیہ نے صفحہ ہستی سے نیست و نابود کردیا - اور جب حسین ؑ کو جنگل مین گھیر
لیا تھا (مراد کربلا سے ہے) اوسوقت بھی وہ کہتے تھے کہ اگر مجھے چھوڑ دو تو مین آمادہ ہون کہ مین اپنے
عیال و اطفال کو لیکر سلطنت یزید یعنی ممالکت اسلامیہ سے باہر چلا جاؤن (یہ منجملہ اونہین تین
سوالون کے ایک سوال ہے جو ابن سعد سے حضرت امام حسین ؑ نے کئے تھے جنکا حوالہ سنی تصنیف کے
نمبر ۳ مین دیا گیا ہے) اسی نکتہ نے جس سے حسین ؑ کی سلامت نفس واضح ہے مسلمانون کے دلون
مین برخلاف بنی امیہ کے انتہا درجہ کا اثر کیا - حسین ؑ سے پہلے بھی بہت سے روسا و روحانی اور
ارباب دیانات بحالت ظلم قتل کئے گئے ہین اور اون کے قتل کے بعد ہی (رِوَولیوشن) ہوا ہے اور اوسکے
تابعین نے اونکے دشمنون پر تلوار کھینچی ہے جس طرح بنی اسرائیل مین مکرر اتفاق ہوا ہے اور حضرت
یحیی کا قصہ تاریخی بڑے بڑے واقعات مین سے ایک بڑا واقعہ ہے (مین حضرت یحیی کے غم مین لکھا ہے
ارشاد پیغمبری اہلسنت کی کتاب سے آسمان کا رونا دکھا آیا ہون جہان آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہے کہ
میرے فرزند کے غم مین بھی روئیگا اوسی واقعہ یحیی کو مورخ نے بھی دکھایا ہی) اور اسی طرح جو سلوک یہود
نے حضرت مسیح سے کیا اس زمانہ تک اسکی نظیر واقعہ نہین ہوی تھی مگر حسین ؑ کے واقعہ نے تمام واقعات
پر فوقیت پیدا کرلی - تاریخ سے ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ روحانین و ارباب دیانات مین سے کسی شخص
نے بھی خیالات عالیہ متاخرہ کی وجہ سے اپنی ذات کو اپنے علم و ارادہ سے قتل کرا دیا ہو یعنی اسباب

دیانات سے جو شخص بھی قتل ہوا اوسکی دشمنون نے غفلتاً او سپر حملہ کرکے مظلومیت مین اوسے قتل کردیا اور موافق اونکی مظلومیت کے (ریولیوشن) یہی اونکے بعد پیش آیا مگر حسینؑ کا واقعہ عالمانہ اور حکیمانہ اور سیاستی حیثیت کا تھا اور دنیا کی تاریخ مین اوسکی نظیر نہین ہی اور تاریخ مین کہین پتہ نہین ہے کہ کسی نے آیندہ زمانہ مین اپنے دین کی ترویج کے لئے بعلم و قصد اپنی جان دی ہو۔ سوائے حسین کے جو مصیبتین کہ حسین نے اپنے نانا کے دین کے زندہ کرنے مین برداشت کین گذشتہ ارباب دیانات پر فوق رکھتی ہین اور سابقین مین سے کسی پر واقع نہین ہوئین اور بالفرض اگر کہا جاوے کہ اور لوگون نے بھی دین کے لئے اور دین کی راہ مین جان دی ہے مگر ضرور حسین کے طرز و انداز پر نہین ہوا حسین نے اپنی جان شیرین دی اپنے عزیز فرزند اپنے بھائی اپنے بھانجے اپنے دوست اقربا سب دیدیئے۔ اہل و عیال کی اسیری گوارا کی اور یہہ مصیبتین ایکدفعہ ناگہان و نادانستہ واقعہ نہین ہوئین کہ مجموعی حیثیت سے ایک مصیبت کا کل پر اطلاق ہو سکے بلکہ فاصلہ ہو ہو کر یکے بعد دیگرے یہ مصیبتین پیش آئین اور وارد ہوئین۔

دنیا کی تاریخ مین ایسے مصائب کا پے در پے ہجوم کرنا حسینؑ کے ساتھ خاص یہی سبب تھا کہ حسین کے قتل ہوتے ہی اور ان دردانگیز واقعات کے پیش آتے ہی اور اونکی عورتون اور بیٹیونکے اسیر ہوتے ہی بنی امیہ کے باطن کا حال طشت از بام ہوگیا اور اون کے اعمال ناشایستہ کے قبائح عالم پر روشن ہوگئے سیاستی احساس اور ریولیوشن کا مادہ مسلمانون مین پیدا ہوگیا اور سلطنت یزیدی اور بنی امیہ کے برخلاف ریولیوشن شروع ہوگیا اور بنی امیہ کو مخرب اسلام جانکر لوگ اونکی بدعتون اور اختراعی امور کو رد کرنے لگے اور اونہین ظالم و غاصب کہنے لگے اور اسکے برعکس بنی ہاشم کو مظلوم اور مستحق ریاست جاننے لگے اور حقیقی روحانیت اسلام ان مین سمجھی گئی گویا مسلمانون نے حیات تازہ اور نئی زندگی حاصل کی اور اسلام کی روحانیت کے لئے نئی رونق پیدا ہوگئی اسلام کی ریاست روحانی جو دفعتاً زائل ہوگئی تھی اور مسلمان جو کہ اسلام کی جنبہ روحانیت کو فراموش کر بیٹھے تھے ایک خاص اور شان کے ساتھ اوسکی تجدید ہوگئی اور ایک قرن سے بھی کم مین تمام بنی امیہ پادشاہی سے معزول ہوگئے اور اسطرح مضمحل و نابود ہوگئے کہ آج اسم و رسم و نام و نشان کا بھی پتہ نہین ہے حسین کی مظلومیت نے بنی امیہ کی تمام سیرتون کو کھولدیا اور اونکی نیتون کا پردہ فاش کردیا کسی کی یہہ

مجال نہ تہی کہ حسین اور خاندان علی کا نام یزید کے قریب اور مخصوص اوسکے سامنے خیر وخوبی سے لے سکتے مگر اس واقعہ کے ہوتے ہی دربار عام اور خلوت وجلوت مین حسین اور خاندان علی کا نام تقدس وعظمت ومظلومیت کے ساتھ مجبوراً یزید کو سننا پڑتا تہا اور باوجودیکہ ان باتون کا سننا اوسپر بہت گران تہا مگر سوائے سکوت کے کوئی چارہ نظر نہ اتا تہا اس واقعہ کے بعد حسینؑ کے محامد وفضائل بکثرت سنی تو ایکدن کہنے لگا کہ حسین کا بادشاہ ہوجانا مجہپر بہت آسان تہا بمقابلہ اس عظمت وتقدس کے کہ جسکے ساتھ آل نبی اور بنی ہاشم یاد کئے جاتے ہین" اگرچہ مصنف ذی علم نے ڈوبتی کشتی کو غرق ہونے سے بچانیکا جملہ طنزیہ طور پر لکہا ہی مگر درحقیقت یہ اوسی تعصب کا نتیجہ ہے جو سنیون کو علی اور اولاد علی کے ساتہہ ہے۔ اگر ان لوگون کو ذرا بہی انصاف مدنظر ہو تو غور کرلین کہ اونکی خلفاء کے سبب سے اسلام کی کیا حالت ہوگئی ہی کہ جسپر مورخ نے صاف طور پر لکہدیا ہے کہ حسینؑ نے اپنی جان دیکر اپنے ناناکے دین اور اسلام کے قاعدون کو زندہ کردیا۔ یہ ڈوبتی کشتی کا بچالینا نہین ہے تو اور کیا ہے اور سنیونکی کتب ہاے معتبر صواعق محرقہ ابن حجر ومسند احمد بن حنبل مین یہ حدیث درج ہے قال رسول اللہ صلعم ان مثل اہلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق وہو بحا ترجمہ فرمایا رسول خداؐ نے کہ مثال میرے اہلبیت کی مثل کشتی نوح کے ہے جو شخص سوار ہوا نجات پائی اور جو خلاف ہوا وہ غرق ہوا۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جب اہلبیت رسول کی مثال کشتی نوح کی ہے اور نوح کی وہ کشتی تھی کہ طوفان عالم مین غرق نہ ہوئی ایسی کشتی اہلبیت ہی یعنی جن لوگون نے فرمانبرداری کی علیؑ اور اولاد علیؑ کی وہ غرق نہ ہونگے اونکی نجات ہوگی اور جو منحرف ہوگئے وہ نجات سے محروم ہونگے اور یہ کشتی اہلبیت رسولؐ سنیون کے خلفاء کے ہاتہہ سے چند مرتبہ بلکہ صدہا مرتبہ گرداب بلا مین پھنسی مگر چونکہ مثل کشتی نوح کے تہی غرق نہ ہوسکتی تہی اور اگر اوسکا غرق ہونا تسلیم کیا جاویگا تو سنیون کا رسول کہ جسکے حوالہ سے حدیث مندرجہ نمبر ہذا دکھائی گئی ہے جہوٹا قرار پاجائے گا جیساکہ مصنف کا خیال ہے کہ:-

"حضرت علی نے معاویہ کے حق کو بوقت فیصلہ ثالثان کیون اپنی ہار کو مان کر برقرار رکہا تہا کہ جسکے بعد بنی ہاشم کو خلافت کے قایم کرنیکا کوئی استحقاق ہی نہین رہا تہا" کیا اوسوقت دین کی کشتی غرق نہ ہوچکی تھی"۔ معاویہ سے ہارنا مگر علی مرتضی کی صلح کو جسے نمبر ۲ مین دکھا آیا ہون بلکہ

تواریخ انگریزی سے کہ وہ کیسی صلح تھی اور بنی ہاشم نے بعد صلح کیا خیال ظاہر کئے تھے اب اونہین واقعات کو پھر دوہرانا باعث طوالت اور طرز کلام کے خلاف ہے۔ مگر ہان اس موقع پر بھی مین دکھاتا ہون کہ علی مرتضیٰ نے معاویہ کو کبھی خلیفہ تسلیم نہین کیا اوسکو مثل ایک شیطان کے سمجھ منتخب دیوان حضرت علیؑ صفحہ ۱۴۹ جسکا ترجمہ انگریزی زبان مین ہوکر یوروپ تک پہونچگیا ہے

الا اخبار العین العظیم الحادیۃ	اخر بجرولا ادای معاویتنۃ
جاورۃ فیھا کلاب عاویۃ	ھوجت بہ فی النار ام ھاویۃ

ظاہر ہے کہ علی مرتضیٰ کی شہادت معاویہ کے زمانہ مین ہوئی تھی یہ نہین کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشعار بعد کو نظم ہوے ہین دوران اشعار سے ظاہر ہے کہ علی مرتضیٰ نے معاویہ کو ناری اور سگ کہا ہے تو ایسے شخص کی یہ حالت نہین ہوسکتی کہ وہ دبکر صلح کرلے۔

میرا مطلب جیساکہ ابھی مین اوپر کہہ چکا ہون دوبارہ صلح کی بحث مین پڑنیکا نہین ہے مگر اس خیال سے کہ مصنف ذی علم کے ذہن مین یہ آیا ہے کہ بروز صلح معاویہ ہی یہ کشتی غرق ہوچکی تھی اور جسکی غرقیت دکھلانے سے اگر یہ خیال اونکا اونکی عالیہ دماغی تو ظاہر ہوگی مگر اونہون نے اپنے رسول کو درو غگو تسلیم کرلیا۔ اگر مصنف ذی علم بجاے روز صلح معاویہ کے کشتی اہلبیت رسولؐ کا غرق ہوجانا بروز سقیفہ بنی ساعدہ قرار دیتے تو وہ اغراق بہ نسبت اس اغراق کے کئی درجہ بڑھا ہوا تھا اور یہ بھی مصنف ذی علم کا شیعون پر اتہام ہے کہ وہ معاویہ اور نسل بنی امیہ کو شجرہ خبیثہ کہتے ہین نہین بلکہ شیعہ اس نسل کو شجر ملعونہ سے مراد لیتے ہین کہ جسکا تذکرہ قران شریف مین ہے افسوس ہے کہ مصنف ذی علم اوس ٹکڑہ کو دریافت کرتے ہین کہ جسکو حسین نے بچالیا جس سے اونکا مقصد یہ ہی کہ کشتی تو بروز صلح معاویہ ہی غرق ہوچکی تھی کیا اوسکا کوئی ٹکڑہ باقی رہگیا تھا کہ جسکو حسین نے بچالیا ہان مصنف ذی علم اور اونکے ہم خیالون کا یہ خیال ہو۔ مگر مین جیساکہ اسی نمبر مین کہہ آیا ہون سنیون کے خلفاے کے ظلم وجور سے یہ کشتی ڈوبی تو نہین مگر پارہ پارہ ضرور ہوگئی کہ جسکے ٹکڑونکے نشانات مختلف مقامات پر ملتے ہین کوئی ٹکڑہ اس کشتی کا نجف مین ہے کوئی مدینہ مین کوئی کربلا مین کوئی ارض طوس مین کوئی سامرہ مین ہے اور ایک ٹکڑہ اوس کشتی کا ابتک موجود ہے کہ جس ٹکڑہ سے یادبان امام آخرالزمان

علیہ السلام ہین اور یہ ٹکڑے ضرور ایکونزن جمع ہونگے اور اوسکو وہ سب لوگ دیکہینگے کہ جو صفت من رکہا ہین خواہ صفت عماق وہوی ہین ہونگی اور امام زین العابدین ع کی بیعت کا جو ذکر اس نمبر کے آخر مین کیاگیا ہے وہ مصنف کا ایک دلخوش کن خیال ہے یہ بیعت اگر صحیح بھی تسلیم کرلی جاوے تو اوس بیعت سے زیادہ نہ ہوگی جس طریق سے خلفاء راشدین سینون نے حضرت علی سے بیعت لی تھی حسب قول علمائے اہل سنت اور نہ عقلاً تسلیم کئے جانے کی قابل ہے کہ ایک شخص کا فعل کسی دوسرے شخص کے فعل کی قدر کو تلف کردے۔

سوال نمبر ۶ - اچھا فرض کیا کہ کوفی لوگ اہلبیت کرام کے بدخواہ تھے لیکن دوسرے ملکون کے شیعون کا انہین کیا قصور ہی وہ تو خالص ومخلص محبان اہلبیت ہین اور اس محبت کا اجر انکو تو ضرور ملکر رہے گا؟

جواب - کوفہ سے شیعہ مذہب کو وہ نسبت ہی جو خانہ کعبہ کو اسلام سے اور دریا جیسکے روح کو جان سے تعلق ہے اور جسقدر فضائل شہر کوفہ کے شیعہ کی کتابون مین مذکور ہین کہی اور شہر یاد ہے شیعون کے نہین ہین چنانچہ لکھا ہی کہ کعبہ حرم خدا ہے اور مدینہ حرم رسول ہے اور کوفہ حرم علی رض ہے اور ایک شیعہ قاضی نے انہی احادیث کو مطالعہ کرکے یہ فتوی دیاہے کہ کسیکا کوفی ہونا اوسکے شیعہ ہونیکی کافی دلیل ہے اور کوفی الاصل کبھی سُنی ہو ہی نہین سکتا - جس طرح جناب علی رض نے مدینہ کو چھوڑکر کوفہ کو دار الخلافہ بنایا اور اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ مذہب کا پہلا سرچشمہ کوفہ ہے - اور شیعون کے بارھوین امام یعنی امام مہدی علیہ السلام کی خلافت گاہ بھی کوفہ ہی قرار پائی ہے - اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ کی کمال کی جگہہ بھی کوفہ ہی ہی اور شیعون کا بہشت بھی کوفہ مین ہی ہے جسکا نام وادی السلام ہے تو ظاہر ہے کہ تمام احادیث شیعہ کے پہلے راوی بھی کوفی ہی ہوسے اور اس مذہب نے نشوونما بھی انہی کوفیون کے ہاتھ مین پائی اور جو سلوک ان کوفیون نے حضرت علی رض اور انکی اولاد سے کی وہ بھی ظاہر ہین - پھر اونکے مذہب اور انکی احادیث کا کیا اعتبار رہگیا - شیعہ کی حدیثون مین نہ تو لکھنوکی فضیلت ہی نہ ملتان کی - ہار ملک کے بھولے بھالے شیعہ تو ناحق اس مذہب کو اہلبیت کا مذہب جانکر گلے کا ہار بنائے بیٹھے ہین - زبانی دہ لاکھ دفعہ اسے آپکو شیعہ علی ظاہر کرین لیکن ظاہر ہے کہ اونکا یہ دعوی سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے حضرت علی رض اور حضرت حسنین علیہم السلام

کے جو پسندیدہ شیعہ اور اصحاب تھے اونہون نے تو اماموں سے وفا کی نہین اب تیرہ سو برس بعد جبکہ نہ حضرت علی زندہ ہین اور نہ حضرت حسنین کے شیعہ علی کہلانے مین ہرج ونقصان ہی کیا ہے۔ ذرا کسی امام کی کوئی تحریری یا زبانی سند تو دکھلائین جس سے ثابت ہو کہ تم ہمارے خاص شیعہ ہو ورنہ یاد رکھین کہ کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہو کی مانند ہین۔ پھر جس اصول سے بزرگان اہلسنت کے افعال سے شیعہ لوگ مذہب اہل سنت کو اور تمام اہل سنت کو بدنام کرتے ہین۔ اسی اصول سے قدیم شیعہ کے افعال سے ہم کو بھی حق حاصل ہی کہ مذہب شیعہ اور تمام شیعون کو ہم ہی جوابدہ اور ذمہ وار گردانین بقول ہی یہ گنبد کی صدا جیسی کہی ویسی سنی۔

جواب نمبر ۔ ناظرین مصنف ذی علم کی علمیت اس سوال وجواب مین قابل غور ہے کہ آیا اس جواب کا مصنف ذی علم کے سوال سے کچھ تعلق ہی یا نہین سوال تو صرف یہ تھا کہ یہ فرض کر لیا کوفی اہلبیت کے بدخواہ تھے اونکو بدخواہی کے سبب سے اگر اہلبیت کی محبت کا اجر نہین ملیگا تو دوسرے ملکون کے شیعون کو اہلبیت کی محبت کا اجر کیون نہ ملنا چاہیئے۔ ہر صاحب عقل خیال کر سکتا ہے کہ جو جواب مصنف نے اپنے سوال کا دیا ہے یہ جواب انکے سوال کا نہین ہے بلکہ بطور خود اونھون نے کوفہ کی تعریف کی ہے کہ وہ شیعون کا کعبہ ہے اور شیعہ مذہب کا سرچشمہ ہی کیونکہ مصنف خوب جانتے ہونگے کہ علی مرتضی شیعون کے امام اول ہین کہ جنسے سنیون کو قلبی عداوت ہے اور وہ کوفہ مین شہید ہوئے تو کوفہ ہی ایک شہر تھا کہ جسکو سنی مسلمان نہایت عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہین بوجہ شہادت علی مرتضی۔ کیونکہ جب مصنف کو علی مرتضی کے فضائل کا خیال جو علاوہ علماء اہل سنت کے (کیونکہ اونکے خلفاء تو جاہل ہی ہوئے ہین) غیر قومون کے مورخون نے نہایت شد ومد سے بیان کئے ہین آتا ہوگا کہ جو موجب سخت دل آزاری سنیون کا ہوتا ہے بدینوجہ سنی تو کوفہ کو اپنا ایمان اور ایمان خانہ سمجھتے ہین کیونکہ سنیون کے اسلام کا ایک تانڈ بوجہ شہادت علی مرتضے کے یعنی زمانہ خلافت معاویہ مضبوط ہوگیا تھا بدینوجہ مصنف نے جسقدر تعریف کوفہ کی کی ہی وہ اونکے حسن عقیدت سے بہت ہی کم ہے اور درحقیقت اس جواب سے مصنف ذی علم کی دلی ضمیر کا پتہ چلتا ہے کہ وہ شیعون کو بھی کوفہ کی تعریف مین اپنا ہمخیال بنانا چاہتے ہین اور یہ الفاظ جو مصنف نے اپنے قلم سے نکالے ہین یہ کسی تاریخ مین یا کسی حدیث مین میری نظر سے نہین گذرے

اور مصنف ذی علم کا ہر اعتراض گوز شتر سے کم نہین ہی کیونکہ وہ کسی سند پر مبنی نہین ہی ۔ اوس کو
علمیت کی ہوا لگی ہے جیسا کہ مصنف تحریر فرماتے ہین ۔ یا جیسے کہ روح کو جان سے تعلق ہے
روح کا تعلق جسم سے تو سنا تھا مگر یہ انوکھی منطق ہے جسمین روح اور جان علیحدہ علیحدہ اشیا قرار
دی گئی ہین پس ایسے ذی علم کی تحقیق اگر یہ ہو کہ کوفہ شیعون کا سرچشمہ ہے تو سوائے اسکے کہ شیعہ
ایسے اعتراضات اور تحریرات کو گوز شتر نہ سمجھین تو کیا سمجھین ۔
کوفہ سے ہرگز بھی شیعون کو دلچسپی نہین تھی اور کوفہ تو اپنے سردارونکے باعث ایسا تباہ ہوا کہ
اوسکی اینٹ سے اینٹ بجگئی اور اوسکا نام و نشان ہی صفحہ ہستی پر باقی نہین رہا ہے صرف
کوفہ کا نام کتابون مین آجاتا ہی کہ جسکو دیکھکر سنی اپنا دل خوش کرتے ہین کہ ایسے نامور شہر مین زمانہ
معاویہ مین ہر جمعہ کو علی مرتضیٰ پر تبرہ کے چھرے اوڑا کرتے تھے ۔
بھلا ایسا شہر کہ جہان علی مرتضیٰ پر منبر مین چار بار تبرونکی بوچھار پڑے وہ کیونکر شیعون کا کعبہ
اور شیعونکی روح اور سرچشمہ شیعان ہو سکتا ہی اور خصوصاً ایسا شہر کہ جہان شیعونکے دین کی
بنیاد ایک خارجی عبدالرحمن ابن ملجم کے ہاتھون ہلادی گئی ہو ۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ علی نے
مدینہ کو چھوڑکر کوفہ کو دار الخلافہ بنالیا تھا ۔ اسکا جواب یہ ہی کہ رموز مملکت خویش خسروان دانند
جن لوگون کو تجربہ ہے یا جو علم تاریخ سے واقف ہین وہ اچھی طرح اسکو سمجھتے ہین کہ بادشاہ جس مقام
کو اپنا دار الخلافہ بناتا ہے وہ ایسا مقام ہوتا ہے کہ جہان کے باشندہ سرکش اور بغاوت پسند ہوتے
ہین اور اون لوگون پر بادشاہ کو بھروسہ نہین ہوتا یا ایسا مقام ہوتا ہے کہ جو سلطنت کا وسط ہوتا ہی
تاکہ کل مقامات ملحقہ کی خبرین جلد جلد بادشاہ کو ملتی رہین اور سرکش اور فسادی اور بغاوت پسند لوگون کا
وقتاً فوقتاً انتظام ہوتا رہی یہ امور متعلق سیاست کے ہین کہ جنکو مذہبی امور سے کوئی تعلق نہین ہوتا مثال
کے واسطے دیکھہ لو دلی اور آگرہ کے پایہ تخت کو ان شہرون مین کونسی خوبی تھی جو مسلمان بادشاہون
نے ان مقامات کو پایہ تخت بنایا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ دلی ملحق الحدود تھی والیان ملک پنجابی سے
پنجاب مین بعہد مسلمان بہت سے ہندو راجہ تھے اور اب بھی ہین اور اونمین رنجیت سنگھ ایسا زبردست
تھا کہ جس نے کابل تک بھی اپنی تلوار کے زور سے قبضہ کرلیا تھا لہذا مسلمان بادشاہون نے دلی کو محض
اسی لئے پایہ تخت بنایا کہ ہندو ریاستین سرکشی نہ کرین اور اگر کرین تو بہت جلد اوسکا انتظام ہوجاوے

ایسے ہی آگرہ پایہ تخت اسلئے بنایا گیا کہ آگرہ سے بہت قریب راجستان ہین کہ جہان زبردست راجہ اوسوقت تھے اور اب بھی ہین لیس اوسوقت کے مسلمان بادشاہون کی جو سُنی مذہب تھے یہی مصلحت ہوئی کہ دلی اور آگرہ پایہ تخت اسلام بنایا جاوے چنانچہ بنایا۔ گو اب اُن شہرون مین مسلمان بادشاہ نہین تاہم ان مقامات کی کہ جہان کی جامع مسجدونمین بادشاہی خطبہ پڑہا جاتا تہا جہان ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ و یزید کے خطبون مین عزت سے نام لئے جاتے تھے جہان اونکے نام لیوا بادشاہ تھے ایسے مقدس مقامات کو مصنف ذی علم اور اونکے ہمخیال مسلمانان انڈیا کو چاہیے کہ اپنا کعبہ سمجہین کیونکہ یہ مقامات مسلمانان انڈیا کے سرچشمہ تھے سنیون کو چاہیے کہ دلی اور آگرہ مین بول و براز تک نہ کرین اور سنت حضرت عمر کو ماضی مجہول نہ سمجہین بلکہ بہ نیت حصول ثواب اوسی طریقہ کے مشغول آنمین - وہان کی رنڈیون کو حوران جنت سمجہین وہان کے لونڈونکو غلمان سمجہین اور وہان کی چیزین کا منیوسپلٹی سے ٹہیکہ لیوین اور بوقت ضرورت اوسے کام مین لاوین معاذاللہ شیعہ یون کوفہ کو اپنا کعبہ سمجہتے کو نکیون اونکا سرچشمہ ہوتا اونکا کعبہ وہ ہے کہ جس کو علی مرتضی نے دوش پیغمبر پر چڑہکر بتون سے صاف کردیا اونکا کعبہ وہ ہی کہ جسکے متولی علی کے باپ دادا رہے اور یہ بہی مصنف معترض کو واضح رہے کہ جو شخص درحقیقت علی مرتضی یا اونکی اولاد پاک کو اپنا امام اور اپنا آقا تسلیم کرتا ہوگا خواہ وہ عرب مین ہو یا انگلینڈ مین۔ شرق مین ہو یا غرب مین بحر مین ہو یا بر مین اوسکو اونکی محبت کا پہل ضرور ملیگا۔

حشر غلامان علی با علی حشر غلامان عمر با عمر

اس نمبر مین مصنف ذی علم نے شیعون کے مذہب اور اونکی احادیث کو نامعتبر قرار دیا ہے اگر اسی امر پر بحث کیجاوے تو بطور خود ایک مجلد کتاب ہو جاوے بدینوجہ اس بحث کو یہان دانستہ ترک کیا جاتا ہے کیونکہ اوسکا مقصد ان جوابات سے جداگانہ ہوگا۔ اور لکہنو اور ملتان کی فضیلت آئندہ نمبرون مین دکھائی جائیگی صرف نامعتبری احادیث مذہب شیعہ کی بابت اسقدر کہدینا کافی ہوگا کہ مذہب شیعہ کی کوئی حدیث نامعتبر نہین ہوسکتی کیونکہ شیعہ مذہب مثل سُنی مذہب کے کاسہ گدائی لیکر کسی کے دروازہ پر شل نان بائی حلوائی مجہتد رضا خان قلندر خان حتی کہ چوڑہے چمار تک دوڑا نہین لگاتا وہ صرف بنا بر تکمیل ارشاد جناب ختمی مرتبت انا مدینۃ العلم و علی بابہا صرف اوسکے

ہی دروازہ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور سکا مذہب یہ ہے کہ جو ارشاد جناب احدیت سے ہے وہی ارشاد جناب ختمی مرتبت سے وہی ارشاد علی مرتضیٰ سے وہی ارشاد اونکی اولاد دین سے اون نفوس مقدس اور مطہر کا ہے کہ جو یکے بعد دیگرے امام زمانہ ہوئے اور اگر ہزار بار بہی مذہب سُنی دعوی کرے تو بہی انشاء اللہ تعالے یہ نہ دکھا سکیگا کہ فرقہ شیعہ کے کسی ایک امام نے دوسرے امام کی تعدیل کی ہو۔ اگر شیعون کے ہان یہ کمال نہوتا اور اس خاندان کے ممبر سیرت شیخین پر عمل کرنا قبول فرمالیتے تو ہرگز خلافت ظاہری سے علی مرتضیٰ محروم نہ ہوتے اور بمقابلہ اون کے حضرت عثمان کا الکشن نہ ہوتا۔ یہ وہ نفوس معظم تہے کہ انہون نے بمقابلہ احکام خدا و رسول ظاہری شوکت اور حکومت کی قدر نہ فرمائی اور گوشہ نشینی اور طاعت حق کو اپنا شعار قرار دیدیا۔ مین اس موقع پر پرسنل لا آف دی محمڈنس سے متعلق شیعہ اور سُنی کے یہ امر دکھانا چاہتا ہون کہ درمیان احادیث کے شیعون کا کیا دستور العمل ہے اور سنیون کا کیا ہے ترجمہ "شرع محمدی کا دار و مدار قرآن مجید پر ہے۔ اس کتاب مقدس مین وہ وہ اصول ضروری جو مختلف تعلقات بشری سے متعلق ہین اور وہ احکام دینی اور قوانین دیوانی و فوجداری جو اسلام کے قیام و بقا کے لئے ضرور ہین موجود ہین بلکہ سیاست مدن و تدبیر المنزل کا مادہ بہی قرآن مجید مین موجود ہے۔

شیعون کے مذہب مین احادیث نبوی یعنی اقوال پیغمبر فی نفسہ احکام قرآنی کے تابع ہین یعنی جس درجہ احادیث نبوی اور نصوص قرآنی مین موافقت ہے اوس درجہ احادیث پر عمل کرنا واجب ہے پس جو احادیث نصوص قرآنی کے خلاف ہین وہ مصنوعی سمجہی جاتی ہین اور مسائل کا استنباط چند اصول مسلمہ کے موافق کیا جاتا ہے جو قواعد منطقی اور امور واقعی پر مبنی ہین۔ برخلاف اسکے اہل سنت کے نزدیک مسائل کا دار و مدار مجموع احادیث پر ہے اور وہ خلفاء راشدین کے فیصلون کو اور اجماع امت کو احکام اور حجت جانتے ہین اور اونکے نزدیک شرع شریف کے ماخذ ترتیباً غالباً مختلف اور تعداد مین محدود ہین نہین ماخذ کو اصول فقہ کہتے ہین اور اصول فقہ مین اہل سنت کے مذاہب اربعہ مین چندان اختلاف نہین ہے البتہ مسائل و احکام شرع کے معنی و منشاء مین اختلاف عظیم ہے۔

قیاس کے حجت ہونے مین اہل سنت کے مذاہب اربعہ مین اختلاف عظیم ہے شیعہ کی ایسی روایت کو حدیث صحیح نہین جانتی جو اہل بیت سے نہ منقول ہو اور اہل بیت علی اور فاطمہ اور اونکی اولاد کو سمجھتی ہین اور جو فیصلے اونکے ائمہ نے نہین کئے ہین اونکے جواز کے منکر ہین اور قیاس اور سیرت صحابہ کی حجت ہونے کی باب مین بھی اہلسنت سے اختلاف عظیم رکھتے ہین شیعون پر ہمیشہ ظلم و ستم ہوا کیا ہے جسکا اثر قوی اون خیالات پر ہوا ہے جو وہ لوگ اوس تعلق کے باب مین رکھتے ہین جو حکومت دینی اور سلطنت دنیاوی مین ہے" اِس سند کے پیش کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ مورخین علم انگریزی نے بھی یہ تسلیم کرلیا ہی کہ شیعہ احکام قرآنی اور ارشاد رسول صلعم کے پابند ہین پس ایسی حالت مین اونکے نسبت کسی امام کی قدح دوسرا امام علیہ السلام نہین فرما سکتا- بدینوجہ جسقدر احادیث مذہب شیعہ کی ہونگی وہ صحیح ہونگی اور اونپر کسی کے خاک ڈالنے سے خاک نہین پڑسکتی - علاوہ اسکے سنیون کا جو طریقہ ہے وہ بھی اِس سند سے اچھی طرح ظاہر ہوگیا ہے اول خرابی یہ ہے کہ باوجود ایک قرآن اور ایک رسول ہونے کے بھی مذہب سُنی مین چار فرقہ ہوگئے اور ہر چہار تفرقہ پرداز مذہب اسلام ایک دوسرے کی قدح کرتا ہے گویا مذہب کو ایک چورا ہا بنالیا ہے اور پھر اوسپر یہ دعوی کہ سنی سچے اور شیعہ جھوٹے

ع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اب مین معتبر سند سے دکھاتا ہون کہ سُنی علماء کے فتوی نسبت اونکے خلفاء کے کیا ہین اور کیا متعصب سنی ایسے عالمونکی کچھ قدر کرینگے تاریخ بغداد مولفہ ابن خزلہ ان ایمان ابی بکر الصدیق وایمان ابلیس واحد یعنی تحقیق کہ ایمان ابوبکر صدیق اور ایمان ابلیس کا ایک ہی- جامع الصغیر صفحہ ۳۲ "عن عبد الصمد عن ابیہ قال ذکر لابی حنیفہ قول قال عمر فقال قول الشیطان" یعنی ابو حنیفہ نے کہا ہی کہ قول عمر مثل قول شیطان کے ہی- عن حذیفہ انہ قال رسول اللہ صلعم اذا خرج الدجال تبعہ من کان لحب عثمان علامہ ذہبی جو سنیون کے زبردست عالم ہین اونھون نے اوس حدیث کی خوب تصریح کی ہے- حذیفہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا دجال خروج کریگا اوسکی پیروی وہ لوگ کرینگے جو عثمان کو دوست رکھتے ہین- اگر سنیون کو ابوبکر عمر اور عثمان سے مودت حقیقی ہوتی تو وہ ضرور اون علماء کو جو اونکے

مذہب سے بیرو ہین جھوٹا کہینگے اور اگر آپنے علماء سے مودت ہے تو ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کو ایسا ہی سمجھینگے جیسا کہ اونکی بابت ان ہر سہ سرٹفکٹ مین ذکرہ ہے۔

مین مصنف صاحب کو اس امر کا اطمینان دلاتا ہون کہ حضرت عمر کے قول کو جو اون کے علماء نے ابلیس کے قول سے نسبت دی اوسکا سبب یہ ہی کہ علماء اہل سنت حضرت عمرؓ کو مسلمان ہی نہین سمجھتے تھے کیونکہ اون بزرگوار نے آنحضرت صلعم کی نبوت مین شک و شبہہ ظاہر کردیا تھا۔ بروز واقعہ حدیبیہ دیکھو تفسیر معالم التنزیل قال عمر واللہ ماشککت منذ اسلمت الا یومئذ کہا عمر نے خدا کی قسم کہ سب روزون سے زیادہ مجھے شک ہوا نبوت مین آج کے روز۔ اور عینی شارح صحیح بخاری نے اس واقعہ کو قبول و منظور کرتے ہوئے یہ رائے دی ہے کہ حضرت عمر کا روز حدیبیہ شک کرنا اسوجہ سے ہو سکتا ہے کہ وہ اوسوقت تک مولفۃ القلوب سے ہون۔

اب مین صرف ایک سند یا مذہب شیعہ کی بابت عالم اہل سنت کے قول سے اور دیتا ہون اسکے بعد پھر انگریزی تاریخ سے سنیون کی حدیثون کا کچا چٹھا کھولونگا۔

شرح مواقف صفحہ ۶۲۴ الشیعۃ ای الذین شایعو علیا بعد رسول اللہ بالبعض اما جلیا و اما خفیا و اعتقد ان الامامۃ لا تخرج عنہ و عن اولادہ و ان خرجت فاما بظلم یکون من غیرھم و اما بہ تقیۃ منہ او من اولادہ شیعہ وہ فرقہ نے جسنے رسول خدا صلعم کے بعد بحکم قرآن کیا بطور ظاہر اور کیا بطور باطن اعتقاد رکھا ائمہ علیہم السلام پر اور .... باہر سوائے اطاعت علی اور اولاد اونکی سے اور کسی دوسری خلافت اور امامت کو قبول نہین کیا یقیناً یہی سوائے علی اور اولاد علی کے۔

از ہیر بنسل محمد لا ترجمہ اکثر مسائل اعتقادی و شرعی جن کی تصریح قرآن مجید مین نہین ہے اونکا استنباط احادیث نبوی اور سیرت مصطفوی سے کیا گیا ہے۔ احادیث سے مراد اقوال پیغمبر صلعم جن جو وقتاً فوقتاً آپ نے فرمائے تھے اور سیرت سے مراد افعال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہین جن کی خبر ہمکو روات ثقات کے ذریعہ سے پہونچی ہی چنانچہ وہ کمبخت اختلاف مذہبی جس سے مسلمانون کے دو بڑے فرقے پیدا ہوئے یعنی سنی اور شیعہ اوسکا خاص باعث

بھی ہوا ہی کہ مختلف احادیث کو روایت کی اسناد و عدم اسناد کے لحاظ سے طرح کیا ہی یا قبول کرلیا ہی۔
شارع علیہ السلام کی وفات کے عرصہ قلیل کے بعد بعض اصحاب نے جو اونکی حیات مین اونکی دوستی کا
دم بھرتے تھے مگر دلمین اونکی اہلبیت سے عداوت رکھتے تھے یہ قاعدہ مقرر کرلیا تھا کہ جو احادیث
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس دعوی برحق کی مصدق و موید تھین جو اونکے داماد کی خلافت اور
وصایت سے نسبت رکھتی تھین اونکو رد کردیتے تھے چنانچہ جو احادیث ابوہریرہ اور عائشہ وغیرہ سے
مروی ہین اون سے صاف ظاہر ہے کہ اہلبیت پیغمبر صلعم سے رشک و حسد رکھتے تھے لہذا پیروان اہل
سنت نے ایسی احادیث کو روا کردیا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شک باقی رہگیا کہ من گھڑت حدیثین
سنیون کی وضع ہوئی ہین اور محض اسی کام کی وجہ سے لیڈی عائشہ کو دس ہزار کا سالانہ وظیفہ خلفا
سے ملا کرتا تھا ورنہ لیڈی مذکور مین کونسی ایسی وجاہت تھی جو دیگر امہات المومنین کو حاصل نہ تھی اور اونکو
ایک چھدام بھی گذارہ کا خلفاء نے نہین دیا۔ اب مین یہ دکھانا چاہتا ہون کہ ابوحنیفہ کہ جن کی تقلید
قریبًا تمام ہندوستان کے سنی کرتے ہین جو امام اعظم کے لقب سے ملقب ہین سنی علماء نے اونکے کسقدر پتھر
اوڑائے ہین۔ مقدمہ ہدایہ مین مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے یون فتوی دیا ہے

الخطیب طعن علی ابی حنیفۃ والامام احمد وکابن الجوزی ذی قالغ تابع الخطیب فی الطعن علی ابی حنیفۃ

ترجمہ خطیب بغدادی نے اور امام احمد بن حنبل اور ابن جوزی نے امام ابوحنیفہ پر طعن کیا ہے۔

اس سرٹفکٹ سے ثابت ہوتا ہی کہ ابوحنیفہ صاحب مطعون ائمہ سنیان تھے۔

غالبًا یہ واقعہ کہ ابوحنیفہ صاحب مطعون ہوئے اسکا ظاہری سبب تھا کہ وہ قرآن مین قیاس سے کام
لیا کرتے تھے مگر درحقیقت یہ وجہ نہین ہی کیونکہ قیاس کے بارہ مین اہلسنت مین اختلافات عظیم ہو چکے ہین
اختلاف مین یہ صورت واقع ہوتی ہی کہ کچھ کسی امر کے کرنیکو پسند کرتے ہین اور کسی قدر ناپسند۔ پھر ابوحنیفہ
کا اسقدر کیا قصور ہی کہ وہ مطعون ہوئے اختلاف پسند و نیچ جماعت مین ابوحنیفہ کا بھی شمار ہو جاتا اسکا
صرف سبب یہی ہی کہ اونہون نے خلافت ابوبکر مین ہی قیاس کیا اور اسلام ابوبکر کو الٰہ المبین
سے مطابق کردیا اگر ممدوح صرف قرآن مجید مین ہی قیاس لگایا کرتے تو اسقدر مطعون نہ ہوتے
کہ جسقدر قیاس ابوبکر مین وہ مطعون ہوئے۔ ہمری اس رائے کی تائید ابن مسعود کے کلام سے

بہی ہوئی ہی ملاحظہ ہو صفحہ ۳۷ مقدمہ ہدایہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی مجتہد اہل سنت

عن ابن مسعود انہ قال اذا قلتم فی دینکم بقیاس احللتم کثیرا مما حرم الله وحرمتم کثیرا مما احله الله تعالی

ترجمہ

ابن مسعود کہتے ہین کہ جس نے قیاس کیا دین مین اوس نے حلال کو حرام کیا اور حرام کو حلال کیا

دیکھ لیجئے ابن مسعود نے قیاس قرانی کی بابت اپنی رائے ظاہر کی ہے - ابو حنیفہ پر کوئی حصہ نہین کیا ہی اسکی وجہ یہ بہی ہے کہ قران مجید مین چند علماء اہلسنت قیاس سے کام لیتے رہے ہین بس کس کس کو مطعون کیا جاوے اور دیگر علماء اہل سنت بہی مثل قیاس ابو حنیفہ ابو بکر و ابلیس کو ایک نمبر مین رکھتے تو وہ بھی مطعون کہے جاتے اور اس سے بہی مزید علماء اہل سنت کی بے ایمانی قابل غور ہے کہ اس مسئلہ قیاس قرانی مین اماموں کی تقلید کی ہے ملاحظہ ہو اساۃ اللبیت صفحہ ۳۳۴

فاعلم ان الائمۃ الطاہرین یحرمون الرای والقیاس ولہذا لما دخل ابو حنیفہ علی جعفر بن محمد علی ملحکاۃ الشعرانی فی اللواقح قال لہ بلغنی انک تقیس لا تقس فان اول من قاس ابلیس

ترجمہ ائمہ طاہرین رائے و قیاس کو فقہ مین حرام جانتے تھے اگر چہ ابو حنیفہ امام جعفر صادق کے پاس آئے امام نے ابو حنیفہ سے کہا کہ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ تم قیاس کرتے ہو فقہ مین حالانکہ قیاس نہ کرنا چاہئے اول جسنے قیاس کیا وہ ابلیس تہا -

غالباً یہ کلام شیعوں کے امام علیہ السلام کا سنیوں کے عالم کو اس وجہ سے پسند ہوا کہ آپ مین لفظ ابلیس قیاس کنندہ فقہ کی بابت واقع ہوا ہے اور چونکہ امام علیہ السلام مخاطب تھے ابو حنیفہ سے اسلئے سمجھون نے یہ سمجھا کہ امام نے ابو حنیفہ کو ابلیس کہا ہے اور ابلیس وہی لفظ ہے جو ابو حنیفہ نے ابو بکر کے ایمان کی نسبت استعمال کیا تہا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ کے خیال مین مسئلہ قیاس کی ایجاد حضرت ابو بکر سے ہوئی تھی اور پہلے قیاس کے موجد حضرت ابو بکر ہین کہ جنہون نے محض قیاس پر مسئلہ خم غدیر پر کو بالائے طاق رکہدیا اور خود خلیفہ بنگئے تھے - مگر اس ارشاد امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو حنیفہ مراد نہین ہوسکتے - آپنے اول قیاس کنندہ کو ابلیس ارشاد فرمایا ہے اور ابو حنیفہ نے ایمان ابو بکر کو ایمان ابلیس کہا ہے پس بہ نسبت ابو حنیفہ نمبر ۲ پر حضرت ابو بکر ہوئے اور حسب ارشاد صاحب اساۃ اللبیت تیسرے نمبر پر ابو حنیفہ ابلیس قرار پاتے ہین اور اگر اسی طرح فہرست

قیاس کنندگان قران یا فقہہ تیار کی جاوے تو نہ معلوم سنیون مین کسقدر ابلیس میزان مین آجاوینگی-
کیونکہ شیعون کے امام علیہ السلام نے صرف نمبر اول کے ابلیس کو بتا دیا تہا اور تعداد کی حد مقرر
نہین کی تھی اور یہ ارشاد امام سنیون کے علماء نے مستند قرار دیدیا ہی تو اسکے مستند تسلیم کرنے پر ہی خود
بخود یہ تسلیم ہوجاویگا کہ کوئی لسٹ ہی کہ جسمین پہلا نمبر ابلیس کا ہی-
پس جب سنیون کی حدیثون اور انکے علماء کی یہ حالت ہے تو بمقابلہ اسکے شیعہ کی حدیثون اور
شیعہ علماء کو چہوڑنا کہدینا بتعلیم مصنف کا تعصب نہین ہی تو اور کیا ہی ؏

فغانین آہین فریادین شیون ہین نالے ہین -
سناؤن درد دل طاقت اگر ہو سننے والے مین -

سوال نمبر ۷ - کیا عاشورہ محرم کے دن سوگ کرنا جائز ہے ؟

جواب - صاحب من - جائز یا ناجائز وہ بات یا وہ فعل ہوتا ہے جسکا ذکر قران مین ہو یا سنت
رسول سے ثابت ہو اور بس - شیعہ لوگ خدا اور رسول کے علاوہ بارہ امامون کے قول و فعل کو بھی
سنت کے برابر جانتے ہین لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہی کہ عاشورہ محرم کی یادگار منانے کا حکم نہ
قران مین ہی نہ سنت رسول سے ثابت ہی نہ امامون نے اسکا حکم فرمایا بلکہ ایک بڑے محقق کی کتاب سے
ثابت ہوا ہی کہ عاشورہ کی رسم ایک بڑے شیعہ امیر نے بغداد مین سب سے پہلا قائم کی ہی اسکا نام معز الدولہ
ہے اور مطیع خلیفہ عباسی کے وقت امر خلافت بغداد مین اسکو بہت کچھ اختیار حاصل تھی مذہب اسلام
مین سوائے خدا و رسول یا کسی امام کے حکم کے سوا کسی شخص کا دستور مسلمانون کے واسطے حجت نہین ہو سکتا نہ ایسے
دستور پر حکم جواز یا عدم جواز کا جاری ہو سکتا ہی-

جواب نمبر ۷ - شیعہ - یہ ایک ایسا سوال ہی جو بہت ہی مرتبہ معرض بحث مین آچکا ہے مگر
سوال و جواب سے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ کس فرقہ مین عاشورہ محرم سوگ کا دن ہی اور کس فرقہ مین عید کا
دن ہی پس اسکا دکھانا ضروری ہی کہ اسلام مین جو ایک فرقہ سنی مذہب ہے اوس فرقہ کے لئے روز عاشورہ
محرم عید کا دن ہی اور مین اپنے قول کی تائید مین چند سند اہلسنت والجماعت کے ان سے پیش
کرتا ہون - شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی اپنی سر الشہادتین مین لکھتے ہین روز عاشورہ اہل
حرم مین نالہ و شیون برپا تہا تو عورات نے سر کے بال کہول دئے تھے اونکے سرون پر خاک پڑی تھی

اپنے وارثون کے غم مین عورات موںہہ پر طمانچہ مارتی تہین سر پیٹ رہی تھین سینہ کوٹ رہی تھین۔ اسطرف تو اہل حرم مین ماتم حسین ہوتا تہا اور اہل حرم لوٹے جا رہے تھے اور اسیر کئے جا رہے تھے اوسطرف دربار یزید مین قتل حسین کی عید ہو رہی تھی۔ عبید اللہ ابن زیاد کا دربار اور شہر کوفہ مثل روز عید سجایا گیا تہا اور دربار یزید اور شہر شام مین جشن تھا اور آپس مین ملتے تھے اور اظہار عیش کر رہے تھے اور وہ لوگ کہ جنکے اجماع سے یزید خلیفہ ہوا تہا یزید کے ساتہہ جشن مین شریک تھے"۔

اس سے ثابت ہی کہ سنیون کے خلیفہ یزید نے شام مین روز قتل حسینؑ یہ جشن کیا اور اوسکی مملکت مین بنابر خوشنودی یزید جا بجا جشن ہوئے جب سنیونکے خلیفہ کے فعل اختیاری سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ خلیفہ نے روز قتل حسین جشن کیا اور دربار کیا کہ جو بادشاہون کے جشن کا طریقہ ہی تو روز عاشورہ محرم کی عید سنیون کے لئے ثابت ہوگئی۔ مین اس موقع پر وہ اشعار بھی ہدیہ ناظرین کرتا ہون جو بروز جشن قتل فرزند رسول یعنی حسین یزید نے دربار عام مین پڑہے تھے۔

وقعة الخزرج مع وقع الاسل	لیت اشیاخی ببدر شہدوا
جنہون نے واقعہ خزرج اور اسل کا دیکھا تہا	ای کاش آج میرے وہ بڑے بوڑہے ہوتے جو بدر مین شہید ہوگئے

اس شعر مین یزید یاد کرتا ہے اپنے بزرگونکو جو جنگ بدر مین جناب علی مرتضی کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے معہ اوس واقعہ کے جو خزرج پر متصل درخت اسل واقعہ گذرا تہا اب مین غزوہ بدر کے مختصر حالات لکھتا ہون۔ علماء اہلسنت سے منقول ہی غزوہ بدر اول فتوحات اسلام مین سے ہے کمال الدین بن طلحہ شافعی مطالب السئول مین اور علامہ بن یوسف الکنجی کفالت المطالب مین لکھتے ہین کہ بدر کی لڑائی آنحضرت صلعم کی بعثت مین ہجرت کے اٹھارہوین ۱۸ مہینہ سترہوین رمضان کو جمعہ کے روز واقعہ ہوئی اوسوقت علیؑ کی عمر ستائیس برس کی تھی اس روز علی اپنے بیخوف دل سے اور اپنی ثابت قدمی سے اس دریا کے منجدھار مین غوطہ لگاتے تھے اور تلوار کی تیزی سے دشمنون کی گردنین قلم کر رہے تھے اور ابو محمد عبد الملک مقام نے اپنی کتاب سیرۃ النبوہ مین نقل کیا ہے کہ مشرکین کے جنگ آورون مین سے جن کو علیؑ نے بذات واحد یا کسی کی شرکت سے قتل کیا ہی ۲۱ شخص ہین ان مین سے ۹ آدمیون پر تمام ناقل اخبار متفق ہین کہ اونکو تنہا علیؑ نے قتل کیا ہے اور یہ قول بغیر کسی اختلاف کے ہے اور چار شخص ایسے ہین جنکو آپنے دوسرونکی شرکت سے قتل کیا ہی اور آٹھ ایسے ہین جنکی نسبت اختلاف ہی کہ آیا اون کو علیؑ نے قتل کیا یا کسی دوسرے نے پس

وہ شخص کہ جسکو علیؑ نے بلا شرکت غیری قتل کیا ہے جس مین کسی عالم مذہب اہل سنت کو اختلاف نہین ہے وہ یہ ہین ولید بن عتبہ بن ربیعہ معاویہ بن ابی سفیان لعینی یزید کے دادا کا ماموں اور یہ بڑا شجاع اور جری شخص تھا۔ عاص بن سعید بن عاص بن امیہ یہ شخص بھی یزید کے رشتہ کا دادا تھا۔ عامر بن عبد اللہ نوفل بن خویلد بن اسد یہ شخص قریش کے شیاطین مین سے مشہور تھا اور آنحضرتؐ کے ساتھ سخت عداوت رکھتا تھا اور قریش اسکو ہر ایک امر مین مقدم رکھتے تھے اور اپنا پیشوا سمجھتے تھے جناب رسول خداؐ نے اسکو دیکھکر شناخت کیا اور خدا سے نوفل کے شر سے بچنے کی دعا کی اور علیؑ نے اوسکو قتل کیا۔ مسعود بن شعبہ ابو قیس بن الفاکہ عبد اللہ بن المنذر بن ابی رفاعہ عاص بن المنبہ بن الحجاج حاجب ابن سائب

اور بقول علماء اہل سنت وہ لوگ کہ جنکو علیؑ نے بشراکت دیگرے قتل کیا ہی یہ ہین۔ حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب معاویہ کا بھائی عبیدہ ابن الحارث ربیعہ عقیل بن الاسود بن المطلب

اور بقول اہلسنت وہ آدمی کہ جنکو علیؑ نے قتل کیا یا کسی اور نے وہ یہ ہین۔ نعیم بن عدی بن نوفل یہ بھی تمام گمراہوں کا سردار تھا عمیر بن عثمان عمرو بن قیس حرملہ بن عمر قبیس ابن الولید ابن المغیرہ ابو العاص بن القیس اوس الجمحی عقبہ بن المعیط ابن معاویہ بن عامر

رافع غلام جناب رسول خدا صلعم سے روایت ہی کہ جب بدر کے روز صبح کو لوگ اوٹھے قریش صف بستہ کھڑے تھے ان سب کے آگے عتبہ بن ربیعہ اور اوسکا بھائی شیبہ اور اوسکا فرزند ولید کھڑے ہوئے تھے عتبہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ یا محمدؐ آپ ہمارے قریش کے بھائیون مین سے روانہ کرد انصار مدینہ سے تین جوان انکے مقابلہ کو نکلے عتبہ نے کہا تم اپنا حسب نسب بیان کرد اونہون نے بیان کیا عتبہ نے کہا تم واپس جاؤ تم سے ہم نہ لڑینگے۔

ہمنے اپنے بھائی بندون کو طلب کیا ہے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے مقام پر واپس جاؤ اور فرمایا اے حمزہ اے علی اے عبیدہ تم جاؤ اور اوس سچائی پر جسپر خداوند تعالے نے تمہارے بیٹے کو مبعوث کیا ہے اونسے لڑو پس یہ حضرات اونکے مقابلہ کو چلے انکے سرون پر خود تھے کفار نے انکو نہ پہچانا عتبہ نے کہا کہ تم کون ہو اگر تم قریش سے ہو تو ہم تم سے جنگ کرینگے ورنہ نہین۔ جناب حمزہ نے جواب دیا مین حمزہ بن عبد المطلب ہون عتبہ نے کہا تم کفو کریم

ہو۔ جناب علی نے کہا میں علی بن ابیطالب ہوں اور جناب عبیدہ نے کہا میں عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب ہوں۔ یہ سنکر عتبہ نے اپنے فرزند سے کہا کہ اے ولید اوٹھ اور علی سے جنگ کر آپ اوسوقت چھوٹی عمر کے تھے اپنے ساتھیوں میں سے پس دونوں کے وار چلے ولید کا وار خالی گیا اور جناب علی کا وار ولید کے دست چپ پر پڑا اور وہ کٹ گیا پھر آپ نے دوسری ضرب ماری ولید کو دو ٹکڑے کر کے پھینکدیا۔ عتبہ جناب حمزہ سے لڑا جناب حمزہ نے اوسے قتل کیا اور شیبہ جناب عبیدہ سے لڑا آپ ساتھیوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے دونوں میں باہم ضربیں چلیں شیبہ کی تلوار سے آپکی پنڈلی کٹ گئی جناب علیؑ اور حمزہؓ نے آپکو چھوڑا لیا۔

سیرۃ النبوۃ میں یہ تذکرہ ہے کہ جنگ بدر میں علی کی عمر ۲۷ برس کی تھی ولید بن عتبہ جو بڑا شجاع اور بہادر تھا علی سے لڑا اور علی نے اوسکو قتل کیا اور پھر عدی اور پھر نوفل کو قتل کیا جو قریش کے شیطانوں میں سے تھا۔ اسی طرح آپ ایک کے بعد ایک کو قتل کرتے تھے یہانتک کہ آپ نے نصف قتل کئے اور کل مقتول ستر تھے اور نصف دیگر نے قتل کئے۔

علماء اہل شیعہ نے لکھا ہے کہ اس لڑائی میں ستر شخص مشرکین سے مارے گئے اور ستر اسیر ہوئے تھے اور مشرکین مقتول میں سے ستائیس کو تنہا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب نے قتل کیا تھا اور باقیوں کو یعنی ۴۳ مشرکین کو دیگر مسلمان اور ملائکہ نے قتل کیا تھا۔

میں اسموقع پر ضرورتاً قران شریف کی ایک آیت ہدیہ ناظرین کرتا ہوں جو اسی جنگ کے موقع پر ارشاد حق ہوا ہے۔ اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم وما النصر الا من عند اللہ ان اللہ عزیز حکیم

ترجمہ جسوقت استغاثہ کیا تمنے پروردگار اپنے سے پس قبول کیا خدا نے تمہاری دعا کو کہ میں تمہاری مدد کرنیوالا ہوں ایکہزار فرشتہ سے جو پے درپے آوینگے اور نہیں کیا ہے اس مدد کو ملائکہ کے یا تم خدا نے مگر بشارت تمہارے واسطے تاکہ آرام پاویں دل تمہارے اور فتحیاب ہونا دشمن پر صرف خدا کیطرف سے اور اوسکی حکم سے ہے اور تحقیق خدا ہر چیز پر غالب ہے اور سب کام اوسکے حکمت سے ہیں

اور اسی جنگ میں جناب رسول خدا نے جناب علیؑ سے ارشاد فرمایا تھا کہ سنگریزے چن کر لاؤ چنانچہ لائے حضرت نے ایک مٹھی سنگریزوں کی کفار کی جانب پھینکدی جسکے ماتھے پر وہ سنگریزہ لگا وہ مشرک ہی فی النار ہوا جسکی خبر قران پاک میں اسطرح فرمائی گئی ہے

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمے ترجمہ یعنی ای محمد تو نے وہ سنگریزہ نہین پہینکے بلکہ وہ خود خدائے تعالے نے پہینکے ہین۔

آیتہ اول سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ بدر مین بنابر امداد رسول خداؐ خداوند تعالے نے ہزار فرشتے نازل فرمائے کہ جنہون نے لشکر اسلام کی مدد کی چونکہ یہ پہلی جنگ تہی اور فریق مخالف کی طرف بہت ہی نامور اور جنگجو شہر کہتے ہادی اسلام کو ضرورت واقع ہوی امداد خدا کی چنانچہ خدا نے بذریعہ ملائک کے امداد فرمائی نیز اون پتہرون کو جو رسول خدا نے اپنے دست مبارک سے مشرکین پر مارے تہے اوس ہاتہہ کو خداوند تعالے اپنا ہاتھ فرماتا ہے مگر خلیفہ رسول یزید اپنے کشتون کو اپنی شعر مین لفظ شہید سے یاد کرتا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سینون کا خلیفہ رسول خداؐ کی جنگ (جہاد) کو حق بجانب نہ جانتا اور اونکو کافر اور مشرک سمجہتا تہا اور اسیوجہ سے اپنے بزرگوار دن کو جو بدر مین قتل ہوئے حق بجانب تسلیم کرتا تہا بدین وجہ اون کے لئے یزید نے لفظ شہید بولا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ لفظ شہید اسلام کے اون کشتگان کے واسطے استعمال ہوتا ہی جو مشرکین اور کفار کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہین اور اس سے ثابت ہے کہ سینون کا خلیفہ یزید جنگ بدر کو جو منجانب اسلام ہوئی مشرکین کی جنگ خیال کرتا تہا اور ہادی اسلام کو جو اوس جنگ کا سردار تہا مشرک اور کافر سمجہتا تہا۔

سینون کے خلیفہ یزید کا دوسرا شعر

لست من خندف ان لم انتقم	من بنی احمد ما کان فعل
مین قبیلہ خندف کیطرح نہین ہون کہ مین بدلا نہ لیتا	اولاد احمد سے جو کچہ اونہون نے کیا تہا

سینون کے خلیفہ یزید کا تیسرا شعر

لعبت ہاشم بالملک فلا	خبر جاء ولا وحی نزل
بنی ہاشم نے ملک مین ایک کہیل کہیلا تہا	نہ کوئی خبر اون کے پاس آئی نہ وحی نازل ہوی

یہ شعر تو بہت صاف ہے سینون کا خلیفہ رسول خداؐ کو نبی جانتا تہا نہ قائل وحی تہا۔

سینون کے خلیفہ یزید کا قطعہ جسمین دو شعر نمبر وار ہین

فجزیناہم ببدر مثلہا	وباحد یوم احد فاعتدل
قد اخذنا من علی ثارنا	وقتلنا الفارس اللیث البطل

ہمنے بدر واحد کی مانند جزا دیدی اور علی سے اپنا بدلہ لیلیا اور اونکے شہسوار کو قتل کیا جو بہادر تھا

لو رادہ کالاستہلو فرحا ثم قالو یا یزید لا تشل

اگر اس انتقام کو میرے بزرگ دیکھتے تو وہ یہی کہتے کہ اے یزید تیرا ہاتھ نہ کھلے

وکذاک الشیخ اوصانی بہ فاتبعت الشیخ فیما قد سئل

اور یہی مجھکو میرے شیخ کی وصیت ہی پس میں اپنے شیخ کا اتباع کرتا ہوں

غالباً شیخ سے مراد یزید اپنے پدر عالیمقدار معاویہ سے لی ہے اگر چہ یہ تمام اندیشہ ہم کنندگے مصداق ہوئی ہیں - اگرچہ ہمنے ایک نظیر دیدی ہے کہ روز عاشورہ محرم سنیون کے ہاں روز عید ہے مگر مزید احتیاط اور دو ایک نمونہ سنیون کے ہاں سے پیش کئے جاتے ہیں - سنیون کے غوث اعظم عبد القادر جیلانی اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں کہتے ہیں کہ روز عاشورہ محرم روز عید ہی -

سنیون کے عالم محمد جہانگیر خانصاحب اپنے اظہار الہدی صفحہ ۱۳۳ پر تحریر کرتے ہیں - جب مسلمان محرم کا چاند دیکھیں اس ماہ کو متبرک سمجھیں اس ماہ میں یزید نے خون عثمان کا بدلا امام حسین علیہ السلام سے لیا ہے اور اس یزید کو اس مہینے میں فتح نصیب ہوئی ہی -

عاشورہ کے دن روزہ رکھیں نوافل پڑھیں غسل کریں علما سے ملیں تحفہ جون کو قبی سبیل اللہ صدقہ دین اور باہم مسلمانون سے ملیں اور ان اعمال بد سے بچیں مثل مرثیہ سننے سینہ کوٹنے سر پیٹنے سر کھولنے پھس اوڑانے ماتم کرنے - نذر حسین سبیل رکھنے فاقہ سے رہنے یا برہنہ پھرنے زمین پر لیٹنے وغیرہ سے ان تمام اسناد سے ثابت ہی کہ سنیون کے ہاں روز عاشورہ محرم روز عید ہے -

شیعون کے ہاں بیشک روز عاشورہ محرم مصیبت کا دن ہی کیونکہ وہ پیرو رسول خدا اور علی مرتضیٰ اور اونکی اولاد میں جو ائمہ طاہرین ہوئے ہیں وہ اونکو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں اور اونکے غم کے زمانہ میں غم کرتے ہیں اور جو کچھ کہ مناسب حال ہوتا ہے وہ کرتے ہیں اور قاتلان حسین ع اور اونپہ جو باعث قتل امام حسین ع ہوئے تبرا کرتے ہیں -

شیعہ فرقہ کا کیا بگڑ جاتا جو ان اعمال کو بجالانا اپنا فرض عینی جانتا ہے حتیٰ کہ معصوم بچہ تک سیاہ لباس پہنکر اظہار غم کرتے ہیں -

میں اس امر کو تو دکھا چکا کہ روز عاشورہ محرّم سُنیوں کے ہاں روز عید ہے۔ اور شیعوں کے ہاں روز غم واندوہ۔ مگر اس ضمن میں مصنف مرزائی نے ایک عجیب فقرہ تراشا ہے۔ کہ عاشورہ محرم کی یادگار منانے کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ سنت رسوؐل سے یہ ثابت ہے۔ مصنف کو اس یادگاری فقرہ کا سب سے پہلے سنیوں پر اعتراض کرنا چاہیئے تھا۔ جو انکے ہم ملّت تھے۔ اور اگر یادگار منانا عیب ہے تو سب سے پہلے اپنے دامن کو اس عیب سے پاک وصاف کیا ہوتا۔ پھر فرقہ شیعہ کی طرف توجہ کی ہوتی۔

سُنّی موجودہ زمانہ میں اسقدر یادگاریں مناتے ہیں کہ جنکا شمار طول اعمل ہے۔ اور بمقابلہ انکے عشرہ محرم کی یادگار بہت کم ہے۔ مگر میں تمثیلاً چند کا تذکرہ کرتا ہوں۔

ایک یادگار تو سنیوں میں ایسی منائی جاتی ہے کہ گویا ان کے چھٹی میں پڑچکی ہے اور وہ گیارہویں شریف ہے۔ کوئی اعلےٰ سے لیکر ادنےٰ سُنّی ایسا نہ ہوگا۔ جو اس کے مزے سے واقف نہوگا۔ یادگار تو سالانہ ہُوا کرتی ہے۔ مگر یہ تو وہ ماہواری عارضہ ہے۔ کہ ہر سُنّی کے گھر میں دسویں ختم ہوئی نہیں اور گیارہویں کو موجود۔ نذریں ہوتی ہیں۔ نیازیں ہوتی ہیں۔ اور جب گیارہ مہینے ختم ہوجاتے ہیں۔ تو ربیع الثانی کی گیارہویں جو سالانہ یادگار کا دن ہوتا ہے۔ اس روز تو سُنّیوں میں وہ جوش وخروش ہوتا ہے کہ شاید کوئی گھر سُنّی کا ایسا نہ ہوتا ہوگا۔ کہ چار ٹکے اس یادگار میں صرف نہ ہوتے ہوں۔ ممالک پنجاب میں چند جگہ مختصراً اس کی یادگار منائی جاتی ہے۔ مگر لودھیانہ میں جس جس عقیدت سے یہ یادگار منائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں دوسرا مقام اس کے مقابل نہ ہوسکیگا۔ اسی کا نام روشنی کا میلہ رکھا گیا ہے۔ سال بھر کے بچھڑے ہوئے یہاں ملتے ہیں۔ دلکی مرادیں پُوری ہوتی ہیں۔ شیخ عبدالقادر صاحب کے مزار کی نقل بھی یہاں بنائی ہوئی ہے۔ اور مثل ہندوؤں کے معابد دنکے جھنڈا بھی یہاں کھڑا ہُوا ہے۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ یہ شخصاحب کی یادگار نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اور یہ یادگار کس عمل خیر کا نمونہ ہے۔ کونسا کام شخصاحب سے ایسا صادر ہُوا تھا۔ کہ جسکی جلو میں انکی یادگار قائم کیگئی ہے۔ اس یادگار کے واسطے قرآن میں کوئی سند ہے یا سنت رسُول کا تتبع کیا جاتا ہے۔ یہ ہندوستان سے لیکر عرب تک ایسی

یادگار منائی جاتی ہے - کہ اس یادگار نے حضرات ابوبکر و عمر کے نام کو خاک میں ملا دیا ہے کہ جو اسلام میں سُنّیوں کے پہلے پیر ہیں - مگر تعجب ہے کہ انہیں دستگیر کا لقب عطا نہ ہوا - اور شیخ عبدالقادر صاحب کو ہوگیا - اور نہ یہ مثل شیخ صاحب غوث اعظم کہلائے گئے -

اب میں ایک مختصر فہرست سُنّیوں کے ان پیروں کی دیتا ہوں کہ جنکی سالانہ یادگاریں منائی جاتی ہیں - عرس[1] فریدالدین - عرس[2] شیخ عباد اللہ - عرس[3] ثناراللہ - عرس[4] مجدد الف ثانی - عرس[5] خواجہ منتخب الدین - عرس[6] حسام الدین - عرس[7] منتخب علی - عرس[8] پیر انگلیر - عرس[9] شاہ صفی - عرس[10] فضل الرحمٰن - عرس[11] شاہ قلندر - عرس[12] شاہ نظام الدین - عرس[13] شاہ محمد کاظم عرس[14] شاہ تراب علی قلندر - عرس[15] واجد علی قلندر - عرس[16] جمال الدین - عرس[17] کرامت - عرس[18] ابومحمد ارغوان - عرس[19] حاجی امداد اللہ - عرس[20] خواجہ اجمیری - عرس[21] خواجہ کوہ مولا - عرس[22] خواجہ شاہ عالم - عرس[23] بندگی شاہ سکندر آبادی - عرس[24] شرف الدین - عرس[25] ابوتراب منصور - عرس[26] شاہ سلیم چشتی - عرس[27] حیدر علی قلندر - عرس[28] نظام الدین کاکوری - عرس[29] شاہ متقی سنبھل عرس[30] سید محمد گیسو دراز - عرس[31] محمد صالح - عرس[32] گلبرگہ - عرس[33] شاہ علی تقی - عرس[34] علاء الدین - عرس[35] عبداللہ شاہ مرشد ابوالعلا - عرس[36] ابوالعلا آگرہ - عرس[37] سرور سلطان - عرس[38] شاہ سبط علی قلندر - عرس[39] مصلح الدین اکبرآبادی - عرس[40] شاہ بلاقی مرادآبادی -

یہ تو وہ یادگاریں سالانہ ہیں کہ جنکا جنتری میں اشتہار ہوتا ہے - نہ معلوم کسقدر ایسی ہونگی کہ جو مشتہر نہ ہوتی ہونگی - تعجب ہے کہ مصنف مرزائی کی ان چالیس پر رگِ تعصب پھڑکی اور حسین[1] نواسۂ رسولؐ کی سالانہ یادگار پر پھڑک اٹھی - تاریخ بتا رہی ہے کہ ہندوستان میں اسلامی ترقی کے کہیں بعد شیعہ مذہب ظاہر ہوا ہے (دیکھو تاریخ فرشتہ) پس رسم سالانہ یادگاریں منانے کے سُنّی موجد ہوئے ہیں نہ شیعہ - پس اگر یہ فعل قبیح ہے تو پہلے اپنے اگلے پچھلوں پر الزام دو پھر شیعوں کی طرف متوجہ ہونا - یا یوں کہو کہ سُنّیوں نے یہی معزالدولہ سے تخم سالانہ یادگار کا حاصل کر کے زمین ہند میں لو دیا ہے خود بنظر تحقیقات سُنّیوں کے عُرس ہائے مذکورہ بالا میں سے چند عرس دیکھے ہیں - عرس اجمیر یہاں کی حالت تو نہایت قابل افسوس ہے - میں نے چند مسلمانوں کو دیکھا کہ مقبرہ کے آس پاس کے درختوں میں اپنی گرہ دنیں باندھے ہوئے

کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم تو خواجہ سے سو روپیہ لینگے۔ کوئی دو سو کا سوال کر رہا تھا کوئی پانچسو کا۔ کوئی اولاد کا سوال کر رہا تھا۔ کوئی اپنے کسی مقصد کا کوئی کسی مقصد کا۔ کیا اسلام نے یہ جائز کر دیا ہے۔ کیا قرآن نے یہ فتویٰ دیدیا ہے۔ کہ اپنی حاجت سوائے خدا کے کسی دوسرے سے طلب کرو۔ اگر دیدیا ہے تو وہ آیت پیش کرو۔ اگر کوئی آیت قرآنی اس کے جواز میں نہیں ہے تو پھر شرک کسکو کہینگے۔ کہ جسکا اسلام میں عام رواج پایا جاتا ہے اور معاذ اللہ رنڈی بھڑوونکا تو یہاں اسقدر ہجوم ہوتا ہے کہ انکے درمیان سے نکلنا کچھ وہاں کے زائرین کو پسند ہوتا ہے۔ جن امرا سنیونکی اجمیری صاحب کے ہاں سے مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ وہ وہانکی دیگوں میں پلاؤ پکا کر تقسیم کراتے ہیں۔ اُن دیگوں میں بلا سیڑھی لگائے کوئی اُتر ہی نہیں سکتا۔ پس جسکی مراد پوری ہوتی ہے۔ وہ تو خواجہ کی صفتوں کے آگے خدا کو بھی بھول جاتا ہے۔ پیران کلیر میں مسئلہ گلو بندی کا نو رواج نہیں ہے۔ مگر رنڈی بھڑوے قوال اجمیر سے یہاں کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ تین شبانہ روز خوب ناچ رنگ ہوتے ہیں مقبرہ کی ایک سمت رنڈیوں کے طبلہ کی دھمک۔ دوسری سمت قوالونکی ڈھولک کی کھڑک وہ غضب ڈھاتی ہے کہ پُرانے پُرانے عمر کے مسلمان گیروا رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے حالت وجد میں آکر خلائق موجودہ کو اپنا تماشہ دکھاتے ہیں۔ وہ گولر کا درخت کہ جسکے سایہ میں کہا جاتا ہے کہ سُنّیونکے پیر مذکور نے عبادت کی تھی۔ اسکا تخم اگر کسی کو ملجاتا ہے تو وہ صاحب نصیب تصوّر ہوتا ہے۔ جس بدنصیب کو اس کا تخم نہیں ملتا۔ وہ بوجہ برکت کے اس درخت کے پتّے ہی کھسوٹ لیتا ہے۔ عقیدتمندوں کا بس نہیں چلتا ورنہ وہ تو درخت کی ٹہنی تک ہضم کر جاویں۔ یہاں پیر کی قبر کو غسل دیا جاتا ہے۔ اسوقت کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔ سُنّی اس پانی کو آب زمزم تو کیا آبحیات سے بھی کہیں بڑھکر سمجھتے ہیں۔ کیا مجھکو اس موقعہ پر یہ سوال کرنا نامناسب ہوگا۔ کہ ایسی یادگار منانے کیواسطے سُنّیوں کو خدائی پروانہ مل گیا ہے یا رسولؐ کا یا ابوبکر یا عمر کا کہ جنکے وہ مقلد یا مطیع ہیں۔ عرس فرید شکر گنج یہاں تو گویا سُنّی مسلمانوں کو بہشت اور دوزخ تقسیم ہوتا ہے۔ یہاں ایک موری ہے۔ جو اسمیں سے نکل گیا وہ داخل جنّت ہوگیا۔ جو نہ نکلا جہنّمی۔ کیا ایسے ہی باعقیدہ ہزاروں مسلمانوں کو شارع اسلام نے یہ سبق

پڑھایا تھا۔ کہ وہ دنیا ہی میں کھڑکی سے نکلتے ہی جنت میں داخل ہو جاوینگے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس جنت کے داخلہ نے خدائی جنت کو بھی بھلا دیا۔ واہ رے سُنّیو واہ۔

میں حق بات کہے بغیر نہ رہونگا۔ مینے منجملہ اور عُرسوں کے مجدّد الف ثانی کا بھی عُرس دیکھا۔ یہ عرس ان تمام لغویات سے پاک وصاف ہے کہ جو اوروں میں ہے۔ یہاں سوائے قرآن خوانی کے یا مجالس میلاد شریف کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ رنڈی اور قوال تو درکنار یہاں کوئی عورت بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ عُرس ضرور اپنے اصول کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ مگر یارلوگوں نے یہاں بھی حاشیہ چڑھایا۔ ایک چھوٹی سی گلی ہے جسکو جنت کی گلی کہا جاتا ہے میں بھی اسمیں گیا ہوں۔ اور وہ بہ نسبت دیگر مقامات کے سرد ضرور تھی۔ مگر وہ موسم اچھی سردی کا تھا۔ انشاء اللہ میں مئی جون کے مہینوں میں بھی جاکر دیکھونگا کہ اس کا وہ سرد اثر ان ایّام مین بھی باقی رہتا ہے یا نہیں۔

نظر بران اسمیں کوئی بُرائی نہیں ہے کہ ہر شخص اپنے عقیدہ کے موافق اپنے بزرگوں کو سال بھر میں ایک دفعہ یاد کرلے۔ اور رسم ورواج ایک ایسی زبردست قوت ہے کہ وہ زبانی جمع خرچ سے تو کیا قانون سے بھی نہیں ٹوٹ سکتی۔

سوال نمبر ۸ ۔ امام کے غم میں تعزیہ داری اور گریہ وزاری کرنیسے تو بڑے بڑے ثواب پہنچتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اہلسنت اس غم میں شریک ہونا پسند نہیں کرتے۔

جواب نمبر ۸ ۔ بزرگانِ دین کی اموات پر اس خاص وقت وفات میں افسوس کرتے ہیں تو کوئی حجت وانکار نہیں۔ لیکن شیعوں کی طرح ہمیشہ اور سال بسال تعزیہ داری کرنا تعلیم اسلام کے برخلاف ہے۔ بلکہ قومی اور مذہبی پیشواؤنکی ایسی یادگاریں قائم کرنا اہل ہنود اور قدیم مصری اور یونانی اور رومی اور نصاریٰ کا دستور چلا آتا ہے۔ اسلامی بزرگوں کی یادگار قائم کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ مسلمان گو کہ تقویٰ اور خوف خدا اور عبادت الٰہی میں سرگرم رہیں۔ اور بس اگر ایسی یادگاریں مسنون ہوتیں تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ والسلام کی وفات کا دن مقدم مسلمانوں میں بطور یادگار قائم کیا جاتا۔ شیعوں نے جو امام کی شہادت کا دن بطور یادگار کے قائم کرلیا ہے۔ تو یہ انکی اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر ہے

اور اوپر بتلایا گیا ہے کہ معزالدولہ کی بدعت کی تقلید ہے۔ پھر جبکہ شیعوں ہی نے امام کو شہید کیا تو لازم ہے کہ اس شہادت پر رونے کی تکلیف بھی شیعہ اپنے آپ کو ہی دیا کریں مگر وہ یاد رکھیں کہ قتل حسینؑ کا داغ اس رونے دھونے سے شیعہ جماعت کے دامن سے ہرگز دُھل نہیں سکیگا۔ خواہ وہ رو رو کر آنسوؤں کے دریا بہا دیں۔ یا ماتم میں پیٹ پیٹ کر اپنی چھاتیاں سُوجا دیں۔ اہلسنت بیچاروں کو ناحق اس بارہ میں ملامت کیا جاتا ہے۔ ان کا کیا قصور ہے۔ ان کا اعتقاد تو قرآن پر مضبوط ہے۔ اور راسخ ہے۔ خداوند کریم فرماتا ہے۔ کہ شہدا کو مردہ مت کہو وہ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ اور خوش ہیں۔ امام حسین علیہ السلام بھی شہید ہیں۔ اور خدا کے فضل و انعام سے جنت میں راضی خوشی ہیں۔ اس واسطے اہلسنت بھی اس ارشاد آلہی پر یقین کامل رکھتے ہوئے اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں اور وہ پسند نہیں کرتے کہ قاتلان حسینؑ کے ہم مشرب گروہ میں شامل ہو کر بوڑھی عورتوں کی طرح شور و واویلا کریں۔ نیز یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ بدعات محرم اور مرثیہ خوانوں کی قابل نفرت خلاف بیانیوں کی اصلاح کے واسطے خود علمار شیعہ کی طرف سے بھی کتابیں شایع ہونے لگی ہیں۔

جواب نمبر ۸ ۔ منجانب شیعہ:۔ سوال تو صرف یہ تھا کہ باوجودیکہ حسینؑ کے غم میں گریہ و زاری بہت کچھ ثواب ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے کہ سُنّی اس غم میں شریک ہونا پسند نہیں کرتے۔ مگر جواب کا پہلو سوال سے بالکل علیحدہ ہے۔ بہرکیف میں مصنف کے سوال اور جواب دونوں کا جواب دیتا ہوں۔ مصنف نے اس امر کو تو تسلیم کیا ہے کہ خاص وقت وفات پر بزرگان دین کے لئے افسوس کرنے میں انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر انکار اس امر کا ہے۔ کہ مثل شیعوں کے سال بسال تعزیہ داری کرنا خلاف تعلیم اسلام ہے۔ میں ناظرین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اسلام میں سب سے زیادہ بزرگ آنحضرتؐ ہیں۔ تاریخ پیش نظر کر کے یہ دیکھ لیا جاوے کہ سُنّیوں کے پیشواؤں نے یعنی ابوبکر و عمر صاحبان نے وفات رسولؐ پر عین وقت وفات کچھ افسوس ظاہر کیا یا نہیں۔ اگر کیا ہو تو کسی تاریخ سے بتا دیا جاوے کہ یہ دونوں جو سُنّیوں کے گُرو جی ہیں آنحضرتؐ صلعم کے غسل میں کفن میں دفن میں شریک ہوئے۔ ہر تاریخ یہی کہیگی کہ نہیں ہوئے۔ بلکہ جسوقت علیؑ مرتضیٰ تجہیز و تکفین آنحضرتؐ میں مشغول تھے۔ یہ دونوں سقیفہ

میں موجود تھے۔ اور وہاں خلافت پر لپاڈُکی ہو رہی تھی۔ ان کو اپنے حلوے مانڈونکی پڑی ہوئی تھی۔ ان کو کیا غرض تھی کہ یہ رسول صلعم کے تجہیز وتکفین میں شریک ہوتے۔ یا اظہار رنج کرتے۔ رسوؐل کے مرنے کی تو ان دونوں کو خوشی تھی۔ کہ رسوؐل کی آنکھ بند ہوتے ہی خلیفہ جی بنگئے۔ بادشاہ ہوگئے۔ مگر سخت دلی تو اسی کو کہتے ہیں کہ ان دونوں کی صاحبزادیاں رسوؐل کے عقد میں تھیں وہ بھی تو اس روز رانڈ ہوگئی تھیں۔ ان کے سر پر بھی تو دست شفقت نہ پھیرا۔ خیر ام المومنین حفصہ تو مثل اپنے والد بزرگوار قوی الجسہ اور تُند مزاج تھیں۔ مگر ام المومنین عائشہ تو کمسن تھیں۔ کیوں انکے باپ نے ایسے شدید وقت میں کہ جب وہ رانڈ ہوئیں انکی تسلّی نہ کی۔ اس سے زیادہ سخت دلی اور کیا ہوگی۔ کہ جبکی مثال نہ اہل ہنود میں ملتی ہے۔ نہ مصریوں میں نہ نصاریٰ میں۔ اگر یہی تعلیم اور ہمدردی اسلام ہے کہ رسوؐل کے جنازہ کی خبر نہ لی۔ اپنی لڑکیوں کو پُرسا نہ دیا۔ اور ہوس خلافت میں سقیفہ میں پہنچگئے۔ تو ایسی تعلیم اور ہمدردی اسلام کو سلام ہی کہنا ٹھیک ہے۔ کیا علاوہ اسلام کے دیگر قوموں میں کوئی برگذیدہ یا بادشاہ نہیں مرتا کیا اس کے متابعین مثل ابوبکر وعمر کے جنازہ یا ارتھی چھوڑکر چلے جاتے ہیں۔ یا رسوؐل کے انتقال کے بعد دفن تک حد سے حد ایک پہر گزرجاتا۔ اسقدر قلیل عرصہ میں کسی بادشاہ کا خطرہ تھا یا اسلام پر چڑھائی تھی یا توپ لگی ہوئی تھی۔ کہ رسوؐل کو بلا کفن ودفن چھوڑکر سقیفہ سازی شروع کیگئی۔ یہی حالت اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ مصنف نے جو یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ بندگان دین کی اموات کے وقت افسوس کرنا مناسب ہے۔ بالکل جھوٹ ہے۔ بلکہ ابوبکر وعمر نے اسلام میں یہ سنت جاری کردی ہے کہ وقت وفات پر بھی افسوس نہ کیا جاوے۔ پس میں کیونکر سمجھونگا کہ سُنّی سنت ابوبکر وعمر کو چھوڑ دینگے۔ بلکہ وہ تو اُسے گلے کا ہار بنائینگے۔ وہ تو مطلق کسی کے مرنے پر غم نہ کرینگے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب سُنّیوں نے رسوؐل کے مرنے کا غم نہ کیا۔ تو ان کے نواسہ کے قتل ہونے کا کیونکر غم کرسکتے ہیں۔ میں نمبر ۲ میں سال بسال تعزیہ داری کرنے کا حوالہ دے آیا ہوں۔ بدینوجہ یہاں اس پر بحث فضول ہے۔ مصنف خود قدیمی دستور کا قائل ہے۔ کہ سالانہ یادگاریں یہود اور مصری اور یونانی اور نصاریٰ میں ہوتی ہیں۔ پس ایسے دستور کی بابت جو یادگاریں قائم ہوتی ہیں وہ وہ شخص کیا کرتے ہیں کہ جنکو متوفی سے کچھ محبت یا ہمدردی ہو۔ پس اگر اقوام بالا میں ایسے دستور

پائے جاتے ہیں تو وہ قابل ملامت نہیں ہوسکتے۔ ہاں سُنّیوں کے واسطے قابل ملامت یہ بات ضرور ہے کہ حسب قول مصنف اُنھوں نے اپنے رسُول کی یادگار کا کوئی دن بھی قائم نہ کیا۔ رسُول کے واسطے چند موقعہ قابل یادگار تھے۔ مثلاً پیدائش رسول صلعم۔ تبلیغ رسالت۔ فتوحات اسلام۔ وفات آنحضرتؐ۔ مگر کیا کوئی سُنّی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ اُنکے ہاں ایسی کوئی یادگار قائم ہے۔ اس کا سبب صرف یہی ہے۔ کہ پیشوایان مذہب اہلسنت کو رسُول کیساتھ قلبی محبت نہ تھی۔ بلکہ ان کا ظاہرداری کا اسلام تھا۔ کہ جسکی خبر خود قرآنمجید میں خدا نے فرمادی تھی۔ (پارہ ۲۶۔ سورہ محمدؐ) رایت الذی فی قلوبهم مرض ینظرون الیك نظر المغشی علیه من الموت فاولی لهم طاعة وقول معروف ٥ **ترجمہ** دیکھا تونے ان لوگوں کو کہ دلونمیں انکے نفاق ہے دیکھتے ہیں تیری طرف بچشم یاس موت سے پس وائے ہے ان پر اور انکی باتوں پر۔ (آیتہ دوم پارہ ۶ مائیدہ) یا ایها الرسول لا یحزنك الذین یساعون فی الکفر من الذین قالوا امنّا بافواههم ولم تؤمن قلوبهم۔ **ترجمہ** اے رسول غمگین مت ہو ان لوگوں سے جو جلدی کرتے ہیں کفر میں اور گو کہ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ مگر دل اُن کے ایمان نہیں لائے۔

پس یہی تو تھے کہ جو رسُول کے مرنے کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ کب یہ آنکھیں بند ہوں اور کب ہم اپنا کام بنادیں۔ اور یہی سبب تو تھا کہ رسُول کو بلا کفن و دفن چھوڑ کر سقیفہ میں اجلاس کو گرم کر دیا۔ کیا یہ وہ جلدی نہیں کہ جو ایسی آیت میں خدا نے فرمائی ہے کہ اے رسُول تو غمگین مت ہو۔ جو بہت جلدی کرتے ہیں کفر میں۔ یہی تو زبانی مسلمان ہیں دلی نہیں ہیں۔ کفر کے معنے بدلجانا پھر جانا۔ لوٹ جانیکے ہیں۔ جو ہدایت خدا و رسُول سے پھر جاوے۔ اس کو کافر کہینگے۔ اور کافر مسلمانوں میں سے ہی ہوتے ہیں۔ چونکہ اس آیتمیں لفظ کفر واقعہ ہوا ہے۔ اس سے وہ مسلمان مراد ہیں۔ کہ جو کافر کہے جاوینگے۔ کیا ابوبکر و عمر نے رسُول کو ایسا غافل سمجھ لیا تھا کہ اُنھوں نے کوئی انتظام رسُول کی مرگ کے بعد کا نہ کیا ہوگا۔ اور کیا خدا و رسُول منتظر اس امر کے رہے ہونگے کہ تم بعد وفات رسُول مثل شتر بے مہار پھرو۔ جیسا کہ خدا خود فرماتا ہے پارہ ۲۹۔ سورۂ قیامت اَیَحسَبُ الاِنسَانُ اَن یُترَكَ سُدًی۔ کیا گمان کرتے ہیں انسان کہ وہ بغیر نگہبان کے

چھوڑ دیئے جاوینگے۔ کیا یہ آیت ثبوت اس امر کا نہیں ہے کہ خدا نے انسانوں پر نگہبان مقرر کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ کیا اس وعدہ میں یہ ارشاد ہے کہ زمانہ رسُول تک ہی تم پر محافظ رہیگا۔ اور بعد کو نہ ہوگا۔ مگر آنکھیں کھولکر دیکھو خدا فرماتا ہے۔ کل شئیٍ فضلاً تفصیلا ہر امر کو مفصل بیان کیا ہے ہمنے ساتھ تفصیل کے۔ اگر سنیّوں کے خدا نے اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا یا سُنیّوں کے رسُول نے اس سے لوگوں کو آگاہ اور مطلع نہیں کیا۔ تو معاذ اللہ اس سے زیادہ کذب سُنیّوں کے خدا کا اور کیا ہوگا۔ اور معاذ اللہ اس سے زیادہ دہوکا دہی سنّیوں کے رسول کی اور کیا ہوگی۔ کہ اس مرتے وقت تک اپنی امت کو یہ نہیں بتایا کہ کون میرے بعد تمہارا محافظ ہوگا۔ اور اسی وجہ سے ابوبکر وعمر کو ایسی جلدی پڑگئی کہ انہوں نے رسُول کا جنازہ چھوڑ دیا۔ غسل وکفن و دفن چھوڑ دیا۔ اور سقیفہ کیطرف گھوڑ دوڑ لگائی۔ اور اگر سنیونکے خدا و رسول سچے ہیں تو مجھے بتادیں کہ کسکو خدا اور رسُول نے محافظ دین اسلام چھوڑا تھا۔ مگر اسمیں یہ دِقّت واقع ہوگی کہ اگر تقرر محافظ تسلیم کرلیا جاویگا۔ تو پھر سقیفہ میں بگ ٹٹ جانا چہ معنی دار دکا مضمون ہوگا جب تمہارا ایک محافظ موجود تھا۔ اور جسکو خدا اور رسُول نے بتادیا ہوگا۔ تو تمکو یہ چاہئے تھا۔ کہ سقیفہ کا پھاٹک نہ کھولا ہوتا۔ اپنے رسُول کے کفن و دفن میں شریک ہوئے ہوتے۔ مراسم تعزیت بجالائے ہوتے مگر ایسا نہیں ہوا بدیںوجہ وہ ارشاد خدا ان کے حق میں پورا ثابت ہوگیا۔ کہ اے رسُول تو غمگین مت ہو ایسے لوگوں پر کہ وہ جلدی کرتے کفر میں یعنی پھر جاتے ہیں اس حکم سے جو ہمنے در بارہ محافظ صادر فرمایا ہے۔ یہ تو ہمارے قول کو جب تسلیم کرتے کہ اگر ان کے دل ایمان لاتے ان کا اسلام تو انکی زبان پر ہے۔ پس ایسے لوگ کیونکر رسُول سے محبت کرتے۔ کیونکر رسُول کی کوئی یادگار قائم کرتے۔ ان کو تو رسُول کی وفات کا دن روز عید تھا۔ گو رسُول نے انتقال کیا۔ انکی بیٹیاں رانڈ ہوگئیں۔ مگر سقیفہ کی بدولت خلیفہ جی تو بن گئے۔ پس رسُول کی یادگار نہ قائم کرنا سخت حملہ اسلام پر ہے کہ جسکے باعث وہی دونوں یعنی حضرت ابوبکرؓ وعمر ہوئے ہیں۔ حسینؑ کی یادگار قائم کرنا بیشک شیعونکی خوش اعتقادی ہے۔ معز الدولہ کا ذکر نمبر، میں کیا گیا ہے۔ اور سُنیّوں کی بدعتیں بخوبی اجمیر وغیرہ کے عرسوں میں دکھائی گئی ہیں۔ جو قابل شرم سُنّی مسلمانوں کے ہیں مگر ہاں اس موقعہ پر شیعونکی خوش اعتقادی ثابت کیجاتی ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ شیعہ فرقہ خدا

کو خدا اور رسول کو رسول اور بعد رسول ان کو جسکو خدا نے گروہ اسلام کیواسطے محافظ مقرر کیا تھا۔ ان کو انکے مرتبہ کے مطابق اپنا پیشوا سمجھے ہیں۔ اور شیعہ رسول کی خوشی میں خوشی کرتے ہیں۔ اور رنج کے موقعہ پر رنج کرتے ہیں۔ اور اس امر کا ثبوت مَیں کتب اہلسنت سے ہی دیتا ہوں کہ رسول غم حسینؑ میں غمناک ہوئے۔ پس اگر سنیوں کی کتابوں سے ایسا ثبوت مل گیا۔ تب تو تمام اسلام کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے۔ کہ وہ رسول کے غم میں شریک ہوں۔ اور ایسا ثبوت نہ ملا تو بیشک ان کا اعتراض شیعوں پر درست ہوگا۔ مگر اس غمناک ہونے سے پہلے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ محبت رسولخدا جو امام حسینؑ کے ساتھ تھی وہ بھی دکھائی جاوے۔ کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ جس سے محبت ہوگی۔ اسی کی تکلیف پر افسوس بھی ہوگا۔ از نزل الابرار۔ وسماہ رسول اللہ حسینا۔ وکان یکنی اباعبداللہ ویلقب السید والطیب والزکی والسبط والرشید والوفی والمبارک والمرضاۃ اللہ ودلیل علی ذات اللہ والشہید الاکبر۔

کتاب نزل الابرار میں ہے کہ بوقت پیدایش حسینؑ آنحضرتؐ نے ان کا نام حسینؑ اور کنیت ابا عبداللہ اور لقب سید اور طیب اور زکی اور سبط اور رشید اور وفی اور مبارک اور مرضی اللہ اور دلیل علی ذات اللہ اور شہید اکبر رکھا۔

حدیث ذیل کو سنیوں کے علمائے بھی تسلیم کیا ہے۔ دیلمی۔ بخاری۔ ابن ماجہ۔ ترمذی ابن اثیر۔

نمبر ۲۔ قال رسول اللہ۔ حسین منی وانا من الحسین احب اللہ من احب الحسین سبط من الاسباط۔

رسول نے فرمایا ہے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ خدا اس کو دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھتے ہیں۔ حسینؑ سبط ہے اسباط سے۔

نمبر ۳۔ از نزل الابرار۔ عن زید بن زیاد خرج رسول من بیت ام المومنین عائشہ فمر علی باب فاطمہؑ فسمع حسینا یبکی فقال الم تعلمی ان بکاءہ یوذینی۔

زید بن زیاد سے ہے کہ رسولخدا ام المومنین عائشہ کے گھر سے نکلکر جناب فاطمہؑ کے دروازہ کی طرف سے گذرے اور جناب امام حسینؑ کو روتے ہوئے سنا اور فرمایا۔ یا فاطمہؑ تم نہیں جانتی ہو

کہ اس کے رونے سے میرا دل دُکھتا ہے۔

نمبر ۴ - از حاکم و البیهقی - عن ام الفضل بنت حارث قالت دخلت علی رسول الله نهر الیقان فقال اتانی جبرائیل فاخبرلی ان امتی تقتل ابنی هذا فاتانی بتربه حمراء -

ام الفضل بنت حارث سے ہے کہ میں جناب امام حسینؑ کو لئے ہوئے ایکروز آنحضرتؐ کیخدمت میں گئی۔ اور مینے ان کو آنحضرتؐ کی گود میں دیدیا۔ وہ کہتی ہے کہ مینے آنحضرتؐ کو اشکبار دیکھا۔ اور فرمایا کہ جبرئیل سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرے اس فرزند کو میری امت قتل کریگی۔ اور مجھ کو وہانکی خاک لاکر دکھائی۔

نمبر ۵ - ترمذی - عن ابن عباس قال خرج رسول الله لضف النهار اشعث واغبر بیده قارورة فیها دم ملتقط فسالہ فقال دم الحسین واصحابہ لم ازل ابتغه منذ الیوم فنظر وافوجد واقد قتل ذالک الیوم -

ترمذی میں ابن عباس سے ہے کہ ایکروز رسولخداؐ گھر سے باہر تشریف لائے باموئے پریشان وغبار آلود۔ ان کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی۔ اسمیں مٹی میں ملا ہوا خون تھا میرے دریافت پر فرمایا کہ حسینؑ اور اس کے اصحاب کا اسمیں خون ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس کو دیکھا کرتا تھا۔ ایک دن مینے اس کو دیکھا کہ وہ بالکل خون ہوگیا ہے۔ پس اسی وقت میں سمجھ گیا کہ امام حسینؑ شہید ہوگئے۔

نمبر ۶ - روضتہ الشہدا صفحہ ۱۵ پر کتاب الغرائب سے نقل کیا گیا ہے کہ ایکمرتبہ جناب سیدہؑ نے حسینؑ کے کرتہ سئے۔ اور ان کو پہناکر آنحضرتؐ کیخدمت میں بھیجدیا۔ آنحضرتؐ نے دیکھا کہ حسینؑ کے کرتہ کا گریبان تنگ ہے۔ آپ نے اس کا تکمہ کھولدیا تو گردن میں اس تنگئے گریبان سے خط پڑگیا تھا آپکو وہ خط گراں معلوم ہوا۔ اسی وقت حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آج تو آپ کو یہ نشان گریبان تنگ کا دیکھنا ناگوار گذرا اور ایک دن ایسا ضرور ہوگا کہ خنجر اس مقام پر پھر جاویگا۔ اور یہ گلا کاٹا جاویگا۔ یہ سُنکر آنحضرتؐ نے گریہ فرمایا۔ اب ان روائتوں کو اگر نظر غور سے دیکھا جاوے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ حسینؑ سے رسولخداؐ کو کچھ محبت نہ تھی۔ یا

رسولخدا نے یہ نہیں فرمایا کہ میں حسینؑ سے ہوں اور حسینؑ مجھ سے۔ اور خدا تو اس کو دوست رکھ
جو حسینؑ کو دوست رکھتے۔ اور کیا اس کے خلاف یہ نہیں کہا جائیگا کہ یا خدا جو حسینؑ کو دشمن
رکھے تو اُسے دشمن رکھ۔ کیا ان اقوال سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ رسولؐ نے فرمایا کہ حسینؑ کے
رونے سے میرا دل دُکھتا ہے۔ کیا ام الفضل کے قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ رسولخدا نے
خبر قتل امام حسینؑ کی سُنکر گریہ فرمایا۔ کیا ابن عباس کا یہ قول غلط ہے۔ کہ غم حسینؑ میں رسولخدا
کو بال پریشان و پُر گرد سے دیکھا کہ جو بسبب اطلاع حال قتل امام حسینؑ سے آنحضرتؐ کا یہ حال
ہوا۔ اگر سنیوں کی ان روایتوں کو صحیح تسلیم کرلیا جاوے۔ تو ضرور یہ نتیجہ نکلیگا۔ کہ غم حسینؑ میں رسولخدا
کی وہ حالت ہوئی کہ جو اوپر مذکور ہوئی ہے۔ پس جب رسولخدا نے غم حسینؑ میں گریہ کیا تو
کیوں شیعہ گریہ نہ کریں۔ یا بالوں پر خاک نہ ڈالیں۔ اسی کو اگر سنت رسولؐ پر عمل کرنا نہ سمجھا
جاویگا۔ تو کیا بجائے اس کے یہ کہا جاویگا کہ حسینؑ کی عزاداری زمانہ سے اٹھا دیجاوے جسدن
بقول ابن عباس وہ شیشہ خون سے بھرا ہوا دیکھا۔ اور جس وقت وہ سمجھ گئے تھے۔ کہ حسینؑ آج قتل کر دیئے
گئے۔ تو اس حسینؑ کا قتل کہ جسکے رونے سے آنحضرتؐ کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس کے قتل کا صدمہ
آنحضرتؐ کو نہ ہوا ہوگا۔ کیا اسمیں کچھ شک ہے کہ اگر اس روز رسولخدا زندہ ہوتے تو وہ مثل
شیعوں کے گریہ و بُکا نہ کرتے۔ اور اپنے سر پر خاک نہ اڑاتے۔ یہ وہ غم ہے کہ بقول علماء اہلسنت
رسولخدا نے اپنی زندگی میں اسکا رنج کیا۔ اور اپنے سر پر خاک ڈالی۔ اور غم حسینؑ میں گریہ کیا
پس شیعہ جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ وہ محض بغرض خوشنودی خدا و رسولؐ کرتے ہیں۔ وہ رسولؐ کے
غم میں شریک ہوتے ہیں۔ وہ رسولؐ کی برسی کرتے ہیں۔ وہ علیؑ کی بھی برسی کرتے ہیں وہ
حسینؑ کی بھی برسی کرتے ہیں۔ چونکہ حسینؑ نے نہایت بیکسی اور غربت میں جان دی ہے اور
انکی مصیبت ان کے خاندان میں سب سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ بدیں وجہ حسینؑ کا غم دس روز
کیا جاتا ہے۔ اور کیوں دس روز یہ غم نہ کیا جاوے۔ جبکہ خدا نے خاص اس واقعہ کو دس
شبوں پر منحصر کیا ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ پارہ ۳۰۔ والفجر۔ ولیالٍ عشرٍ و الشفع والوتر
والّیل اذا یسر ھل فی ذالک قسم الّذی حجر۔ قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔ اور
جفت کی اور طاق کی اور رات کی کہ جب گذری کیا ان قسموں میں سے کوئی قسم ہے پسندیدہ

واسطے صاحب عقل کے کہ اس پر قناعت کرے اور اعتبار - اس آیتمیں سب سے پہلے خدا نے فجر کو قسم کے ساتھ یاد فرمایا ہے - اور پھر واؤ عطف کا واقعہ ہوا ہے - لیال عشر کے درمیان اسی طرح سے شفع کے پہلے اور اسی طرح وتر سے پہلے اسی طرح لیل اذا یسر سے پہلے گویا یہ سب چیزیں جدا گانہ ہیں - فجر - لیال عشر - شفع - وتر - لیل اذا یسر - ان سب کو خدا نے منزلت سے یاد فرمایا ہے - اور استفہام اقراری کہ آیا ہے - کوئی صاحبان عقل سے ایسا جو میری ان قسمونکی قدر نکرے جسکا مطلب یہ ہوا - کہ ضرور صاحبان عقل میری ان قسموں کو پسند کرینگے - تعجب ہے کہ ایک ساتھ پروردگار عالم پانچ امور کی خبر دیتا ہے - جس سے مقصود یہ ہے کہ ایک واقعہ ایسا ہوگا کہ جسکی یہ پانچ چیزیں قابل قدر ہونگی -

پس اب یہ دیکھنا ہے - کہ وہ ایک واقعہ کونسا ہے - کہ جسمیں ان پانچ کا مجمع ہو وہ سوائے واقعہ شہادت حضرت امام حسینؑ کے اور کوئی واقعہ اسلام میں ایسا نظر نہیں آتا جسمیں ان پانچوں چیزونکا مجموعہ ہو - خداوند تعالے قسم سے یاد فرماتا ہے اس صبح کی کہ جو دس راتوں کے بعد ظاہر ہوئی - اور وہ فجر تھی کہ رسول خدا کے پیارے نواسے کو پھر صبح دیکھنی نصیب ہوئی - کیا یہ یادگار صبح نہیں ہے کہ جسکو خدا نے یادگار کے طور پر ذکر فرمایا ہے - اور پھر ان دس راتونکی خدا قسم فرماتا ہے - کہ حسینؑ اور انکے اصحاب پر یہ دس راتیں شروع عشرہ محرم کی ایسی مصیبت سے گذریں کہ خدا نے بطور یادگار کے ان راتوں کا ذکر قرآن میں فرما دیا - اس کے بعد خدا شفع کا ذکر فرماتا ہے - اور شفع دو کو کہتے ہیں - زیادہ تر نماز شب میں دو رکعت نماز شفع پڑھی جاتی ہے - اگر خدا کا مقصود اس آیتمیں نماز شب کی دو رکعتوں سے ہے تو یہ اعتراض عائد ہوگا کہ کل نماز شب کی فضیلت خدا نے قرآن میں بیان فرمائی ہے - تو یہ کیا ضرورت تھی کہ ان کل رکعتوں میں سے دو کی خدا قسم یاد فرماتا - تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو رکعت نماز نماز شب سے نہیں ہیں - اور وہ تو روزانہ عمل ہر نماز گذار نماز شب کا ہے - اسکی مخصوص قسم کھانا موجب اعتراض ہے پس یہاں شفع سے جو دو رکعت نماز مراد ہے - وہ دو رکعت نماز خوف تھی کہ جو حضرت امام حسینؑ نے روز عاشورہ محرم اعدائے دین کے نرغہ میں ادا کی تھیں کہ جس نماز کا حکم خدا تعالے نے اس طرح فرمایا ہے - پارہ پنجم سورۃ النساء - واذا کنت فیھم فاقمت

لھم الصلوٰۃ فلتقم طایفہ منھم معک ولیاءخزوا اسلحتم فاذا سجدو فلیکونو من ورائکم ولیاخزوحزرھم و اسلحتم و والّذین کفر و لوتغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلہ واحدۃ۔

ترجمہ ۔اور جب تم ان میں ہو اور تم ان کو نماز پڑھانے لگو تو لازم ہے کہ انہیں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے۔ اس حال میں کہ اپنے ہتھیار لئے رہیں۔پس جب وہ سجدہ کر چکیں تو انہیں لازم ہے کہ وہ تمہارے پیچھے آجاویں۔ اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ آگے آجاویں۔ پھر وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں لیکن ان کو یہی لازم ہے کہ وہ اپنی حفاظت کی چیزیں اور ہتھیار لئے رہیں۔ کافر اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اگر وہ تم کو تمہارے ہتھیاروں سے اور اسباب سے غافل پاویں تو یکایک تم پر حملہ کردیں۔ کہ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت امام حسینؑ نے ادھر نماز ختم کی اور اُدھر سعید بن عبداللہ نے شہادت پائی۔ کیونکہ بوقت نماز سعید اور زہیر بن قیس قین حسینؑ کے آگے سینہ سپر نماز ادا کر رہے تھے۔ پس یہی وجہ ہے کہ ان دو رکعت نماز کی خدا نے ایسی قدر فرمائی کہ حسینؑ واصحاب حسینؑ کی دو رکعتی نماز کو قرآن میں یادگار قرار فرمادیا۔ وتر ایک کو کہتے ہیں۔ اور نماز شب میں بھی ایک رکعت وتر ہے۔ مگر اس کا بھی نماز شب سے اسی طرح تعلق ہے کہ جیسے میں نے نماز شفع کا اوپر ذکر کیا ہے۔ پس یہ نماز یک رکعتی وہ ہے کہ جناب امام حسینؑ نے روز عاشورہ محرّم بوقت عصر ادا فرمائی تھی۔ اور اسوقت کوئی موقعہ ایک رکعت نماز کا نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ عصر کی چار رکعتیں ہیں۔ مگر چونکہ امام حسینؑ حالت سفر میں تھے۔ تو لامحالہ عصر کی دو رکعتیں ہوئیں۔ اگر نماز خوف تھی جب بھی دو رکعتوں کی نیّت ہوگی۔ اور اگر نماز مطار ہوگی جب بھی دو رکعتیں ہونگی۔ مگر افسوس ہے اُن مسلمانوں سنیوں پر کہ جنھوں نے اس امر کو بہتر سمجھا۔ کہ جب حسینؑ رکعت اوّل کے سجدۂ آخر میں تھے تو پس پشت سے انکی گردن قلم کرلی۔ اور فرزند رسولؐ کو دو رکعتی نماز بھی نہ ادا کرنے دی۔ پس یہ ایک رکعت نماز وہ تھی۔ کہ امام حسینؑ سجدہ الٰہی میں تھے اور سر کٹ گیا خدا کو یہ نماز ایسی پسند ہوئی کہ خدا نے قرآن میں اسکی یادگار قائم فرمادی تھی۔ اور ان سب

واقعات کے بعد خدا ارشاد فرماتا ہے۔ واللیل اذا یسر۔ اور رات جب کچھ گذرے۔ یعنی کچھ رات گذرنے پر۔ جو واقعات بعد شہادت امام حسینؑ گذرے۔ انکی قسم یاد فرماتا ہے وہ کیا واقعات تھے وہ یہ تھے۔ کہ بوقت نماز عصر حسینؑ شہید ہو چکے تھے۔ سُنّی مسلمانوں نے کہ جنکو شیعہ اعدائے دین کہتے ہیں۔ حسینؑ کے خیموں میں آگ لگا دی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچّے اولادِ رسُول سے بحالت پریشانی اِدھر اُدھر بھاگ گئے تھے۔ حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے جانے کا انتظام ہو رہا تھا۔ تین شب و روز کے بھوکے پیاسے بچّے بھوک پیاس سے تڑپ رہے تھے۔ اہلحرم میں ماتم برپا تھا۔ لُوٹے جا رہے تھے۔ غرضیکہ کچھ رات گئی عترت رسُول معہ امام زین العابدینؑ قید کر لئے گئے تھے۔ ان تمام واقعات میں کسقدر رات گذر چکی تھی۔ اور یہ ایسا واقعہ تھا کہ اسلام تو کیا کسی مذہب و ملّت میں ایسا واقعہ جانگزا اس وقت تک نہیں ہُوا تھا۔ بدیں وجہ خداوند تعالےٰ نے اس کو یادگار مقرر فرما کر فرما دیا تھا۔ پس جب غم حسینؑ کی یادگار خدا نے قرآن میں مقرر فرما دی تھی تو پھر شیعوں پر کیونکر الزام عاید ہو سکتا ہے۔ کہ اُنھوں نے حسینؑ کی یادگار قائم کی ہے۔ اور چونکہ حضرت امام حسینؑ پنجتن پاک کے آخر تھے۔ اور پانچ قسمیں انکے واسطے خدا نے یاد فرمائیں۔ جو ان کے حسب حال تھیں۔ اور جنکے پانچ اجر ان کو ملے۔ پس اس صورۃ میں خداوند تعالےٰ نے پہلی آیت کے بعد ان قوموں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ کہ جو باعث سرکشیوں کے معذوب ہوئیں مثل قوم عاد و ثمود و فرعون کے کہ اُنھوں نے بہت ہی فساد ہماری دنیا میں کیا تھا پس ہمنے ان کو بہت ہی عذاب میں مبتلا کیا۔ پھر قیامت کی خبر فرماتا ہے کہ وہاں یہ لوگ تضیحت پڑینگے۔ پس اس دن کے برابر عذاب کون کر سکتا ہے۔ اہلبیتِ رسُول کو کیا قید کیا ہے۔ جب ہم ان کو قید کرینگے۔ اے محمدؐ اس وقت تم ان کو دیکھنا تمہارے اہلبیت کو جس خواری سے قید کرینگے۔ ہم جو انھیں قید کرینگے۔ انکی ذلت و خواری کہیں اس سے بڑھی ہوئی ہوگی۔ پس میں اس آیت کو بھی لکھے دیتا ہوں۔ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ۔ پس اس دن نہ عذاب کریگا۔ عذاب اس کا سا کوئی۔ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ۔ اور نہ قید کریگا۔ قید کرنا اس کا سا کوئی۔ عذاب الٰہی کی اطلاعی آیات

قرآن میں بہت ہیں۔ مگر اس سورت میں یہ آیت قید مختص ہے۔ یہ اسی قیدی کا بدلہ ہے
کہ جو سُنیوں کے خلیفہ یزید کے حکم سے سُنیوں نے اہلبیت رسُولؐ کو قید کیا۔ اور یہ فقرہ بھی
خداوند تعالےٰ نے یادگار کے طور پر فرمایا ہے۔ بدیں وجہ حضرات شیعہ سلمہ اللہ تعالیٰ اس خدائی
یادگار کو ہر سال تازہ کرتے ہیں۔ اور سنی سمجھتے ہیں کہ انکے بزرگان دین سے یہ قبیح عمل صادر
ہوا ہے۔ ان اعمال کی سزا ان کے بزرگان دین کو ضرور مل کر رہیگی۔ بدیں وجہ وہ خدائی
یادگار کو توڑنا چاہتے ہیں۔ مگر کہیں خدائی احکام بھی انسان سے ٹوٹے ہیں۔ شیطان کہ
جس نے اسکی شکستگی کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جب اس سے نہ ٹوٹ سکے۔ تو سنی اس کی سی
طاقت نہیں رکھتے۔ یہ کیسے توڑ سکتے ہیں۔ الغرض اس سورت کے آخر میں خدا حضرت
امام حسینؑ کی ہدایت کے واسطے یہ ارشاد فرماتا ہے۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی
الیٰ ربّک راضیۃ مرضیّۃ فادخلی فی عبٰدی وادخلی جنّتی۔ اے صاحب نفس
مطمئن تو اپنے پروردگار کی طرف اس حال میں واپس ہو کہ تو اس سے خوش ہے اور وہ تجھکو
پسند کر چکا ہے۔ میرے بندوں میں تو داخل ہو جا۔ اور داخل ہو میری جنّت میں۔ کون کہہ
سکتا ہے کہ اسلام میں جو مصیبت امام حسینؑ نے اشقیائے امت رسُولؐ سے اٹھائی وہ کسی
دوسرے نے نہیں اٹھائی ہیں۔ اور ان مصیبتوں میں امام حسینؑ ایسے ثابت قدم رہے کہ اسلام
تو کیا دیگر قوموں کے مورخوں نے ان کے اطمینان کو تسلیم کر لیا ہے۔ ملاحظہ ہو مندرجہ نمبر ۵
محقق جرمنی کی رائے۔ مگر میں اس امر کے ثبوت میں کہ امام نفس مطمئن تھے اسی جرمنی محقق
کی رائے پیش کرتا ہوں۔ اور علاوہ اس کے کہ حسینؑ کا اطمینان ثابت ہو یہ امر بھی ثابت ہوگا
کہ لوگ ہماری زیارتِ قبور کرینگے۔ اور ہمارے مقبروں پر آوینگے۔ وہ ہمارے ساتھ محشور
ہونگے۔ یہ ہے بہت بڑی دلیل اس بات پر کہ حسینؑ قتلگاہ تک گئے۔ اور ہرگز ان کا
قصد سلطنت و ریاست حاصل کرنے کا نہ تھا۔ یہ ہے کہ حسینؑ اپنے اس علم سیاست اور
تجربہ سے جو انہیں پدر بزرگوار اور برادر عالیمقدار کے زمانے سے بنی امیہ کیسا تھ جنگ و جدل
کرنے کے متعلق حاصل تھا۔ خوب جانتے تھے کہ بحالت نہ مہیا ہونے اپنے اسباب اور بسبب
ان اقتدار و عظمت یزید کے اس کے ساتھ مقابلہ کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ

حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کے مقتول ہونے کے بعد اپنے مقتول ہونے کی ہمیشہ پیشینگوئی کیا کرتے تھے۔ اور جس وقت سے کہ مدینہ سے آپ نے حرکت کی صاف صاف اور بآواز بلند کہتے تھے کہ میں مقتول ہونے کے لئے جا رہا ہوں۔ اور اپنے سب ہمراہیوں سے بھی محض اتمام حجت کے لئے یہی بیان کرتے تھے۔ تاکہ جو کوئی جاہ و جلال کو حرص و طمع میں ہمراہی چاہتا ہو جدا ہو جائے۔ اور یہی بات ان کے ورد زبان تھی۔ کہ قتلگاہ کا راستہ میرے سامنے ہے اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ حسینؑ کا اگر یہ ارادہ نہ ہوتا۔ یعنی غور و فکر اور علم و ارادہ کیساتھ مقتول ہوجانے پر آمادہ نہ ہوجاتے۔ تو اس طرح اپنا قتل گوارا نہ کرتے۔ اور لشکر جمع کرنے میں بقدر امکان کوشش عمل میں لاتے۔ نہ یہ کہ جو ہمراہ تھے۔ انہیں بھی متفرق و پراگندہ کر دیتے چونکہ کوئی قصد سوائے مقتول ہو جانے کے کہ جو ان خیالات عالی اور اس مقدس روح رووليوشن کا مقدمہ تھا۔ مدنظر ان کے نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے یہی سمجھکر کہ بہت بڑا ذریعہ اس کا بیکسی اور مظلومیت ہے اسی کو اختیار کیا تاکہ انکی مصیبت دلوں میں زیادہ ترموثر ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ وہ محبوبیت کا مرتبہ جو اس زمانہ میں حسینؑ کو مسلمانوں میں حاصل تھا۔ اگر اس کے ساتھ اپنی قوت بڑھانا چاہتے۔ تو ایک بڑا لشکر فراہم کرسکتے تھے۔ مگر اس صورت میں اگر وہ مقتول بھی ہوتے۔ تو بھی کہا جاتا کہ سلطنت و بادشاہی کی خواہش میں مقتول ہوئے۔ اور وہ مظلومیت جسکا نتیجہ عظیم الشان رووليوشن تھا حاصل نہ ہوتا۔ کہ اپنے پاس سوائے ان لوگوں کے جنکی جدائی امکان سے باہر تھی کسی کو اپنے ساتھ نہیں رکھا۔ مثل فرزند و برادر اور بھتیجوں اور بنی اعمام اور چند مخصوص اصحاب با وفا کے۔ تا اینکہ ان سے فرمایا کہ تم بھی چھوڑکر جدا ہو جاؤ۔ مگر انہوں نے منظور نہ کیا۔ اور وہ بھی ایسے حضرات تھے کہ مسلمانوں کے نزدیک تقدس اور جلالت قدر کے اوصاف رکھتے تھے۔ اور ان کا حسینؑ کے ساتھ قتل ہوجانا اس واقعہ کو زیادہ عظمت و تاثیر کا سبب ہوا۔ حسینؑ نے اپنے علم سیاست کی قوت کے ساتھ بنی اُمیہ کے ظلم و ستم کے افشا میں اور اُن خیالات کے اظہار میں جو بنی ہاشم اور اولاد محمدؐ کی عداوت میں ان لوگوں کے دلوں میں تھی۔ کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ انمیں سے ایک بات یہ ہے۔ کہ چونکہ بنی امیہ کی

عداوت کو آپ اپنے خاندان کے ساتھ جان چکے تھے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ میرے قتل کے بعد بنی ہاشم کی عورتیں اور بچے جو کہ آل محمدؐ تھے اسیر و مقیدّ ہو جاوینگے۔ اور یہ واقعہ مسلمانوں میں علی الخصوص عرب میں اس درجہ پر پُر تاثیر ہو جاویگا جسکا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اور بنی امیّہ کی ظالمانہ حرکت اور انکے بے رحمانہ سلوک جو انہوں نے اپنے نبیؐ کے حریم۔ محذرات اور اطفال کے ساتھ کیا۔ اسقدر مسلمانوں کے دلوں میں تاثیر کر گیا۔ جو کسی طرح حسینؑ اور انکے ہمراہیوں کے قتل ہو جانے سے کم نہ تھا۔ جس نے خاندان محمدؐ کے ساتھ بنی امیّہ کی دشمنی کو اور اسلام کے ساتھ ان کے عقائد کو اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے برتاؤ کو اچھی طرح واضح کر دیا یہ سبب تھا کہ حسینؑ اپنے ان دوستوں سے جو انہیں اس سفر سے مانعت کرتے تھے۔ صاف طور پر کہدیتے تھے۔ کہ میں مقتول ہو جانے کے لئے جا رہا ہوں۔ چونکہ ان لوگوں کے خیالات محدود تھے اور حسینؑ کے مقاصد عالیہ میں انہیں اطلاع نہ تھی۔ اس سفر سے ممانعت میں اصرار کرتے تھے جسکا آخری جواب حسینؑ کیطرف سے یہی تھا۔ کہ خدا کی مشیت یہی ہے۔ اور میرے نانا نے بھی مجھے یہی حکم فرمایا ہے اور جب وہ اصرار کرتے تھے کہ جب آپ مقتول ہونے کی غرض سے جاتے ہیں تو عورتوں اور بچوّں کو ہمراہ نہ لے جائیے۔ تو جواب دیتے تھے کہ خدا کی مشیت یہی ہے کہ میرے عیال اسیر و مقیدّ ہوں۔ اور حسینؑ کے کلمات اس وقت چونکہ روحانی حیثیت سے تھے۔ لاجواب تھے۔ یعنی کسی کو مجال دم زدن نہ ہوتی تھی اور یہ دلیل ہے اسبات کی کہ حسینؑ سوائے ان عالی خیالات کے جو ان کے سر میں تھے کوئی دوسری غرض خیال میں لاتے ہی نہ تھے اور ظاہر ہے کہ یہ مصائب انہوں نے سلطنت و بادشاہی کے لئے برداشت نہیں کئے۔ اور نہ بغیر سمجھے اس مہلکہ عظیم میں انہوں نے قدم رکھا ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ وہ اپنے ان مخصوص اصحاب سے جن کا دماغ روشن و عقل سلیم تھی اس واقعہ سے سالہا سال پیشتر اپنی مصیبتوں سے تسلی دینے کی غرض سے کہا کرتے تھے کہ میرے قتل ہو جانے کے بعد اور ان جانکاہ مصائب گذر جانے کے بعد خداوند عالم ایک جماعت کو آمادہ کریگا۔ جو حق کو باطل سے جدا کرلینگے۔ اور ہماری قبر ونکی زیارت کرینگے۔ اور ہماری مصیبتوں پر روئینگے۔ اور دشمنان آل محمدؐ کو اچھی طرح ہلاک کرینگے۔ یہ لوگ خدا کے دین

اور میرے نانا کی شریعت کی ترویج کرینگے۔ اور میں اور میرے پدر بزرگوار انہیں دوست رکھینگے اور قیامت کے دن ہمارے ساتھ محشور ہونگے۔ اگر حسینؑ کے کلمات و حرکات میں باریک بین نگاہ سے غور کیا جاوے۔ تو معلوم ہو جائیگا کہ بحیثیت سیاست انہوں نے بنی امیہ کے قبائح و شنائع اور بنی ہاشم کے ساتھ ان کی قلبی عداوت اور نیز اپنی مظلومیت ظاہر کر دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور یہ بات ان کے لئے حد درجہ کی سیاست اور قوت قلب اور اپنے مقصد عالی کے پورا کرنے میں خود رفتگی کو ثابت کر رہی ہے۔ حسینؑ نے اپنی زندگی کے آخر وقت میں اپنے طفل شیر خوار کے باب میں وہ کام کیا کہ زمانہ کے فلاسفہ کے عقول کو متحیّر کر دیا۔ یعنی اس وقت آخر میں ان جانگاہ مصائب کے ہجوم میں ان افکار کثیرہ کے تراکم میں اس تشنگی میں اس کثرت جراحات میں اپنے مقصد عالی سے چشم پوشی نہ کی اور باوجودیکہ جانتے تھے۔ ان کے فرزند صغیر پر بنی امیہ رحم نہ کرینگے۔ محض اس غرض سے کہ اپنی مصیبتوں کی عظمت بڑھاویں۔ اور یہ مصائب زیادہ تر عظیم الشان ہو جائیں اس بچے کو اپنے ہاتھ پر بلند کر کے سب سے اس کے لئے پانی کی خواہش کی اور زبان تیر سے اس کا جواب سُنا گو یا اس عمل سے حسینؑ کی غرض یہ تھی کہ تمام اہل عالم واقف ہو جائیں کہ بنی امیہ کی عداوت بنی ہاشم کے ساتھ کس حد کی تھی اور تصور کر لیں کہ یزید دفاع کے لئے ایسے ظلم و ستم کرنے پر مجبور نہ تھا اس لئے کہ شیر خوار بچّہ کا ایسی حالت میں اس وحشتناک طریقہ سے قتل کر دینا سوائے وحشت اور ہیمانہ عداوت کے جوہر دین و مذہب و قانون و قاعدہ کے منافی ہے اور کچھ ظاہر نہ کرتا تھا۔ اور یہی ایک نقطہ قبایح اعمال روز نیات فاسدہ اور عناد بنی امیہ کا پردہ فاش اچھی طرح کر سکتا ہے اور تمام اہل عالم علی الخصوص مسلمانوں پر ظاہر کر دیا کہ بنی امیہ فقط احکام اسلام کی ہی مخالفت میں ایسی حرکات نہیں کرتے۔ بلکہ جاہلانہ تعصّبات کیوجہ سے کوشاں ہیں کہ ایک متنفّس بھی ہاشم میں کا خصوصاً عترت محمدؐ کا باقی نہ چھوڑیں۔ کیا اس مضمون تاریخ کے کہ محقق جرمنی کا ہے۔ پیش کرنے کے بعد اسکی ضرورت کچھ باقی رہجاویگی۔ کہ حسینؑ نے اطمینان کیحالت میں اپنی جان کو نذر خدا نہیں کیا۔ وہ واقعات جو انسان کا دل ہلانے والے ہوتے ہیں۔ مثلاً جیساکہ مورخ نے لکھا ہے کہ اہلبیت نبوت کا سانحہ ہونا اپنے وارث

کے مرجانے سے حالت سفر میں جو مصیبت واقعہ ہوتی ہے اس کا پیش نظر ہونا عرب کے ریگستان کی گرم دہوپ اور پانی کا بند ہونا۔ ہے۔ بچہ کو اور کیسا بچہ کہ جو بوجہ پیاس تڑپ رہا ہو اس کے گلے پر حرملہ سُنّی کا تیر مارنا اور عزیز و انصار سے جدائی لاکھوں مسلمانوں کا سامنا جو بھی تھا خون حسینؑ کا پیاسا تھا۔ ایسی حالت میں قلب کو اطمینان دینا وقت پر نماز ادا کرنا اور حالت سجدہ میں کہ جب ورد زبان سبحان ربی الاعلےٰ وبحمدہ ہو جان دینا اس سے زیادہ کوئی مثال قلب مطمئنہ کی اسلام میں نہیں ملتی یہ ایک ایسا امر حضرت امام حسینؑ نے کر دکھایا کہ اس کے عوض میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اے صاحب نفس مطمئن اگر تو پسند کرتا ہے تو اپنے پروردگا کیطرف پھر آ۔ اور تو نے جو عمل کرکے دکھا ہے اس کو میں پسند کرتا ہوں گو یہ وقت آخر تھا مگر خدا نے وصال حسینؑ انہی کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ اور آپ نے قرب حق ہی پسند فرمایا۔ اور ان بندوں سے ہوئے کہ جنکو خدا نے اپنا بندہ فرمایا ہے۔ اور جنکے رہنے کی جگہ بہشت ہے مصنف مرزائی اعتراض کرتا ہے کہ شیعہ کیوں حسینؑ کی یادگار مناتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہ یادگار ہے کہ جسکا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں بطور یادگا فرمادیا ہے۔ پس عمل خدا کا تتبع شیعہ اگر کریں تو وہ موجب الزام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ موجب خوشی خدا و رسوؐل کے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ سنّیوں کے خلیفہ یزید کے ظلم کا یہ سب نتیجہ تھا جو مؤرخ جرمنی نے لکھا ہے۔ اور سنّیوں کے ہی دست ظلم سے سر حسینؑ کاٹا گیا۔ وہ بجائے اس کے کہ یزید اور ایسے لوگوں پر کہ جنکی کارروائیوں کا یہ نتیجہ ہوا علیحدہ ہو جاویں اور خدا سے اپنی اس مدت عمر کی بابت کہ جو محبت یزید وغیرہ میں گذری ہے توبہ کرکے حسینی فہرست میں اپنے نام درج کرالیں۔ اور دعوے شیطانی کی طرح اپنا وقت ضایع نہ کریں۔ میں مناسب سمجھکر شیطان کے اس مقولہ کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ کہ جس کی اطلاع قرآن میں دیگئی ہے۔ پارہ ۲۳۔ سورہ جن قال فبعزتك لاغوينهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين۔ کہا شیطان نے تیری عزت کی قسم ہے میں ان سب کو گمراہ کرونگا۔ مگر ان میں سے جو تیرے بندے خالص ہیں۔ وہ میرے قابو سے باہر ہیں اس آیت میں غور فرمالیا جاوے کہ جمیع مسلمانوں کو شیطان نے بہکانے کا وعدہ کیا ہے۔ مگر

وہ بندگان مخلص کو مستثنیٰ کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ بمقابلہ عوام کے بندگان خالص کم ہوتے ہیں
اور بندگان خالص وہ ہوتے ہیں جو حکم خدا اور رسُول پر عمل کریں۔ پس چونکہ خدا تعالےٰ نے خود
قرآن کریم میں حسینؑ کی یادگار قرار فرما دی ہے۔ پس جو اس کے بندگان خالص ہوتے ہیں
وہ اسی یادگار کے قائم رکھنے والے ہیں۔ اور وہ مخلصین سے نہیں ہیں جو خدائی یادگار کو
مٹانے والے ہیں۔ اب میں اس کے ثبوت میں کہ جرمنی مورخ کی تحقیق کہاں تک صحیح ہے سنیوں
کی کتب سے کچھ حوالہ دیتا ہوں۔ کہ امام حسینؑ نے سمجھانے پر بھی سفر عراق ملتوی نہیں فرمایا تھا

نمبر ۱۔ عن الشعبی قال ان ابن عمر قدم المدینۃ فاخبران الحسینؑ قد توجہ
الی العراق ملحقہ فی مسیرہ لیلتین عن الرمدہ فقال لہ ان اللہ تعالیٰ خیر نبیہ
بین الدنیا والاٰخر فاختار الاٰخرۃ وانکم لبضعہ واللہ لا یلیہا احد منہم ابداً
ما حرفہا اللہ تعالےٰ عنکم الا للذی ھو خیر لکم فارجعوا فابی فاعتنقہ ابن عمر
قال استودعک اللہ تعالیٰ من قتیل۔ (بیہقی)۔

شعبی سے ہے کہ ابن عمر مدینہ کو آرہے تھے۔ راستہ میں ان کو معلوم ہُوا کہ حسینؑ ابن
علیؑ نے عراق کی طرف توجہ فرمائی ہے وہ ان سے ملے اور زبدہ میں دو راتیں ان کے پاس
رہے کہنے لگے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو دنیا و آخرت کا مختار کیا ہے۔ پس حضورؐ نے
آخرت کو اختیار فرمایا۔ اور آپ آنحضرتؐ کے جگر گوشہ ہیں۔ آپ لوگوں میں سے ایک کو
بھی دنیا نہیں ملیگی۔ اور خدا تعالےٰ نے آپ صاحبوں سے اسے نہیں ہٹایا۔ مگر ایسی چیز
کے لئے جو آپ کے لئے بہتر ہے۔ آپ یہاں سے واپس تشریف لیچلیں۔ آپ نے انکار
کیا۔ ابن عمر نے کہا کہ میں شہید سے رخصت ہوتا ہوں۔

نمبر ۲۔ مگر صواعق میں صفحہ ۳۲۳ پر مضمون مندرجہ بالا کو بہ تبدیل الفاظ لکھا ہے کہ
جسکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ ابن عمر نے حسینؑ کو سفر عراق سے روکا۔ مگر امام نے نہ مانا۔ پس ابن
عمر روئے اور امام کے روئے مبارک پر بوسہ دیا۔ اور کہا کہ میں تمہیں قتل سے بہ سپرد
خدا کرتا ہوں۔

نمبر ۳۔ اس کتاب میں اسی صفحہ پر ایک یہ روایت ہے کہ جب ابن عباس کو

اطلاع ہوئی کہ امام حسینؑ سفر عراق کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو انہوں نے حسینؑ کو اس سفر سے منع کیا۔ اور عذر اہل کوفہ کو بیان کیا۔ لیکن امام نے انکار کیا۔ پھر ابن عباس نے عرض کیا کہ اچھا آپ اہل بیت کو ساتھ نہ لیجاویں۔ آپ نے اس سے بھی انکار کیا۔ پس ابن عباس نے واحسینا کہا اور گریہ کرنے لگے۔

نمبر ۴۔ اور اسی کتاب میں اسی صفحہ پر یہ بھی درج ہے کہ محمدؐ حنفیہ نے بھی امام حسینؑ کو اس سفر سے منع کیا۔ اور محمدؐ حنفیہ اس سفر کی حالت سنکر اس قدر روئے کہ وہ طشت جو وضو کے لئے سامنے رکھا تھا وہ بھر گیا۔ پس سُنیونکی کتابیں اس واقعہ ممانعت سفر کو صاف طور پر لکھ رہی ہیں۔ تو مورّخ جرمنی کی تحقیق کیسے غلط ثابت ہوسکتی ہے۔ اب میں قرآن سے ایک ایسی سند پیش کرتا ہوں کہ جسمیں خدا نے واقعہ کربلا اور سفر امام حسین علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور کربلا میں جو خونریزی ہوئی اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور اہلبیتِ رسُول کی اسیری کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ پارہ اوّل سورہ بقر۔ واذ اخذنا میثاقکم لاتسفکون دماءکم ولا تخرجون انفسکم من دیارکم ثم اقررتم وانتم تشھدون۔ ثم انتم ھٰؤلاء تقتلون انفسکم وتخرجون فریقاً منکم من دیارھم تظٰھرون علیھم بالاثم والعدوان وان یاتوکم اُسٰرٰی تفدوھم وھو محرم علیکم اخراجھم افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعضٍ فما جزآء من یفعل ذالک منکم الاخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب وما اللہ بغافلٍ عمّا تعملون اولٰئک الذین اشتروا الحیٰوۃ الدنیا بالاخرۃ فلا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینصرون۔

ترجمہ۔ اور جب لیا ہمنے عہد تمہارا نہ بہاؤ خون اپنے آپس والونکے اور نہ نکالو کسی اپنے کو گھروں اپنے سے۔ پھر اقرار کیا تمنے اور تم گواہ ہو پھر تم وہ لوگ ہو کہ مار ڈالتے ہو اپنوں کو اور نکالدیتے ہو ایک فرقہ کو آپ میں سے ان کے گھروں سے مدد کرتے ہو اوپر ان کے ساتھ ظلم اور تعدی کے اور اگر آتے ہیں تمہارے پاس قید ہوکر تو ان کو خرید نا چاہتے ہو اور ان کا گھر سے نکالدینا تم پر حرام کیا گیا ہے۔ پس تم کتاب کے بعض مضامین پر ایمان لاتے ہو

اور بعض سے کفر کرتے ہو۔ پس اس شخص کی کیا سزا ہوگی جو ایسا کام کرے تم میں سے انکو زندگانی دنیا میں رسوائی حاصل ہوگی۔ اور روز قیامت کو وہ سخت عذاب کیطرف پھیرے جاوینگے اور خدا اس چیز سے بیخبر نہیں ہے کہ تم کرتے ہو۔ ایسا کرنے والے ہی تو وہ ہیں کہ جنہوں نے مول لیا زندگانی دنیا کو بدلے آخرت کے۔ پس نہ ہلکا کیا جاویگا ان سے عذاب اور نہ وہ مدد کئے جاوینگے۔

اس آیتمیں خداوند تعالے نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے مسلمانوں ہمنے تمہارا عہد لیا ہے اور اس کا تم نے اقرار کرلیا ہے اپنے عہد پر قائم رہینگے اور وہ عہد یہ ہے کہ کسی اپنے کو یعنی مسلمان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو۔ مگر تم وہ لوگ ہو کہ تم نے ہمارا کہنا نہ مانا۔ اور اپنے وعدہ پر قائم نہ رہے۔ تم نے آپ میں سے ایک فرقہ کو ان کے گھروں سے باہر نکالا میں سوال کرتا ہوں کہ سوائے حسینؑ کے اور ان لوگوں کے جو فرقہ حسینؑ میں شمار کئے جاتے تھے کسکو تاریخ بتارہی ہے کہ فرقہ نکالا گیا ہو۔ سوائے امام حسینؑ اور چند نفوس کے کہ جسکو مورخ جرمنی نے دکھایا ہے "کہ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی تمام باتوں سے پہلے حسینؑ کے قتل کا ارادہ کرلیا" اسلامی تواریخوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے "کہ شروع رجب ۶۰ھ میں جب معاویہ مرا اور یزید تخت نشین ہوا تو اس نے تخت پر بیٹھتے ہی ولید بن عتبہ کو جو حاکم مدینہ تھا خط لکھا کہ میرے لئے حسینؑ سے بیعت طلب کر۔ اگر انکار کریں تو قتل کر اور ان کا سر میرے پاس بھیجدے۔ جب یہ خط پہنچا ولید نے مروان کو بلایا۔ اور اس سے اس بارہ میں مشورہ کیا۔ مروان نے کہا کہ حسینؑ بیعت نہ کرینگے۔ اور اگر میں تیری جگہ ہوتا تو ضرور حسینؑ کو قتل کردیتا۔ ولید یہ سنکر بہت متحیر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ کاش میں نیست و نابود ہوجاتا مگر ایسے امر عظیم میں مبتلا نہ ہوتا۔ الغرض ولید نے شب کیوقت امام حسینؑ کو بلایا۔ حضرتؑ اسکا مطلب سمجھ گئے۔ اپنے عزیزوں سے فرمانے لگے کہ مجھکو اس وقت ولید بلاتا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ جس امر کی وہ مجھے تکلیف دیگا۔ میں اسے ہرگز قبول نہ کرونگا۔ پس تم مصلح ہوکر میرے ساتھ رہو جب میں اس کے پاس جاؤں تو تم دروازہ پر ٹھہرنا اور جب میری آواز بلند ہو۔ تو تم فوراً مکانمیں داخل ہوجانا۔ تاکہ وہ اپنے ارادہ سے باز رہے۔ جب امام حسینؑ ولید کے

پاس گئے تو وہاں مروان بھی بیٹھا ہؤا تھا۔ ولید نے معاویہ کے مرنیکی خبر بیان کی پھر یزید
کا خط پڑھا حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کا جواب میں کل دونگا۔ اور اس بارہ میں غور کرونگا ولید
نے کہا کہ اب آپ تشریف لیجاویں۔ مروان نے کہا کہ اگر حسینؑ اسوقت ہاتھ سے نکل گئے
تو پھر تیرے ہاتھ کبھی نہ آئینگے۔ جب تک کہ بہت لوگ طرفین سے مارے نہ جائیں۔ بہتر یہ
ہے کہ اسوقت ان سے بیعت یزید لے۔ یا انہیں قتل کر۔ جب حضرتؑ نے اس کا یہ کلام سنا
تو فرمایا کہ کیا مجال جو تو مجھے قتل کر سکے۔ اس کے جواب میں مروان نے بھی کچھ کہا اور آواز
بلند ہوئی تو ۱۹۔ آدمی حضرتؑ کے اہل بیتؑ سے برہنہ تلواریں لئے گھر میں داخل ہوگئے
اور چاہا کہ ولید اور مروان کو قتل کر دیں۔ مگر امام حسینؑ نے منع فرمایا۔ کہ ہم اہلبیتؑ رسولؐ
ہیں ہمارا یہ شیوہ نہیں ہے کہ اپنی طرف سے لڑائی شروع کریں۔ یہ فرما کر آپ معہ عزیز و انصار
اپنے مکان کو واپس آگئے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جو سب سے پہلے حسینؑ کی جان بچانیکے
واسطے ولید کے گھر میں داخل ہوئے۔ وہ جناب علیؑ اکبر فرزند جناب امام حسینؑ تھے اور جناب
عباس برادر امام حسینؑ تھے۔ اور یہ وہی جری تھے کہ جنکی بابت مورخ جرمنی نے لکھا ہے
کہ کربلا میں حسینؑ اپنے عزیز و انصار کو رخصت کرتے تھے۔ مگر وہ رخصت نہوئے۔ اور
حسینؑ پر جانیں فدا کر دیں۔

پس ہر شخص کہ جسکی تعصب کی عینک نہ لگی ہو وہ غور کر سکتا ہے کہ اگر حسینؑ اپنا گھر
اپنا شہر نہ چھوڑ دیتے تو وہیں شہید ہو جاتے۔ پس بسبب ظلم یزید حسینؑ کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا۔
اور چونکہ قرآن میں ارشاد ہؤا ہے کہ اپنوں کو گھروں سے نہ نکالو۔ اس سے یہ مطلب ہے
کہ سب اسلام بہ حیثیت مسلم ہونے کے ایک ہی ہے اور ایک دوسرے کو اپنا ہی سمجھتا ہے
بدیں وجہ خدا نے بہ حیثیت اسلام میں ہونے کے آپس والا فرمایا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے
یہ بھی ارشاد ہؤا ہے کہ نکالدیتے ہو ایک فرقہ کو آپ میں سے تو یہ ظاہر ہے کہ حسینؑ کا فرقہ
علیحدہ تھا۔ اور یزید کا علیحدہ۔ جیسا کہ اسوقت میں بھی ہے کہ حسینؑ کا فرقہ علیحدہ ہی شمار کیا جاتا
ہے۔ پس یزید کے ظلم سے حسینؑ گھر سے نکالے گئے۔ اور یہ اسی فرقہ کا ذکر خدا نے اس آیت
میں فرمایا ہے۔ کہ میں نے تم سے عہد لے لیا تھا کہ خون نہ بہانا۔ مگر تم نے ایسا نہیں کیا تم نے

خوب حسینؑ کا اور ان کے فریق کا کربلا میں خون بہایا۔ پھر خدا فرماتا ہے کہ ہمنے تمکو مار ڈالنے کو بھی منع کیا تھا۔ مگر تم نہ مانے۔ تم نے بہت سی جانیں حسینؑ اور انکے فریق کی کربلا میں ضایع کردیں۔ پھر یہ بھی فرماتا ہے کہ ہمنے تم کو ان کے گھروں سے بھی نکالنے کی ممانعت کی تھی مگر تم نے ان کو گھر سے بھی نکالا اور بجائے اس کے کہ ان کے ساتھہ عمدہ سلوک کرتے۔ تمنے ان پر ظلم اور تعدی کی مدد کی۔ وہ ظلم و تعدی کیا یعنی بعد قتل لاش ہائے شہدائے کربلا پر گھوڑے دوڑائے۔ انکے خیموں کو آگ لگادی۔ ان پر پانی بند کر دیا۔ مخدرات اہلحرم کو لوٹ لیا۔ یہ یزید کا ظلم تعدی ہے۔ جو خدا نے اس آیتمیں فرمایا ہے۔ اور بعد ان ظلموں کے جب وہ قید ہو کر تمہارے پاس آئے۔ تو تم ان کو خرید کرنا چاہتے ہو۔ حسینؑ کے بچوں کی خریداری کے واسطے تمام شہادت نامہ اہلسنت کے بھرے ہوئے ہیں۔ دیکھ لئے جاویں۔ کہ جب اہلحرم گرفتار ہوکر دربار یزید میں گئے ہیں۔ تو وہاں ایک حرامی نے ایک بچّی کی خریداری کی یزید سے درخواست کی تھی۔ یہ اس درخواست خریداری کا پتہ اس آیت قرآن میں ہے۔ پھر خدا فرماتا ہے کہ ہمنے تم پر ان کا گھروں سے نکالنا حرام کردیا تھا۔ ناظرین یہ بھی خیال فرماویں کہ فرقہ میں مرد و عورت اور بچّے برابر داخل ہیں۔ ایسا جامع لفظہ خدا نے اس آیتمیں ارشاد فرمایا ہے تمام تواریخیں اس بات کا پتہ دے رہی ہیں۔ کہ حسینؑ کے ساتھ مرد اور عورت اور بچّے سب ہی تھے۔ اور انکا گھروں سے نکالنا خدا نے حرام کر دیا تھا۔ مگر سنیّوں کے خلیفہ یزید نے اس آیت پر عمل نکیا۔ بدیں وجہ خدا نے فرمایا کہ تم لوگ بعض مضامین قرآن پر ایمان لائے ہو اور بعض سے کفر کرتے ہو۔ یعنی بعض مضمون سے پھر جاتے ہو۔ اور ایسے شخص کی سزا ہمنے یہ مقرر کی ہے کہ دنیا میں تو ہم اسکو رُسوا کرینگے۔ اور آخرت میں وہ حوالہ عذاب سخت کئے جاوینگے۔ چنانچہ مورخ جرمن کے قول سے بھی دیکھ لو کہ کسقدر رُسوائی سُنّیوں کے خلیفہ یزید کی دنیا میں ہوئی اور بعد رُسوائی دنیا سے خود خلیفہ اور تمامی بنی اُمیّہ ایسے نابود ہو گئے کہ آج کوئی نظر بھی نہیں آتا اور انشاءاللہ تعالےٰ قیامت کو سُنّیوں کے خلیفہ یزید کو اور اس کے فرقہ کو جو سزا خدا دیگا وہ سب دیکھ لینگے۔ کیونکہ خدا کا قول جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اور خدا کسی کے عمل سے بےخبر نہیں خدا اس آیتمیں فرماتا ہے کہ میں اس سے بیخبر نہیں ہوں۔ جو کچھ تم میری عدول حکمی کر رہے ہو۔

اور آخر میں خدا نے یزید اور گروہ یزید کی بابت یہ بھی فرما دیا ہے کہ یہ لوگ تو وہ ہیں کہ جنہوں نے بعوض آخرت کے دنیا خرید کی ہے۔ پس ان کا عذاب ہلکا نہ کیا جاویگا۔ اور نہ انکی مدد کیجاویگی۔ اور اسی خریداری آخرت کی طرف ابن عمر کا اشارہ تھا۔ کہ جو بوقت وداع امام حسینؑ انہوں نے کہا تھا۔ کہ دنیا آپ لوگوں کو نہ ملیگی۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آپ آخرت میں حصّہ دار ہیں۔ میں نے اس نمبر میں آیت قرآنی اسواسطے دکھائی ہیں۔ کہ مصنف نے اس نمبر میں توجہ دلائی ہے "کہ بہترین طریقہ یہی ہے کہ مسلمان لوگ تقویٰ اور خوف خدا اور عبادت الٰہی میں سرگرم رہیں" تو کیا اسی کو تقویٰ اور اسی کو خوف خدا اور اسی کو عبادت الٰہی کہتے ہیں کہ جس کا سبق مصنّف کے خلیفہ یزید نے دیا ہے۔ خدا تو یہ سبق دیتا ہے کہ اپنوں میں ایک فرقہ کا خون مت بہاؤ۔ اور اس کو قتل نہ کرو۔ اس کو آوارہ وطن نہ کرو۔ اس کو اسیر نہ کرو۔ مگر یہ سب کام تمہارے خلیفہ یزید نے ہی کئے۔ کیا اچھی عبادت تھی کہ جب اسرار اہلبیتؑ رسوؐل دربار یزید میں گئے۔ تو وہ شراب پی رہا تھا۔ کیا اچھی عبادت کی۔ اور اسی کی پیروی اب اس کے فرقہ والے کر رہے ہیں۔ مورخ جرمنی نے لکھا ہے کہ حسینؑ کہتے تھے کہ میرے قتل ہو جانے کے بعد اور جانکاہ مصائب گذر جانے کے بعد خداوند عالم ایک جماعت کو آمادہ کریگا۔ جو حق کو باطل سے جدا کریگی اور ہماری قبروںکی زیارت کریگی۔ اور ہماری مصیبتوں پر روئیگی۔ اور وہ قیامت کو ہمارے ساتھ محشور ہونگے" اسکی بابت بھی قرآن میں پیشینگوئی موجود ہے۔ اور امام حسینؑ کا قول اسی پیشینگوئی کی بنا پر تھا۔ پارہ پنجم۔ سورہ نساء۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا

ذالک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما۔

ترجمہ۔ اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور اسکے رسوؐلکی یہ لوگ انہیں سے ہیں کہ جن پر انعام کیا ہے خدا نے پیغمبروںمیں سے اور صدیقوں میں سے اور شہیدوںمیں سے اور صالحین سے بھی لوگ عمدہ ہیں سے واسطے رفاقت کے بھی تو فضل ہے اللہ کی طرفسے اور یہی کافی ہے کہ خدا جانتا ہے۔ اس آیت کا بہت صاف مطلب ہے۔ جن لوگوں نے خدا اور رسوؐل کا کہنا مانا۔ پس یہ لوگ قیامت کے دن ہمراہ ان لوگوں کے ہونگے۔ جن پہ انعام کیا ہے خدا نے پیغمبرو

میں سے اور صدیقوں میں سے اور شہید وں میں سے اور صالحین سے یعنی خدا اور رسول کا کہنا ماننے والا ہمراہ ان لوگوں کے ہوگا۔ اور یہی ہمراہیت ایسے لوگوں کی یہی فضل ہے خدا کیجانب سے۔ خدا اور رسول کی فرمانبرداری کے واسطے۔ اور خدا اس شخص کو بھی جانتا ہے کہ جو فرمانبردار ہے۔ خدا اور رسول کا اور نافرمان کو بھی جانتا ہے۔ پس اس آیت کو اور آیت سابق کو ملاکر دیکھا جاوے تو صاف معلوم ہوجاویگا۔ کہ سنیوں کے خلیفہ یزید نے خدا اور رسول کا کہنا نہ مانا۔ اور ایک فرقہ کو گھر سے نکالا۔ ان کا خون بہایا۔ اور ان کو قتل کیا ان کو اسیر کیا اور پھر اپنے دربار میں بلاکر مثل قیدیان ترک ویلم کے سلوک کیا۔ بعد قتل امام حسینؑ تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ حسینؑ کے طرفدار زمانہ میں پیدا ہوگئے۔ اور اُنہوں نے اشقیائے اُمت سے ایسا بدلہ لیا کہ آج انکا نام بھی صفحہ دنیا پر نہیں ہے۔ اور بعد ان واقعات کے عالمان فرقہ شیعہ میں کہ جنہوں نے حق کو باطل سے جدا کرکے دکھادیا ہے اور ایسے لوگ بھی ہیں جو بنا بر خوشنودی خدا اور رسول کے ان کے پیارے نواسے کی حالتوں کو یاد کرکے روتے ہیں جسطرح رسول کے سر پر خاک پڑی تھی۔ اسی طرح اپنے سروں پر خاک ڈالتے ہیں۔ پس ان سے اچھا رفیق کون ہوگا۔ اور بوجہ سچے ایمان اور سچی رفاقت کے یہی لوگ تو ہیں جنہوں نے حسن اولئک رفیقا کا خطاب پایا۔ اور انشاءاللہ قیامت تک پاوینگے۔ پس اس آیت کی بنا ر امام مظلوم کا وہ ارشاد تھا۔ جو مورخ جرمنی نے اپنی تحقیق سے لکھا ہے۔ اس نمبر میں اور نمبر سابق میں مصنف نے فخرالدولہ کو بانی عزاداری قرار دیا ہے۔ یہ قطعی غلط ہے۔ مصنف نے خود تسلیم کیا ہے کہ سب سے پہلے یزید نے رنج کیا اگر صحیح ہوتا تو مصنف اس سند کا ذکر کرتے جہاں اُنہوں نے ایسا دیکھا ہے۔ اور اس کتاب کے نام کو دانستہ پوشیدہ کرتے ہیں کہ جسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف کوئی خارجی ہوگا۔ اور چونکہ مصنف نے مرزائی ہوکر خارجی سے سند لینا ناپسند کیا ہوگا۔ بدینوجہ اس کے اظہار نام کو باعث شرم سمجھا ہے۔ اور فخرالدولہ کے معاملہ قائمی یادگار کو بہ تبدیل الفاظ دکھایا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ بحوالہ تاریخ انگریزی اس واقعہ کو اور کسی قدر تفصیلی واقعہ کے بیان کردں۔

۔ از پرسنل لا آف دی محمڈنس ۔

عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں جو ساتواں خلیفہ بنی امیہ کا تھا بنی فاطمہ پر ظلم و ستم میں کچھ تخفیف ہوئی۔ مگر اس کے مرنے کے ساتھ پھر وہی بیداد ان پر ہونے لگی سنہ ۷۴۷ء مطابق سنہ ۱۲۷ھ میں ابو العباس سفاح نے بنی امیہ کو غارت کر کے بنی عباس کی خلافت قائم کی۔ مگر بنی فاطمہ کے احترام کیوجہ سے بنی عباس کو خار گذرتا تھا۔ اور اس حیلہ سے وہ بنی فاطمہ کو دبائے رکھتے تھے۔ اور انواع و اقسام کے ظلم ان پر کرتے تھے چنانچہ عبد اللہ المامون کے عہد خلافت تک یہی سلسلہ ظلم و جور اولاد پیغمبرؐ پر جاری رہا۔ یہ خلیفہ خاندان عباسیہ میں گل سر سبد تھا۔ یہ جب تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے چاہا کہ بنی فاطمہ کو مسند خلافت پر بٹھائے لہذا اس نے امام علی ابن موسی الرضاؑ کو جو بنی فاطمہ میں آٹھویں امام تھے اپنا جانشین نامزد کیا۔ اور اپنی بہن ام الفضل کو انکے حوالہ عقد میں دیا۔ ماموں رشید نے معتزلہ کے اعتقادات اختیار کئے کہ معقول پسند فرقہ اسلام میں یہی ہے۔ اور انکے اعتقادات کو تمام ممالک محروسہ میں جاری کرنا چاہا۔ مگر رعایا کے تعصب اور نفسانیت سے اس کا کچھ بس نہ چلا۔ امام علی ابن موسی الرضاؑ کو عباسیہ نے طیش میں آکر زہر دیدیا۔ ماموں رشید نے جو رعایت بنی فاطمہ سے کی تھی وہی سلوک اس کے بعد دو خلیفوں نے یعنی معتصم باللہ اور واثق باللہ نے کیا۔ مگر متوکل علے اللہ کے خلیفہ ہونیکے ساتھ ہی بنی فاطمہ پر پھر ظلم شدید ہونے لگا اور اس کے تمام عہد خلافت میں پندرہ برس تک ظلم و جور اور فسق و فجور کا بازار گرم رہا متوکل کے بعد اس کا بیٹا مستنصر باللہ خلیفہ ہوا۔ جس نے بمجرد خلیفہ ہونے کے حضرت علیؑ اور حضرت امام حسینؑ کی قبر منور کو جسے اس کے باپ متوکل نے کھدوا ڈالا تھا دوبارہ تعمیر کیا اور ان مشاہدہ مقدسہ کے اعظام و احترام کو دوبارہ قائم کیا۔ اس خلیفہ کی عقل و دانش کا تتبع اس کے بعد کے خلیفہ نے فی الجملہ کیا اور شیعوں سے کسی قدر رعایت کی سنہ ۳۳۴ ہجری مطابق سنہ ۹۴۵ء میں معز الدولہ دیلمی جو خاندان بویہ سے تھا۔ سٹی انسپکٹر پولیس آف بغداد یعنی کوتوال شہر بغداد مقرر ہوا۔ جو درحقیقت بڑا شیعہ اور دوستدار بنی فاطمہ کا تھا۔ اس نے چاہا تھا کہ مطیع اللہ خلیفہ عباسی کو معزول کر کے کسی شخص کو اولاد علیؑ میں سے خلافت پر بٹھادے۔ مگر مصالح وقت کو دیکھکر اس ارادہ سے باز رہا۔

معز الدولہ نے بغداد میں عاشورہ کرایا۔ یعنی وہ روز ماتم جس روز امام حسینؑ معہ اہلبیتؑ والضار میدان کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ ۶۴۵ھ مطابق ۱۲۴۷ء میں بعہد خلافت معتصم باللہ شیعوں پر پھر ظلم شدید شروع ہوا جسکے نتائج اسلامی تہذیب و شائستگی کے حق میں سم قاتل ہوئے اور مغربی ایشیا کے لوگ سب کے سب تباہ و برباد ہو گئے۔ اس ضعیف العقل خلیفہ نے ان خوارج اور دشمنان اہلبیتؑ کے منافقانہ مشورہ پر عمل کرکے جو اسکے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ سب کے سب شیعہ مردوں کے قتل عام کا حکم دیدیا۔ ایک منشور سلطانی کے ذریعہ سے جسکا مثل نظیر مذہبی ظلم اور تعدی کی تاریخ میں کہیں نہیں ہے۔ اس نے اہل حق کو اجازت دیدی کہ شیعونکے مال و اسباب کو لوٹ لو۔ ان کے مکانات کو منہدم کرادو۔ اور انکی کھیتیوں کو غارت کردو۔ اور انکی عورتوں اور بچّوں کو لونڈی غلام بنا ڈالو۔ معتصم کی اس شقاوت کا انتقام چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے لیا۔ جو فوج کثیر لیکر بغداد پر چڑھ آیا اور تین روز تک اس کمبخت شہر کو تاخت و تاراج کیا۔ تیسرے دن یہ سینتیواں خلیفہ خاندان عباسیہ سے بڑی ذلت و خواری سے قتل کیا گیا۔ اور خاندان عباسیہ کا کام تمام ہوا۔ چونکہ شیعوں پر وقتاً فوقتاً ظلم و جور ہوتا رہا۔ اور انکے امام آخر الزمان علیہ السلام قدرت خدا سے غائب ہو گئے، لہذا ان کو یہ اعتقاد پیدا ہوا کہ اگرچہ امامؑ زمان غائب ہیں۔ مگر اب تک زندہ ہیں اور جلد ظہور فرماکر مظلوموں کا انتقام ظالموں سے لینگے۔ اور اہل حق اہل باطل پر غالب آوینگے۔ مؤرخ کے ان واقعات کو دیکھکر جو لفظاً لفظاً ترجمہ کئے گئے ہیں۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ شیعونکو سنیونکے ہاتھوں سے کبھی ایسا موقعہ ملا۔ کہ وہ اپنے رسوم مذہبی آزادی کیساتھ کرتے ہاں جب کبھی اور جسوقت بھی انکو موقعہ ملا۔ خفیہ اور علانیہ اپنی ادائے رسوم مذہبی کرتے رہے۔ معز الدولہ کوئی بڑا امیر نہ تھا جیسا کہ مصنف نے کہا ہے۔ وہ کوتوال شہر بغداد ضرور تھا وہ پکّا شیعہ ضرور تھا۔ اس کے ہاتھ میں انتظامی کام ضرور تھا۔ اس نے اپنی قوت کا اندازہ کرکے علانیہ دسویں محرم کو بغداد میں عزاداری کرادی۔ کیا اس سے یہ سمجھ لیا جاوے گا کہ وہی موجد عزاداری ہوا۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ بغداد جو خلفائے بنی عباس کا پایۂ تخت تھا۔ وہاں اس نے موقعہ پاکر یا علیؑ اور یا حسینؑ کے نعرے بلند کرا دیئے اور اسکے بعد پھر

جب خارجیوں کا زور شور ہو گیا تو پھر شیعوں کا جو حشر ہوا اس کو اس مؤرخ نے ظاہر کیا ہے اور پھر شیعو نکے ہاتھوں سے خاندان عباسیہ کا خاتمہ بھی ہو گیا ہے۔ میں کسی موقعہ پر یہ بھی ظاہر کرونگا کہ ہندوستان میں کب سے مراسم عزا کا دستور ہوا۔ اور جس شخص نے ایسا کیا۔ کیا اسکی بابت یہ کہا جاویگا کہ وہی اس کا موجد ہے۔

مصنف نے پچھلے نمبر میں بھی اور اس نمبر میں بھی شیعوں پر یہ الزام دیا ہے کہ قائمی یادگار شیعوں کا کام ہے۔ یا ایسی مثالیں یہود و نصاریٰ میں ملتی ہیں۔ اسلام میں نہیں ملتیں کہ جسکا جواب کافی طور پر آیات قرآن سے دیا جا چکا ہے۔ مگر ایک اور بحث سے بھی اس یادگار کو ثابت کیا جاتا ہے کہ یادگار کوئی جدید امر نہیں ہے بلکہ بہت پُرانا طریقہ ہے۔ قرآن ہم کو تعلیم فرماتا ہے۔ پارہ سترہ۔ سورۂ حج ذالک ومن یعظم شعائر اللہ فانّہا من تقوی القلوب **ترجمہ** یہی تو ہے اور جو کوئی تعظیم کرے نشانیوں خدا کی پس تحقیق وہ پرہیز گاروں سے ہے یہ آیت ہمکو یہ سبق دیتی ہے کہ ہم خدا کی نشانیونکی تعظیم کریں۔ پس اگر ہم ایسا کرینگے تو ہمارے قلوب کو مثل ان قلوب کے کر دیگا۔ کہ جیسا صاحبان تقویٰ کے ہوں۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ آیا یہ انعام کچھ کم ہے اگر ہم شعائر اللہ کی تعظیم کریں تو ہم تو مثل ان دلونکے ہو جاویں کہ جو سراسر تقویٰ ہوں۔ اس آیت کے پیش کرنے کے بعد میں سوال کرتا ہوں کہ آیا وجود آنحضرتؐ شعائر اللہ یعنی خدا کی نشانیوں سے تھا یا نہیں۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ کوئی بھی جو مسلمان ہوگا اور سچے دل سے اس نے اسلام قبول کیا ہوگا۔ اس کا تو یہی عقیدہ ہوگا۔ کہ ضرور وجود آنحضرتؐ کا شعائر اللہ سے تھا۔ یعنی خدا کی نشانی تھا۔ پھر میں دوسرا سوال کرتا ہوں۔ کہ پارہ ۳ سورہ آل عمران میں یہ آیت موجود ہے یا نہیں۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکٰذبین۔ **ترجمہ** اے رسولؐ پس جو کوئی جھگڑے تجھ سے بیچ اسکے جو آیا تیرے پاس علم سے پس کہہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو۔ پھر ابتہال کریں۔ پس کریں ہم لعنت خدا کی جھوٹوں پر۔

اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ کہ یہ آیت قرآن نہیں ہے۔ اور اس سے بھی
کوئی سُنی المذہب انکار نہیں کرسکتا ہے کہ ترمذی اور مسلم میں یہ قبول کیا گیا ہے کہ اس آیت
کی تعمیل کیوقت بھی رسولخدا کے ساتھ علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ تھے۔ پس یہ ثابت ہوتا ہے
کہ رسولخدا نے بحکم خدا حسنؑ حسینؑ کو اپنے ابنار میں داخل کیا۔ اور جناب فاطمہؑ نسار میں اور علیؑ
انفسنا میں۔ اور اسی وجہ سے شیعہ ان پانچوں حضرات کو پنجتن پاک کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم
ہوتا ہے کہ ان پانچوں بزرگواروں میں ایک ہی اثر تھا۔ جب ہی خدا نے ان کو رسولؐ کے
ساتھ مثل جان اور اولاد اور نسار کے کہا۔ اور مباہلہ کیوقت ان چاروں کو رسولؐ کا
ساتھی کرکے ایک اسلام کو نہیں بلکہ غیروں کو بھی بتا دیا۔ اور دکھا دیا کہ اسلام میں یہی پانچوں
شخص ایک جان اور جداگانہ قالب ہیں۔ چنانچہ یہی وجاہت دیکھکر اہل مباہلہ اپنی ہٹ دھری
سے ہٹ گئے۔ چونکہ خدا نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو قولاً و فعلاً یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ رسولؐ
سے جُدا نہیں ہیں۔ پس اگر رسولؐ شعائر اللہ سے تھے تو یہ چاروں بھی شعائر اللہ سے تھے
اور اگر بعد وفات رسولخدا کا مزار شعائر اللہ ہے تو ان چاروں کے مزار بھی شعائر اللہ ہیں
بس اگر تعظیم قبر رسولؐ اللہ حسب آیہ تعظیم شعائر اللہ واجب ہے۔ تو علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کی
قبور بھی واجب التعظیم قرار پاوینگے۔ اور جب بروئے نص قرآن یہ مزار قابل تعظیم قرار پا گئے
تو ان مزاروں کی تعظیم کرنیوالے بھی مثل قلوب صاحبان تقویٰ قرار پا گئے۔ بس اب جھگڑا کا ہے
کا ہے اسی امر پر فیصلہ ہوا جاتا ہے۔ کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کی قبروں پر شیعہ زیارات کو
جاتے ہیں یا سُنی۔ ظاہر ہے کہ جب سُنیوں نے انکی زندگی میں ان سے کام نہ رکھا تو ان کے
مزاروں پر جاکر کیا کرینگے۔ پس اس انعام ربی سے سنی ہی تہیدست رہے۔ اور شیعہ خدا کے
فضل و کرم سے مالامال ہیں۔ اور یہی وہ پیشنگوئی امام حسینؑ کی تھی کہ ہماری قبور کی زیارت
کو آوینگے جسکو مورخ جرمنی نے بیان کیا ہے۔ اور قبور جو ہوتی ہیں وہ محض یادگار کیواسطے
برقرار رکھی جاتی ہیں جسکو شعائر کہا جاویگا یعنی نشانیاں ہونگی۔ پس کچھ قبور ایسی ہونگی۔ جو
شعائر اللہ ہیں۔ اور کچھ قبور ایسی ہونگی جو اپنے عزیز و اقارب کیواسطے شعائر یعنی نشانیاں ہونگی
کہ انکے عزیز و اقارب اور دوست ان پر جاویں۔ اور انکے لئے دعائے مغفرت کریں۔ خواہ

روزانہ خواہ ہفتہ وار خواہ ماہوار خواہ سالوار۔ پس سالوار فاتحہ کی رسم زیادہ جاری ہوگئی کہ دور و دراز کے اشخاص بھی شریک ہوجاویں۔ پس اسی کو یادگار کہتے ہیں۔ اب میں قائمی یادگار بھی بروئے نص قرآنی ثابت کرچکا۔ اب تعزیہ داری بھی بروئے نص قرآن ثابت کرتا ہوں خداوندتعالےٰ پارہ ۲۲ سورہ سبا میں فرماتا ہے یعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفانٍ کالجواب وقدورٍ راسیٰتٍ اعملوا اٰل داؤد شکرا وقلیل من عبادی الشکور ترجمہ بناتے تھے واسطے اس کے (یعنی حضرت سلیمانؑ) جو کچھ کہ چاہتا تھا قلعوں سے یا بالا خانوں سے اور تصویریں اور لگن مانند تالابوں کے اور دیگیں ایک جگہ دھری رہنے والی عمل کرو اے آل داؤد اور تھوڑے ہیں بندوں میرے سے شکر کرنے والے۔ یہ آیت حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں ہے۔ اگر اسکی پوری حالت بیان کیجاوے تو میرے مقصد میں بہت طول ہوجاویگا۔ اور اس نمبر میں بھی کسی قدر طول ہوگیا ہے۔ شاید ناظرین گھبرا نہ جاویں۔ بدیں وجہ میں اختصار کو مدنظر رکھکر اپنے مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور صرف لفظی ترجمہ پر ناظرین کی توجہ مبذول کرتا ہوں خداوندتعالےٰ قرآن پاک میں خبر فرماتا ہے کہ جنّات اور دیو وغیرہ حضرت سلیمانؑ کے واسطے بناتے تھے جو کچھ کہ وہ حکم دیتے تھے۔ قلعہ بھی بالاخانے عمدہ عمدہ بنائے تھے۔ تصویریں بھی بناتے تھے۔ لگن ایسے بڑے بڑے بناتے تھے کہ جیسے تالاب ہوتے ہیں۔ اور دیگیں ایسی بڑی بڑی جو ایک ہی جگہ دھری رہیں۔ پھر خدا آخر آیت میں ہدایت شکر کرتا ہے۔ مگر یہ بھی فرماتا ہے کہ شکرگذار بندے بہت کم ہوتے ہیں یہ آیت میں نے صرف اسواسطے پیش کی ہے کہ خداتعالےٰ آنحضرتؐ کو حال حضرت سلیمانؑ سے اطلاع فرماتا ہے۔ اور اسی اطلاع میں یہ بھی فرماتا ہے کہ دیو اور جن سلیمانؑ کے واسطے عمدہ عمدہ تصویریں بناتے تھے جس سے اس امر کا ثبوت ہے کہ ایک نبیؑ کے واسطے تصویریں بنائی جاتی تھیں ورنہ اس نبیؑ نے اس کو عمل قبیح سمجھا تھا۔ نہ خدا نے کیونکہ خدا اگر ان تصاویر کے بنانے کو ناپسند فرماتا تو پھر حضرت سلیمانؑ تصویریں نہ بنوایا کرتے یا اس آیت میں خدا اظاہر فرماتا ہے کہ ہمکو اسکی تصویریں بنوانا ناپسند تھا۔ مگر ایسا نہیں فرمایا۔ جہاں اور عجائبات حضرت سلیمانؑ کے واسطے دیو اور جن لاتے تھے۔ وہاں تصاویر بھی بناتے تھے اور یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ نقل کو تصویر کہینگے اصل کو تصویر نہیں کہا جائیگا۔ اصل سے تصویر اُتاری

جاتی ہے۔ پس تصویر یا شبیہہ کا ثبوت قرآن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام سے بہت ہی زمانہ سابق سے چلا آتا ہے۔ اور نقل تصویر بطور یادگار ہی کام میں لائی جاتی ہے نہ معلوم کس علمیت پر مصنّف نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عمل یادگار و تعزیہ و محرّم معزالدولہ کا ایجاد ہے اب میں ناظرین کو یہ دکھاتا ہوں کہ تعزیہ کیا ہے۔ وہ تصویر یا شبیہہ قبر حضرت امام حسینؑ ہے جو قبر منجملہ قبور شعائراللہ ہے کہ جسکی عظمت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ چونکہ سالانہ فاتحہ کا عام دستور ہوگیا ہے حتّٰی کہ اپنے متوفّی عزیز و نیز کے لئے کثرت سے مسلمان سالانہ فاتحہ بعض جمعرات کو دلاتے ہیں یا جس سے جسکا تعلّق ہوتا ہے۔ وہ اسکی فاتحہ دلاتا ہے۔ ہر پنجشنبہ کو یا ماہوار یا سالانہ ہوتا ہے پس عاشورہ محرّم کا وجود چونکہ قرآن سے ثابت ہے اور خدا نے بوجہ اس کے کہ حسینؑ شعائراللہ میں سے تھے اور انکی شہادت کیوقت راضیۃً مرضیہ فرمایا ہے جس سے ثابت ہے کہ انکی شہادت پسندیدہ باریتعالیٰ تھی۔ بدیں وجہ شیعہ امر باعث پسندیدگی ربّی کے یادگار مناتے ہیں اور کثرت سے اسی زمانہ محرّم میں کہ جسکی بابت خدا نے والفجر میں ذکر فرمایا ہے۔ سالانہ نذر و نیاز کرتے ہیں وہ دس راتیں کہ جنکا ذکر سورہ والفجر میں ہے اور ان مصیبتوں کو یاد کرتے ہیں اور مثل رسوؐل اپنے سروں پر خاک اڑاتے ہیں۔ نوحہ کرتے ہیں اور قبر حسینؑ کی تصویر یا شبیہہ بناتے ہیں جسکو تعزیہ کہا جاتا ہے۔ اور اس مکانیں رکھتے ہیں۔ کہ جسکو عزاخانہ کہا جاتا ہے پس شیعوں کا یہ فعل جسقدر بھی ہے وہ بنا بر خوشنودی حضرت حق و بنا بر خوشنودی رسولخدا کے ہے۔ پس یادگار منانا یہ کوئی نیا دستور نہیں ہے۔ بلکہ اسلام سے پہلا دستور ہے مصنّف نے یا تو بوجہ تعصّب کے جو بالعموم فرقہ مرزائی کو شیعوں کے ساتھ ہے یہ اپنا اظہار رائے کیا ہے کیا بوجہ کم علمی کے انکی قلم سے ایسا نکلا ہے مگر میں یادگار یا تصویر بنانے کا ثبوت سُنّیوں کی کتب سے بھی دینا چاہتا ہوں۔ حکیم سلامت علیخان جو صاحب تصانیف اہلسنت سے تھے۔

تمثیل نمبر ۱۔ اپنی کتاب الابطال مذہب امامیہ جو بہت ہی محنت سے لکھی ہے وہ اس میں لکھتے ہیں کہ اسمیں ہرگز شک نہیں ہے۔ کہ امام باڑہ اور نقل تربت شریف بعد تیار ہونیکے لائق تعظیم کے ہیں۔ اور بالضرورت ادب ان کا شایان ایمان ہے۔

تمثیل نمبر دوم۔ کتب دلائل المعجزات و دلائل الخیرات جو مذہب اہلسنت کی کتابیں ہیں۔

انمیں نقشہ روضۂ رسول معہ قبر آنحضرتؐ اور قبر ابوبکر اور عمر کی بنائی ہے اور سرنامہ پر اسکے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے ھذا قبۃ الروضۃ المبارک التی فیھا رسول اللہ وصاحباہ۔ یہ نقشہ قبہ روضہ مبارک کا ہے۔ جسمیں رسولخدا اور دونوں یار انکے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر مدفون ہیں۔ صورت اسکی یہ ہے۔

شرق

قبر ابوبکر

جنوب — قبر آنحضرتؐ — شمال۔ من مؤلف۔

قبر عمر

غرب
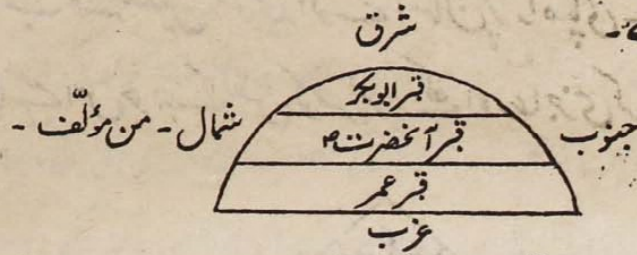
مجھے اس نقشہ کو دیکھکر سخت تعجب ہورہا ہے کہ درمیان میں قبر آنحضرتؐ کی ہے۔ بحساب قبر رسولؐ انکے دست راست کو یعنی بجانب غرب کھلی ہوئی جگہ میں ابوبکر کی قبر ہونا چاہیئے تھی۔ کیونکہ وہ عمر سے پہلے آنجہانی ہوئے تھے۔ مگر انکی قبر جانب شرق وجانب دست چپ پیغمبرؐ تنگ جگہ میں واقعہ ہوئی ہے اور عمر کہ جو انکے بعد آنجہانی ہوئے تھے انکی قبر جانب دست راست یعنی جانب غرب واقع ہوئی ہے اور کھلی جگہ میں ہیں تو اس سے یہی نتیجہ پیدا کرتا ہوں کہ ابوبکر کی زندگی اور موت بقبضہ عمر تھی۔ اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ لیڈی عائیشہ نے اس معاملہ پر کیوں عمر سے جنگ نہ کیا کہ انکے باپ کو جو رسولؐ کے یار غار بھی تھے کیوں تنگ جگہ میں بائیں کروٹ پر رکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ لیڈی ممدوحہ بھی عمر سے ڈرتی تھیں۔

تمثیل نمبر ۳۔ صاحب کتاب درر وغرائی حال شیخ عبداللہ بلخی کا لکھا ہے۔ کہ اپنے مرشد شاہ احمد بخاری سے اعتقاد اور خلوص ارادت رکھتا تھا کہ ہر سال بلخ سے انکی زیارت کو بخارا کو جاتا تھا جب پیر مر گیا تو عبداللہ نے ایک پارچہ حریر پر اپنے پیر کی تصویر اُترو ائی۔ اور سارا نقشہ اس مکان کا کہ جسمیں پیر بیٹھتا تھا اور نقشہ اسکے مقبرہ کا اور مسجد کا اور ہر روز اسکی زیارت کیا کرتا تھا۔

تمثیل نمبر ۴۔ مولوی جامی نے رسالہ فتوح الحرمین میں نقشہ مکہ منورہ اور مدینہ طیبہ اور کوہ ابوالقیس اور روضہ بقیع اور کوہ صفا اور مروہ کی لکھی ہے۔

تمثیل نمبر ۵۔ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے کتاب ماثبت بالسنہ میں تصویر قبر رسولخدا معہ تصویر قبور شیخین کھچوائی ہے۔

تمثیل نمبر۶۔ صاحب روضتہ الاحباب نے روضہ کی چھٹی فصل میں جو باب سوم میں ہے
نقشہ نعلین مبارک آنحضرتؐ درج کیا ہے اور اسکی صفت وثنا کے بعد لکھا ہے کہ نعلین آپکی
پوست گاؤ کی تھی اور حسب ذیل اس کا نقشہ ہے۔ اور نقشہ یا شبیہہ کے اوپر یہ عبارت درج ہے
اے طالب نقشہ نعلین رسولخدا تو نے آسمان پر راہ پائی ہے۔ اب جو شخص پیغمبرؐ کی
دوستی سچی رکھتا ہے اس جوتہ کے نقش کو سر پر رکھے اور عاجزی کرے اور اسکا معتقد ہو۔
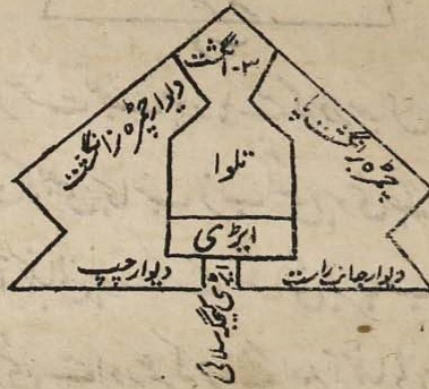
تمثیل نمبر۷۔ یہ تصویریں تو غیر ذی روح کی ہیں۔ مگر میں ایک سارٹیفکیٹ شیخ عبدالحق
صاحب دہلوی کا جو انکی شرح مشکوۃ میں درج ہے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں ان جاء جبرئیل
بصورتنا فی خرقتہ حریرٍ خضرا علی رسول اللہ فقال ھذہ ازوجتک فی الدنیا والاخر
لیڈی عائشہ کا ارشاد ہے کہ جبرئیل میری تصویر ایک پارچہ ریشمی سبز رنگ پر رسولؐ کیخدمت
میں لیکر حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ بی بی ہے تمہاری دنیا اور آخرت میں۔

تمثیل نمبر۸۔ جامع الاصول میں لیڈی عائشہ سے منقول ہے کہ میں اپنی سہیلیوں کیساتھ
گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور جب آنحضرتؐ باہر سے تشریف لایا کرتے تھے تو میری سہیلیاں
بسبب خوف آنحضرتؐ چھپ جایا کرتی تھیں اسوقت وہ جناب اُن سے اشارہ کرکے میرے
ساتھ کھیلنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ پھر وہ میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔

کیا یہ تمسخر کی بات نہیں ہے کہ سنیوں کے تو سب فعل جائز اور شیعوں کا تعزیہ بنانا مجالس
عزائے حسینؑ کرنا بدعت اگر کہیں قرآن شریف میں تعزیہ اور عزائے امام حسینؑ کا حکم نہیں ہے
تو یہ نمبرہ جو پیش کئے گئے ہیں ان کا کہیں قرآن شریف میں حکم دکھا دو۔ اس نمبر میں بھی
مصنف نے شیعوں کو کہا ہے کہ وہ امامؑ کو شہید کرنے والے تھے۔ اسکا جواب کافی طور پر

پچھلے نمبروںمیں دے آیا ہوں۔ ہاں مینے یہ طرز متکلمین مرزا قادیانی میں ہی دیکھا ہے کہ اپنی تصانیف میں ایک امر کا تذکرہ مکرر سہ کرر کرتے ہیں کہ جسکا مقصود زیادتی سطور کے اور کچھ نہیں پایا جاتا یہ معمولی عقل و فہم کا انسان جان سکتا ہے کہ جو خود کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ اس جرم سے شرمندہ نہیں ہوا کرتا۔ نہ اس پر افسوس کرتا ہے۔ مینے بہت سے ایسے مقدمات دیکھے ہیں کہ طمع زر کیخاطر لوگ بے گناہوں کو قتل کرتے ہیں چھوٹے چھوٹے بچوں کو مار ڈالتے ہیں مگر وہ نہ انکے واسطے افسوس کرتے ہیں نہ غم۔ اور ایسے شقی القلب لوگوں کی بابت جو مرتکب جرائم کبیرہ کے ہوتے ہیں یہ دستور بھی پایا جاتا ہے کہ وہ خود دیتر سے الزام علیحدہ کرکے دوسرونکے سر ڈالا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مصنّف کا طرز عمل کہہ رہا ہے۔ کہ وہ خون حسینؑ کا دھبّہ اپنے خلیفہ یزید کے دامن سے چھٹانے کی قابلیّت نہیں رکھتے۔ مجبوراً وہ اور ان کا گروہ خود کو شیعہ قرار دیتا ہے کیا زبانی قرار داد سے کوئی شیعہ کہا جا سکتا ہے یا سُنّی حسینؑ کا قاتل صرف یزید ہی نہ تھا بلکہ اس فعل کا بنیادی پتھّر سقیفہ میں رکھا گیا تھا کہ جسکے بانی حضرت ابوبکر و عمر ہوئے ہیں۔ یہ خیال بھی سراسر غلط ہے کہ "اہلسنت بیچاروں کو ناحق اس بارہ میں ملامت کیا جاتا ہے" شیعہ لوگ اہلسنت کو ملامت نہیں کرتے۔ ہاں تم کراتے ہو تو کرتے ہیں۔ جب تم سنّیونکے پیروں کے عمل کو مٹانا چاہتے ہو اور اسکو الزام سمجھ کر شیعوں پر وار کرنا چاہتے ہو تو مجبوراً شیعہ اسکو معرض تنقیح میں لاکر اس کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اور خلفاء کو مجرم ثابت کرکے بذریعہ ٹیلیگرام ان کو اطلاع کرتے ہیں۔ مگر چونکہ تمہارے خلفا صاحبان تو آج دنیا میں نہیں ہیں آنجہانی ہو چکے ہیں۔ بدینوجہ شیعوں کا ٹیلیگرام انکی قبور سے واپس آتا ہے۔ اور اسکو انکی جماعت وصول کرتی ہے۔

اس سے کون انکار کرتا ہے کہ شہدا زندہ نہیں ہیں مگر اسجگہ قرآن ہیں کہ جہاں کا مصنف نے ذکر کیا ہے۔ کیا خدا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم شہیدونکے زخمونکی مرہم پٹی کرکے مثل سول سرجنوں کے ان کو درست کر دیتے ہیں۔ اگر ایسا کہیں فرمایا ہو تو مصنّف بتا دیں کہ کس آیتمیں یہ تذکرہ ہے۔ کہ خدا نے ایک ہاسپٹل بھی قائم کیا ہے۔ اور شہدا اسمیں داخل کئے جاتے ہیں۔ اور وہاں انکی مرہم پٹی کرکے وہ چاق و چوبند کئے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ راضی

خوشی پاس کرکے جنت میں بھیجدیئے جاتے ہیں۔ مصنف کو لازم تھا کہ جہانسے یہ لیا ہے کہ شہدا جو زندہ ہیں وہانسے یا کسی اور جگہ سے قرآنمیں سے یہ بھی ثابت کیا ہوتا کہ شہدا رجاق چوبند ہیں۔ اور جنت کے میوے کھارہے ہیں۔ جب سُنّی خود اور خود انکے پیشوا قاتلان حسینؑ ہیں تو وہ کیسے پسند کرینگے کہ مجالس عزا ر امام حسینؑ میں شریک ہوں۔ اور جہاں اُنکے اور اُنکے اگلے پچھلوں کے کارنامے کھولے جاتے ہیں۔ تو ان کو کیا غرض کہ وہ بوڑھی عورتونکی طرح شور واویلا کریں۔ ان کو دلّی کے چاوڑی بازار یا لاہور کے انارکلی کے بازار کے بالاخانوں پر ہی بیٹھنا پسند ہے۔ اور خدا انہیں مبارک کرے۔

یہ بھی خلاف بیانی ہے کہ بدعات محرّم اور مرثیہ خوانوں کے قابل نفرت بیانونکی اصلاح میں علمارشیعہ کتابیں شایع کرارہے ہیں۔ ہمارے علمار کا صرف یہ مقصد ہے۔ کہ سنّیوں نے جو جھوٹی حدیثیں واقعہ کربلا کی گھڑلی ہیں۔ اور وہ زمانہ کی رفتار کیوجہ سے کہ سنّیوں کا غلبہ رہا ہے۔ شیعوں نے بھی مناسب سمجھا۔ کہ انکو اپنی کتابوں میں درج کرلیا۔ اب چونکہ خدا کے فضل سے سنّیوں کا غلبہ اٹھتا جاتا ہے۔ اور خدا انگریزی عملداری کو قائم و برقرار رکھے کہ جسنے ہر شخص کو اپنے مذہب پر قائم رکھنے کی اجازت دیدی ہے۔ بدینوجہ علمار مذہب شیعہ نے یہ پسند کیا ہے کہ سنّیونکی کوئی حدیث جو واقعہ کربلا کے متعلق ہو نہ پڑھی جاوے۔ بلکہ وہ سچّے مضامین پڑھے جاویں کہ جو درحقیقت واقعہ ہوئے تھے۔ کہ جنکا ذکر مورخ جرمنی نے اسطرح کیا ہے راقم خود چند مرتبہ جہاں ذکر مصائب ہوتا تھا اسلام بول میں ایک مترجم مخصوص کیا تھا گیا اور مینے سُنا کہ وہ کہتے ہیں کہ حسینؑ جو ہمارے پیشوا اور امامؑ تھے اور انکی اطاعت اور پیروی ہمکو فرض ہے۔ یزید کی زیادتی و زبردستی و ظلم میں مطیع نہیں ہوئے۔ اور حفظ شرف اور علوی حسب اور مقام بزرگ حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اپنا مال دیا۔ اپنی جان دی۔ اپنی اولاد دی اپنے عیال دیئے۔ اور اسکے عوض میں دنیامیں نام نیک اور آخرت میں مرتبہ شفاعت اور تقرب بارگاہ خدامیں حاصل کیا۔ اور انکے دشمن خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہوئے ہندوستان تو کیا ایران جو شیعہ مذہب کا مرکز ہے۔ وہاں بھی شیعہ مذہب بہت بعد ظاہر ہوا اسوقت تک جو شیعہ تقیہ کیحالت میں تھے وہ سنّیونکے ہی بیان کردہ واقعات کربلا کو غنیمت خیال کرکے اسنے وہ سنے

اپنا کام نکالتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ غلط واقعات جو سنیوں کے ہاں سے مصلحت وقت سمجھکر لئے گئے تھے وہ اب نکالے جارہے ہیں۔ اس موقعہ پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں بروئے تاریخ انگریزی یہ بھی ثابت کروں کہ اس نورانی مذہب شیعہ کا طلوع ایران وہندوستان مین کب سے ہوا۔ تاکہ وہ ثبوت اس امر کا ہو کہ اس سے پہلے شیعونکو موقعہ ہی تصانیف کا نہیں مل سکتا تھا۔ از پرسنل لاف دی محمڈنس۔

سنہ ۹۰۵ھ میں مطابق سنہ ۱۴۹۹ع کے شاہ عباس صفوی بانی سلطنت صفویہ نے مذہب شیعہ اختیار کر کے اس کو قومی مذہب ایرانیوں کا بنا دیا۔ اور اسوقت سے آجتک ایران میں یہی مذہب جاری چلا آتا ہے۔ حالانکہ اشرف خان افغان اور نادرشاہ دُرّانی نے بہت کوشش کی کہ سنی مذہب اس ملک میں جاری ہو جاوے۔ ہمایوں سنہ ۱۵۵۵ع میں شیر شاہ سور کے مرنیکے بعد جب ہمایوں ہندوستان پر آیا۔ تو کہتے ہیں کہ اسکی نیت میں یہ تھا کہ اس امداد کے معاوضہ میں جو ایرانیوں سے اسکو ملی تھی مذہب شیعہ اس ملک میں جاری کرے نہیں معلوم یہ خبر صحیح ہے یا نہیں مگر اسمیں شک نہیں کہ بہت سے شیعہ علما رہمایوں کے ساتھ ایران سے آئے تھے۔ اور اس ملک میں اپنا رنگ جمایا تھا۔ اور مذہب شیعہ شایع ہونے لگا تھا۔ مگر بادشاہ کا مذہب سنّی ہی رہا۔ شاہجہان کا منجھلا بیٹا شاہ شجاع شیعہ تھا۔ سنہ ۱۸۴۷ع میں امجد علیشاہ بادشاہ اودھ نے اس مذہب کو صوبہ اودھ میں بہت رونق دی۔ اور اب ملک حجاز اور عرب کے بلاد مشرقی میں بہت سے شیعہ ہیں۔ مگر از روئے تواریخ شیعوں کا مذہب سنیوں کے مذہب سے تقدم زبانی رکھتا تھا۔ اس سند کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف صوبہ اودھ میں مذہب شیعہ کو رونق پکڑے ہوئے پوری صدی نہیں گذری ہے۔ اور ہمایوں کی ایران سے واپسی پر شیعہ مذہب کے قدم زمین ہند پر پہنچے۔ کہ جسکے اثر سے ہمایوں کا پوتا شیعہ ہوا مگر اسکے وقت میں بھی شیعہ مذہب کو رونق نہ ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر ہندوستان میں وہی روایات متعلقہ واقعات کربلا پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔ کہ جسکے بانی سنّی تھے۔ اور اسمیں سے بعض ایسی تھیں کہ مجبوراً شیعوں نے ان کو پسند کیا۔ اور وہ انکی کتابوں میں داخل ہوگئیں چونکہ اب خدا کے فضل سے گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں شیعوں کو اطمینان ہوا ہے۔ بدیں وجہ وہ اپنی

کتابونکی اصلاح کر رہے ہیں۔ یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے کہ جس پر مصنف نے اعتراض کیا ہے۔

سوال نمبر ۹۔ ہمنے کئی شیعہ علما ر مرثیہ خوانونکی زبانی سُنا ہے کہ جو شخص امامؑ کی مصیبت پر رویا یا اس نے دوسروں کو رُلایا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوگئی۔

جواب۔ اس قسم کی حدیثیں اور روایتیں لوگوں نے اپنے ٹکے سیدھے کرنیکی خاطر گھڑی ہوئی ہیں۔ بھلا اگر سچ مچ گریہ وزاری سے گناہ جھڑ جاتے تو پھر یزید کے بارہ میں شیعہ کیوں نہیں مانتے۔ ہمنے معتبر شیعہ کی کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ امامؑ کی شہادت کی خبر سُنکر یزید بہت رویا اور مُنہ پر طمانچہ مارے۔ اور سب سے پہلے اسی نے اپنے محلسرائے کو ماتمکدہ بنایا اور اپنی بیویوں کو بھی حکم دیا کہ اہلبیتؑ کے ساتھ امامؑ کے غم میں سوگ کریں اور زیور اُتار ڈالیں۔ لازم ہے کہ ایسی احادیث کو مستند و معتبر ماننے والے پہلے یزید کے جنتی ہونے کا اشتہار دیں۔

جواب شیعہ نمبر ۹۔ نہ معلوم فرقہ مرزائی کو شیعوں سے کیا حسد ہے اور کیسا گھٹاٹوپ اندھیرا انکی آنکھوں پر چھایا ہے۔ کہ شیعوں پر الزام دینے کیواسطے دروغ گوئی پر بھی جرأت کر جاتے ہیں مصنف چونکہ میدان مناظرہ میں آئے ہیں۔ مگر اپنے گھر کی خبر نہیں۔ میں سنیونکی کتب سے ہی اس سوال نمبر ۹ کا جواب دیتا ہوں۔

نمبر ۱۔ صاحب ینابیع المودت علامہ سلیمان الحنفی جو سنیونکے اکابر علماء سے ہیں وہ اپنی کتاب میں کہتے ہیں من بکی علی الحسینؑ او ابکی او تبا کا وجبت لہ الجنۃ جو حسینؑ پر روئے یا رُلائے یا رونیوالوں کی شکل بنائے اس پر جنت واجب ہوتی ہے۔

نمبر ۲۔ امام احمد حنبل اپنی مسند میں کہتے ہیں من دمعت عیناہ تقتل الحسین ومعۃ او قطرت قطرۃ بواہ اللہ عز وجل۔ جس شخص کی آنکھوں سے امام حسینؑ کی شہادت کا ذکر پڑھکر یا سُنکر آنسو بھر آئیں یا کوئی قطرہ اشک ٹپکے وہ خدا سے جنت پاتا ہے۔

نمبر ۳۔ نصر اللہ خان نے اپنی وہ مجلس میں لکھا ہے کہ "رونا اور غمگین ہونا اور شہادت اہل بیت کے موجب ثواب اور ترقی درجات اور باعث کفارہ سیئات کا ہے اور علامت رحمت اور دلیل شفقت ہے۔

نمبر ۴۔ ملا حسین کاشفی نے روضۃ الشہداء میں اور سیر کبیر میں رضائے بخاری جو سنیوں

کا امام ہے یہ لکھا ہے کہ محرم میں بروز عاشورہ محرم امام حسینؑ کی عزاداری کرتا تھا اوروں کو بھی رغبت دلاتا تھا۔ اور سب سے ثواب اس کا بیان کرتا تھا۔ اور خوشخبری بہشت کی دیتا تھا۔

نمبر ۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ فاضل شیخ احمد شیبانی خاندان نبوت سے نہایت دوستی رکھتا تھا۔ اور اپنے پیر کی وضع اور طریق پہ دس دن تک محرم میں اور بارہ دن تک ربیع الاول میں کپڑے سفید دھوئے ہوئے یا نئے نہیں پہنتا تھا اور خاک پر سوتا اور قبور سادات پر چلہ کشی کرنا اس کا معمول تھا۔ اور اہلبیتؑ کے نام پر کھانا کھلاتا تھا۔ اور کوزے نفیس شربت کے اپنے سر پر رکھکر سادات کے گھر لیجاتا تھا۔ اور انکو اور یتیموں کو اور فقیروں کو پلاتا تھا۔ اور حال امام حسینؑ اس طرح بیان کرتا تھا اور اسطرح روتا تھا کہ گویا واقعہ کربلا اس کے سامنے ہوا ہے۔ اور جب عورتوں کے رونے اور پیٹنے کی آواز سنتا تھا تو آپ بھی روتا تھا۔

نمبر ۶۔ کتاب جواہر العقدین کی قسم ثانی ذکر چہاردہم میں لکھا ہے اور ابن جوزی کے بیٹے نے نقل کی ہے کہ ایکبار ابن الہادیہ شاعر کربلا پر وارد ہوا۔ قبر امام حسینؑ کو دیکھکر اور مصیبت انکی یاد کر کے بہت رویا اور فوراً چند شعر اس جناب کے مرثیہ میں کہے۔ اور اپنی عدم شرکت کا افسوس کیا۔ اتفاقاً اسی حال میں سو گیا اور جناب رسولخدا کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ فرماتے ہیں کہ اے شخص شاد و خوش ہو کہ خداوند عالم نے تجھے اس مرثیہ کے عوض میں تیرا شمار فہرست شہدائے کربلا میں کر لیا۔ چند شعر ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

احسین المبعوث جدك الهدیٰ　　　فما یکون الحق عنه بسائل

اے حسینؑ آپ کے نانا واسطے ہدایت ان لوگوں کے کہ خدائیتعالیٰ بروز قیامت انسے سوال کریگا مبعوث ہوئے۔

لو کنت شاهداً بکربلا لبذلت فی　　　تنفیس کربك جهد بذل الباذل

اگر میں بھی کربلا میں بروز معرکہ آپکے ساتھ ہوتا تو بلاشبہہ اپنی جان آپ پر تصدق کرتا اور اشرار کو دفع کرتا۔

وسقیت حد السیف من اعدائکم　　　غلاً وحد السمهری الذابل

اور بجھاتا میں آب دم شمشیر اعدا تمہاری سے پیاس کو اور آب سنان نیزا دامن دراز اس کے سے

لٰکننی اخرت عنك لشقوتی　　　فبکائی بین الغری وبابل

لیکن میں اپنی بدقسمتی سے محروم اور پیچھے رہا تجھ سے۔ پس رونا میرا درمیان نجف اور بابل کے ہے

بھنی حومتہ النفر من اعدائکم   فاقل من حزن و دمع سائل

آپ میرا قصور معاف فرمادیں کہ میں آپکی یاری اور مدد سے محروم رہا۔ پس بہت کم ہے حزن اور رونا میرا

نمبر ۷۔ امام شافعی جو سنیوں کے مسلم الثبوت امام ہیں ان کا تصنیف کردہ مرثیہ جو جلال الدین نے اپنی کتاب معراج الاصول میں لکھا ہے کہ جو خود سنیوں کے مجتہد ہیں وہ بھی ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

وممّا نفی نومی وثیّب ملئی   تصاریف ایام لهن خطوب

جس نے میرے بند کھولے اور میرے بالوں کو سفید کردیا اور وہ زمانہ کی گردشیں ہیں جبیں شدائد ہیں۔

تاوّب همی والفواد کسیب   وارّق عینی والرّقاد غریب

میرا غم بھر آیا اور دل غمگین ہے۔ جس نے میری آنکھوں کو بیدار کردیا ہے اور نیند نایاب ہوگئی ہے

تزلزلت الدنیا لآل محمّد   وکادت لهم صم الجبال تذوب

دنیا آل محمّد کی وجہ سے زلزلہ میں آگئی اور قریب ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ پگھل جاویں۔

فمن مبلغ عنی الحسین رسالة   وان کرهتها النفس وقلوب

کون ایسا ہے جو حسینؑ کو میرا پیغام پہنچائے اگرچہ لوگ اس بات کو ناپسند کریں

قتیل بلاجرم کان قمیصه   صبغ بماء الارجوان خضیب

حسینؑ بلاجرم شہید ہوئے ان کے قمیص ارغوانی رنگ کے خون سے رنگین ہے۔

یصلّی علی المختار من آل هاشم   دلووی له ابن ان ذوالعجیب

تعجب تو یہ ہے کہ مختار آل ہاشم یعنی نبی پر درود بھیجا جاتا ہے اور انہیں کے فرزند کا قتل کیا جاتا ہے

لئن کان ذنب حب آل محمّد   فذلک ذنب لست منه اتوب

اگر آل محمّد سے محبت رکھنا گناہ ہے تو ایسا گناہ ہے کہ جس سے میں توبہ نہ کروں گا؟

هم شفعائی یوم حشر وموقفی   وحبهم للشافعی ذنوب

یہی لوگ تو میرے شفیع ہیں بروز حشر اور ان سے محبت رکھنا شافعی کے لئے گناہ سمجھا جاتا ہے

میں نے سات نظیریں علمائے معتقدین و مورخین اہل سنت سے پیش کی ہیں جسمیں

پہلی سند صاحب ینابیع المودت میں تو وہی الفاظ ہیں کہ جو مصنف کے اعتراض میں درج ہیں اور من بعد دیگر اسناد سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ مصنف کی جہالت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ وہ اپنی مذہبی کتابوں سے بے خبر ہے۔ اور جبکو اسکو از روئے انصاف سنیوں پر یہ الزام لگانا چاہیئے تھا۔ کہ انکے علمار نے ٹکے سیدھے کرنے کی غرض سے ایسے بدعت شعار مضمون تراشے ہیں۔ مصنف کو اگر دعوئی حق پسندی تھا۔ اور وہ گریہ مصیبت حضرت امام حسینؑ کے مضامین کو اور اسکے ثواب کو غلط جانتا تھا تو اس کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ علمائے اہلسنت پر تبرّا کرتا۔ اور نمبر ۲ پر شیعوں کی اصلاح کیطرف توجہ کی ہوتی۔ اور اگر یہ مضامین اہلسنت کے غلط ہیں تو ان کو اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ اور فی الحال بہ حیثیت مجرمانہ تمہارے سات علمار کو تمہارے ہی سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ چاہے اُن پر دروغگوئی کا فتوےٰ دو یا بدعت شعاری کا یا کفر کا شیعوں پر ایسے مضامین پڑھنے کا کوئی اعتراض نہیں عائد ہو سکتا وہ تو وہی کہتے ہیں جو تمہارے علمار نے کہا ہے۔ پس اس بارہ میں شیعوں کا فیصلہ یہی ہے کہ تمہارے ہی اگلے پچھلوں میں نقص ہے۔ پہلے تم انکی مرمت کرو۔ ان سے دروغگوئی اور بدعت پسندی ترک کراؤ۔ پھر شیعوں کو منہ دکھانا۔ مصنف نے کسی شیعہ کی کتاب کا ایسا حوالہ نہیں دیا ہے کہ جس سے اس امر کا ثبوت ملتا۔ کہ یزید نے عزاداری حسینؑ کی یا ان کے غم میں اپنے منہ پر طمانچے مارے یا اپنے محل کو ماتمکدہ بنایا۔ اگر کوئی اسکی سند تھی تو کس دن کے لئے اٹھا رکھی ہے۔ یا اسی مثال کے مصداق ہوئے ہیں۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مصنف کی غلط فہمی ہے۔ کہ جو اس نے یزید کے طمانچہ مارنے کی بابت تصوّر کیا ہے۔ کہ اس نے حسینؑ کے غم میں ایسا کیا۔ بلکہ اگر اسکی کوئی وجہ ہے تو یہی ہے کہ یزید کو کوئی ایسا ظلم یاد آگیا ہوگا۔ کہ ہونے سے باقی رہ گیا ہوگا۔ ورنہ کجا یزید اور کجا تعزیت حسینؑ۔ میں اس امر کی بابت کہ یزید نے بروز قتل حسینؑ جشن کیا تھا۔ سوال نمبر ۷ کے جواب میں دے آیا ہوں۔ ناظرین ملاحظہ فرمالیویں۔ مگر ہاں ناظرین نے یہ مقولہ تو سنا ہوگا کہ دروغگو را حافظہ نباشد۔ اس سے پہلے نمبر میں مصنف نے کہا ہے۔ کہ یادگار محرم معز الدولہ نے قائم کی ہے۔ اور یزید کی مثال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے رسم تعزیت حسینؑ یزید نے قائم

کی اور یادگار منائی - یہ ناظرین فیصلہ کر سکتے ہیں - کہ مصنّف کے ان دو قولوں میں سے کونسا قول صحیح ہے - ناظرین یہ بھی خیال فرمادیں کہ اس بار بار کی مصنف کی بے تُکی اڑانے سے وجہ کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ ایک جدید ملّت قائم ہوئی ہے - اور وہ بھی ایسی کہ ہزاروں سُنّی ان پر تبرّا کرتے ہیں - اسوقت تک انکی ملّت میں کوئی ایسی کتاب نہیں کہ جس سے کوئی سند پیش کر سکیں - مجبوراً زبان درازیوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں - پھر مسلمان سنّی تو کیا غیر اقوام سے ایسے ایسے اسلام کو سُنواتے ہیں کہ جو مہذب شخص کو تو ضرور قابل شرم ہے - پس چہ یں تمثیلاً محمد سعد اللہ خانصاحب سعدی کی تصنیف سے ایک کتاب التزام قادیانی بجواب دعوت دہلی آن بہتانی یعنی پیر مصنف کی مدح میں ہے اسکے چند شعر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں خانصاحب مذکور سنّی مذہب سے ہیں کہ جنکی یہ تصنیف ہے -

دھمکیاں آریہ کو دے دے کر
عیب رکھوایا اہل ایماں پر

جی میں جو آئی بھونکتے رہنا
اس کو پھر وحی ایزدی کہنا

اسکو وحئ رسل سے کچھ تطبیق
ہونگے عالم میں تجھسے کم زندیق

اسقدر تو نے چالبازی کی
ذی سند اپنی جعلسازی کی

گالیاں انبیاء کو دلوائیں ؟
مفسدو ہرزہ کار زشت آئین

تجھکو ہے انبیاء سے کیا نسبت
انکے اعجاز سے تجھے نفرت

خود تہیدست ہے تو ہر شے سے
تیرے چیلے ہیں بے بصر جیسے

مُدعئ حمایت اسلام
راندن پیٹ پالنے سے کام

پھنسگئے بعض سادہ لوحی سے
کان کے بہرے آنکھ کے اندھے

بعض بے باک ہوگئے ہمراہ
پہلے وہ نیچری تھے حق کی پناہ

لگ گئے کہنے حضرت اقدس
کیا تیرے کہنے حضرت اقدس

نور دیں نام ایک بہرے کا
ہُوا سردار تیرے ڈیرے کا

اور ایک دو سیالکوٹی ہیں
رکھتے دل سخت عقل موٹی ہیں

فتنہ سازی میں ہیں بڑے چالاک
زشت گوئی میں ہیں بڑے بیباک

گالیاں دے کے غل مچاتے ہیں		بس یہی کام ان کو آتے ہیں	
ہوں جہاں عالمان دین نبیؐ		فرض انہیں کرنا انکی بے ادبی	

الغرض یہ ایک ضخیم کتاب ہے کہ جسکے چند شعر ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ انہیں اشعار سے مصنف کے گرو گھنٹال اور انکے چیلوں کا حال بخوبی ظاہر ہے۔ میں اسکا دُہرانا ناپسند کرتا ہوں اور اپنے اصلی مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ وہ سات مثالیں علمائے مقدسین اہلسنت سے جو بابت ثواب گریہ حسینؑ اس نمبر میں مینے بیان کی ہیں۔ اسی ساتھ کی بکثرت نظیریں میرے پاس موجود ہیں۔ اور وہ مستند کتابوں میں درج ہیں۔ جو بفضلہ خدا میری لائبریری میں موجود ہیں۔ محض بنظر اختصار ان کا اس نمبر میں میں نے ذکر نہیں کیا ہے۔ مگر میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ غم حسینؑ ایک ایسا غم ہے کہ جس نے اقوام غیر اسلام پر بھی اپنا اثر کیا ہے۔ چنانچہ ہر عشرہ محرم میں شاید کوئی جگہ ایسی ہو کہ جہاں اہل ہنود اس غم میں شرکت نہ کرتے ہوں۔ مگر وائے ہے ان مسلمانوں پر کہ رسُولؐ کا کلمہ پڑھیں اور عزائے امام حسینؑ پر بدعت کا فتویٰ دیویں۔ میں اس ثبوت میں کہ غیر اقوام پر اس غم کا اثر ہوا ہے بہت سا ثبوت دینے کو تیار ہوں۔ مگر بوجہ طوالت اس سے بھی درگذر کر کے صرف ایک رُباعی ہدیہ ناظرین کرتا ہوں کہ جسکے مصنف رائے بہادر ماتادین صاحب سبار ڈنیٹ جج رٹیں گیا کے ہیں کہ جسکو سنکر یزیدی مسلمان اپنے گریبان میں منہ ڈالکر شرم کا سبق حاصل کرینگے۔ رُباعی

خوشا وہ لوگ جو آتے ہیں بزم ماتم میں	خوشا وہ ہاتھ جو پیٹیں حسینؑ کے غم میں
وہ دل ہو خاک نہ ہو جسمیں اہلبیتؑ کا غم	وہ پھوٹے آنکھ جو روئی نہ ہو محرّم میں

اس نمبر میں مصنف نے اپنی الفت و مودت بھی یزید سے ظاہر کی ہے اور نہایت ہی حُسن تدبیر سے شیعوں سے یزید کے جنّتی ہونے کا سارٹیفکیٹ طلب کیا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جب تمہارے ہی اگلے پچھلے جنکا سات نمبروں میں مینے شمار کرایا ہے۔ ان کے اقوال شیعوں کے اقوال سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ آپ نے انہیں کے سامنے کاسئہ گدائی پیش کیا ہوتا۔ چونکہ وہ آپ کے تھے شاید ان کو آپ کے حالِ زار پر رحم آجاتا۔ اور وہ یزید کے جنّتی ہونے کا آپ کو سرٹیفکیٹ دیدیتے۔ شیعہ اپنے اعتقاد کے بموجب یزید تو کجا اس کے باپ کو بھی جنت کا سرٹیفکیٹ نہ دینگے

ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۲۰- اور شیعہ تو یزید کی خوب پڑتال کر چکے ہیں۔ میں اپنے ناظرین کو یزید کے نئے لقب سے اطلاع دیتا ہوں۔ جبکا کہ پرسنل لا آف دی محمڈن میں یوں مذکور ہے "حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد انکے بڑے صاحبزادے حسنؓ ابن علیؓ عراق کے خلیفہ کئے گئے وہ آرام طلب اور خاموش پسند تھے۔ اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے خاندانی فسادات اور مذہبی عداوتوں کو دیکھکر ان کا دل خلافت سے سیر ہو گیا تھا۔ پس اس منصب رفیع کو جلد ترک کر کے انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کی۔ مگر اس زاویہ نشینی اور عزلت گزینی کیحالت میں بھی بنی امیہ کی عداوت نے اس جناب کو چین نہ لینے دیا۔ اور یزید ابن معاویہ کی تحریک سے حضرت امام حسنؓ کو زہر دے کر شہید کیا۔ اس شقی یزید نے جسکو خاندان بنی امیہ کا ڈارشین کہنا بجا ہے۔ حضرت امام حسینؓ کو بہ لطائف الحیل بلا کر اپنے قابو میں کر لیا۔ اور معہ اہلبیتؑ و اصحاب میدان کربلا میں شہید کیا۔ اہلبیتؑ میں سے صرف ایک جوان بیمار اس قتل عام سے بچا۔ اس کا نام علیؑ ابن الحسینؑ ہے۔ اور صبر و شکیبائی اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے اس کا لقب زین العابدینؑ ہو گیا انکی مادر گرامی شہر بانو بنت یزدجرد بادشاہ عجم تھیں۔ جو آخری بادشاہ خاندان ساسانی سے تھا انہیں بزرگوار سے نسل پیغمبرؐ قائم رہی اور ہمیشہ قائم رہیگی۔ اور مانکی طرف سے یہ بادشاہان ساسانی کے حقدار اور سلطنت ایران کے دعویدار تھے۔ من مؤلف۔ اس کتاب میں یزید کو ڈارمشین کہا گیا ہے۔ ڈارمشین ایک بت پرست قیصر روم تھا جسکا ظلم و جور اور فسق و فجور تاریخ دنیا میں ضرب المثل ہے۔ مصنف کو اس شخص کو جنت کی سند دلانے میں کوشش کرنا خود کو نہیں بلکہ جنت کو بے توقیر کرنا ہے۔

سوال نمبر ۱۰۔ تو کیا غم حسینؑ میں کوئی مذہبی یا قومی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

جواب نمبر ۱۰۔ جیسا کہ ہم سب لوگ جانتے ہیں۔ اس تعزیہ داری نے کوئی مذہبی فائدہ اسلام کو نہیں پہنچایا۔ بلکہ شیعوں کو بھی نہیں پہنچایا۔ کیونکہ سچے مذہب کی پابندی انسان کے اخلاق و عادات کی حفاظت کرتی ہے۔ اور ہمارے شیعہ صاحبان خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ انکی جماعت کی اخلاقی حالت ہمیشہ قابل رحم رہا ہے۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی اس کے زن و مرد میں بہت کم ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ اسکا قصور بھی خود شیعہ محدثوں اور راویوں اور علماء کی گردن پر ہے

جو مجالس عزا میں عوام کو سناتے ہیں۔ ایک مکھی کے پر کے برابر رونے بلکہ رونے کی صورت
بنانے سے جنت ملجاتی ہے۔ پھر ایسی آسان اور مفید بدعت کو چھوڑ کر کسی شیعہ کو صوم وصلوٰۃ
کی تکالیف کو لازمی رکھنے کی کیا ضرورت باقی رہجاتی ہے۔ باقی رہا قومی فائدہ سو یہ فائدہ
بھی بہت کم حاصل ہوا ہے۔ قومی فوائد نیک دل اور سرگرم افراد کے خلوص اور ایثار نفس
سے نصیب ہوتے ہیں۔ لیکن شیعوں کی پہلی امت نے ہی جو اماموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے
اور انکی صحبت سے فیض اُٹھاتے تھے۔ اور امام انکو اپنا شیعہ فرماتے تھے۔ اور شیعہ ان اماموں کو
اپنا امام جانتے تھے۔ جب خلوص اور ایثار نہیں دکھلایا۔ بلکہ آپ بھی نفس پرستی میں ڈوب گئے
اور اماموں کو بھی لے ڈوبے۔ تو آجکل کے شیعوں میں ایسے اعلےٰ صفات کی توقع رکھنا خام خیالی ہے
کسی نے سچ کہا ہے۔ کل شئی یرجع الے اصلہ۔ اصلیت یہ ہے کہ شیعہ مذہب کے خیرخواہوں نے
البتہ بنی امیہ اور بنی عباس کی سلطنت میں ملکی فوائد کو اور ملکی حقوق کو دوبارہ حاصل کرنے کیلئے
امام کی شہادت کے واقعات کے ذریعہ بنی ہاشم کے ساتھ ہمدردی کا جوش عوام میں پیدا
کرنے کے واسطے یہ ترکیب سوچی تھی۔ مگر اب جبکہ نہ بنی امیہ رہے نہ بنی عباس ایسے مجہول
اور ایسے مشاغل سے کیا فائدہ۔ بہتر یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں اور دوسری اقوام کی طرح
شیعہ بھی اپنی ساری کوشش صرف قومی جلسوں کے انعقاد کے لئے وقف کردیں اور اگر انکو
امام حسینؑ سے سچی محبت ہے تو سادات کی ترقی تعلیم وبہبودی ورفع حاجات کے واسطے
اپنی مال وجان کو قربان کردیں۔ پھر ہم بھی دیکھینگے کہ شیعہ کو اہلبیتؑ کے ساتھ کسقدر گہری
محبت ہے۔ ورنہ خالی رونا اور آنسوے بہانا اسی طرح بیفائدہ جسطرح کہ شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے
کہ جب امام زین العابدینؑ مع اہلبیتؑ کے کربلا سے کوفہ میں تشریف لائے دیکھا کہ دہی
کوفی اور انکی عورتیں شور وفریاد کرتیں اور زور زور سے روتی تھیں۔ راقم نے اس ساری
تحریر میں کسی شیعہ کتاب کا حوالہ دانستہ نہیں دیا۔ مگر اس مقام پر صرف ایک حوالہ دیا جاتا
ہے۔ ان روتے ہوئے کوفیوں کو امام زین العابدین نے یوں فرمایا تھا۔ فقال علی ابن الحسین
بصوت ضعیف اتنوحون ویبکون لاجلیا فمن قتلنا۔ سید سجاد بہ آواز ضعیف فرمود۔ ہاں
اے مردم آیا بر ما میگریند و بر ما نوحہ میکنند پس کشندۂ ما کیست مارا کہ کشت وکہ اسیر گرفت

دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۲۴۳ مطبوعہ ایران۔ یعنی امام زین العابدین نے
دھیمی آواز سے فرمایا۔ ارے لوگو کیا ہمارے حال پر تم رو رہے ہو اور ہماری بیکسی پہ فریاد
کرتے ہو۔ تو ہمارے قاتل ہی کون ہوئے۔ ہمکو کس نے قتل اور کس نے قیدی بنایا۔ تمام
واقعات کربلا کے متعلق مفصل بحث ہمارے رسالہ میں دیکھنا۔ سردست ایک نظم بھی سُنتے
جاؤ۔ وتلک عشرہ کاملہ۔

جواب شیعہ نمبر ۱۰۔ میں اس کو چند منٹ بعد کو دکھاؤنگا۔ کہ اس تعزیہ داری نے
فرقہ شیعہ کو کسقدر فائدہ پہنچایا۔ اور کسقدر اسلام کو۔ اور اسی میں اخلاقی عادت کا بھی ذکر
کیا جاویگا۔ مگر صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی بابت پہلے عرض کرتا ہوں۔ کہ مصنف نے جو بسبب
ترک صوم وصلوٰۃ کا بیان کیا ہے۔ وہ ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ یہ مصنّف کی لاعلمی ہے۔ کہ
اگر مصنف مذہب اسلام پر سچے دل سے ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ اور صراط مستقیم کو
تلاش کیا ہوتا۔ اور پھر اس پر مضبوطی سے قائم رہے ہوتے تو کبھی انکو اس فقرہ کے لکھنے کا
موقع نہ ملتا۔ مصنّف نے بہت ہی بھدّی نظر سے اس مسئلہ کو دیکھا ہے۔ مصنف کی بلند
پروازی صرف تعداد ہجوم کیطرف گئی ہے۔ کہ جسکو ظاہری نظارا کہتے ہیں۔ جس سے اُنکا
مقصد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سُنیونکے ہاں عبادت ظاہری بہت ہے۔ اور شیعونکے ہاں کم
تو اسکا جواب یہ ہے کہ معمولی عقل کا انسان بھی یہ جان سکتا ہے کہ اسکا انحصار مردم شماری
پر ہے۔ اسوقت تمامی ہندوستان میں بمقابلہ مذہب سُنیونکے شیعہ بہت ہی کم ہیں اور جو
الزام مصنّف نے شیعہ راویوں اور محدثوں اور علمار پر لگایا ہے۔ وہ قطعی غلط ہے۔ میں نمبر ۹
میں قابل اطمینان یہ دکھا آیا ہوں کہ سُنی علمار اور محدثین نے شیعوں سے زیادہ ہی ثواب گرے یہ
دکھایا ہے۔ مگر جبکہ سنیونکے اگلے پچھلوں نے قول خدا اور رسولؐ کی پرواہ نہ کی۔ اور اسے پس پشت
پھینک دیا۔ تو وہ اپنے علمار کے احکام کو کیونکر تسلیم کرینگے۔ میں صوم کی طرف پہلے توجہ دلاتا ہوں
کون کہتا ہے کہ سُنی تو روزۂ رمضان رکھتے ہیں۔ اور شیعہ انکو حرام جانتے ہیں۔ اونہیں رکھتے
ہیں۔ اور یہ حکم فقہ سے متعلق ہے۔ اگر مصنف نے مذہب شیعہ کے فقہ کی کتابوں سے ثابت
کیا ہوتا کہ روزہ رکھنا شیعوں کے ہاں حرام ہے۔ اور انہوں نے محض اس وجہ سے حرام کیا ہے

کہ غم حسینؑ میں رونے کا ثواب روزوں سے بدرجہ زیادہ ملیگا۔ بدیں وجہ روزہ کا ترک کرنا واجب ہے،
جب تو یہ اعتراض مصنف کا درست ہوتا۔ اور بلا کسی ثبوت کے اعتراض کرنا مصنف کے
تعصب اور کم لیاقتی پر دال ہوگا۔ مگر ہاں میں تو ماہ رمضان کی صومی عبادت سے بھی
اس امر کا ثبوت دیتا ہوں کہ بدعت پسند ایک ہندوستان ہی نہیں بلکہ عرب و عجم وغیرہ وغیرہ
جہاں کبھی یہ فرقہ سنی ہے وہ سب بدعت پسند ہیں بلکہ بدعت گر یہی فرقہ ہے اور اسکا ثبوت
یہ ہے کہ شب ہائے ماہ رمضان میں جو تراویح پڑھی جاتی ہیں۔ اسکا حکم کہیں قرآن میں ہے یا یہ
عمل رسولؐ تھا یا ابوبکر تھا۔ اب تینوں میں جسے چاہیں پسند کیجئے۔ اور اس کا ثبوت دیجئے
اگر آپ اس کا ثبوت نہ دیسکے۔ کہ آپکے رسولؐ اور آپکے خلیفہ اول نے تراویح پڑھیں تو کیا یہ
جدید امر بدعت نہوگی۔ اور اس بدعت کے اور بدعت کرانے کے خلیفہ دوم حضرت عمر
مجرم قرار نہ پاوینگے۔ اور جنکی نہایت بلند پروازی نے سُنت رسولؐ کو بھی توڑ ڈالا تو کیا ایسے
سنی جو صریح بدعت عمر ہو اسکو سنت عمر تصور کرکے ایسا مضبوط پکڑیں کہ حشر تک اس کے
چھوڑنے کا قصد نہ ہو تو کیا اس عبادت بدعتی کا انکو کچھ ثواب پہنچیگا۔ پس ظاہر تو سنی ایسے بیوقوف
تو معلوم نہیں ہوتے۔ کہ وہ ایک فعل بدعت کو اسقدر گرمجوشی سے ادا کریں کچھ نہ کچھ تو اسمیں تہ
کی بات ہے جو سُنی اس سنت پر فریفتہ ہیں۔ اور وہ بات یہ ہے کہ سُنیوں کے اعتقاد میں انکی
جماعت کے قائم رکھنے والے حضرت عمر تھے۔ انہی کی قوت بازو سے حضرت ابوبکر
سقیفہ میں خلیفہ رسولؐ بنائے گئے تھے۔ انہی کے قوت بازو نے اسلام میں سب پہلے احکام
خدا اور رسولؐ کو توڑ ڈالا۔ اور جب وہ حسب پروانگی ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنی خلافت
کے پہلے رمضان میں یہ بدعت تراویح قائم کرکے اپنی یادگار مقرر کی۔ اب تمام سنی بنظر
حصول ثواب اس پر عمل نہیں کرتے۔ بلکہ بطور یادگار عمر سالانہ اس یادگار کو مناتے ہیں کیسے کیسے
متعصب ہیں کیسے کوتاہ نظر ہیں۔ کہ اپنی ایک مہینہ برابر بدعت کو بدعت قرار نہیں دیتے اور
شیعوں کے محترم میں دس شب روز کی عبادت کو کہ جسکو سنیوں کے علماء اور محدثین اور
اولیاء اللہ تسلیم کر گئے ہیں۔ بدعت قرار دیتے ہیں۔ اگر میں چند منٹ کو یہ بھی تسلیم کروں
کہ یہ شیعوں کی بدعت ہے تو حساب کی رُو سے اس عمل بدعت میں سنی شیعوں سے تین حصہ بڑھے

ہوئے ہیں۔ یعنی سنیوںکے تین یوم اور شیعوںکے دس یوم۔ پس سنیوں کو چاہیئے کہ پہلے انہوں کی
مرمت کریں۔ پھر شیعوںکی اصلاح کریں۔ نماز کا بھی ایسا ہی حال ہے کہ کون کہتا ہے کہ شیعہ نماز کے
پابند نہیں ہیں۔ نہ کسی شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ حسینؑ کی مصیبت پر گریہ عوض نماز پنجگانہ ہے اگر کوئی ایسا
مقولہ کسی شیعہ عالم کا مصنف کو دستیاب ہوا تھا تو مصنف کو اُسے پیش کرنا تھا مگر میں مختصراً یہ بھی
بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اپنی نماز پنجگانہ پر جو سنیوں کو گھمنڈ ہے۔ وہ بھی سراسر بدعت ہے۔ کیونکہ
قرآن شریف میں کوئی حکم ایسا نہیں ملتا کہ جسمیں یہ ہدایت ہو کہ نماز ایسے طریقہ پر پڑھو اس سے یہ نتیجہ
اخذ ہوتا ہے کہ اس بارہ میں ہدایت جناب رسولخدا پر عمل کیا جاویگا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر ہر فرقۂ
اسلام میں یہ ارشاد آنحضرتؐ کا تسلیم کیا جاتا ہے۔ صلوکما رئیتمونی اوصلی۔ نماز پڑھو تم اس
طرح کہ جیسے میں پڑھتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ نماز کی تعمیل فعلاً ہے نہ قولاً۔ اس کے ملاحظہ
طلب یہ بات ہے کہ سنیوںمیں چار امام تسلیم کئے گئے ہیں۔ جنکو بانیان مذاہب اربعہ کہا جاتا ہے،
انمیں اول ابوحنیفہ دوم مالکؔ سوم شافعی چہارم حنبل ہیں۔ اسجگہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
انکی مختصر حالت دکھائی جاوے۔ کہ جنکا تعلق اس بحث سے ہے۔ مگر مینے اپنی اس تصنیف میں
بھی مناسب سمجھا ہے کہ جہاں تک ہوسکے میں حریف کو کتب انگریزی سے سند دوں تاکہ
کسی منصف مزاج کو موقعہ عذر کا نہ ملے۔ لہذا سنیوں کے ان چاروں اماموں کی حالت پر سیل
لائف دی محمڈنس سے دکھاتا ہوں۔

نمبر ۱۔ ابوحنیفہ۔ پہلے فرقہ کے بانی امام اعظم ابوحنیفہ ہوئے ۸۰ھ میں عبدالملک
بن مروان کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ اور مذہب شیعہ میں تعلیم پائی اور امام جعفرؑ صادق
جو چھٹے امام اہل بیت پیغمبرؐ میں سے تھے۔ علم فقہ حاصل کیا۔ اور علم حدیث ابوعبداللہ ابن المبارک
اور حامد ابن سلیمان سے حاصل کیا۔ امام اعظم نے اپنے اُستاد امام جعفر صادق کے اقوال اکثر
سنداً نقل کئے ہیں۔ اپنے وطن اصلی کوفہ میں مراجعت کرنے کے بعد بھی حضرت علیؑ کے خاندان
کے بڑے طرفدار اور دوستدار رہے۔ مگر مذہب شیعہ سے منحرف ہو کر ایک نئے طریق کی بنیاد
ڈالی جو اکثر اہم مسایل میں مذہب شیعہ کے مخالف ہے۔ اس پر بھی امام اعظم کے فتادیٰ اور
شیعوں کے اقوال میں ایسی مشابہت تامہ ہے کہ کچھ شک و شبہہ نہیں ہوسکتا۔ کہ اصل علم

انہوں نے کس خاندان سے حاصل کیا تھا۔ امام اعظم نے مسائل شرعیہ میں قیاس کو اسقدر دخل دیا ہے
کہ اسمیں کچھ شک نہیں کہ انکے فتاوی ہیں فقہائے خاندان رسالتؑ اور علمائے اہلبیتؑ کے
اقوال کا عکس دکھاتی دیتا ہے۔ امام اعظم نے ۱۵۰ھ میں وفات کی۔ اور جس مذہب کے
وہ بانی ہوئے۔ اس کو حنفیہ کہتے ہیں۔ اکثر مسلمانان ہند اور افاغنہ اور ترکمان اور ترک
اہل مصر اور تقریباً کل باشندگان وسط ایشیا حنفی مذہب ہیں۔ امام اعظم کے مقلدین بہ نسبت
اور آئمہ کے مقلدین کے بہت زیادہ ہیں۔

نمبر ۲ ۔ دوسرے فرقہ اہلسنت کے بانی ابو عبد اللہ مالک بن انس تھے۔ جنکا مذہب
افریقہ شمالی میں علے الخصوص صوبہ مراقش اور الجیریا میں جاری ہے انہوں نے ۱۷۹ھ
میں بعہد ہارون رشید وفات کی۔

نمبر ۳ ۔ تیسرے فرقہ اہلسنت کے بانی امام احمد ابن ادریس الشافعی تھے وہ شہر غارہ واقعہ
ملک شام اسی سال پیدا ہوئے کہ جس سال امام اعظم ابوحنیفہ نے انتقال کیا تھا اور ۲۰۴ھ
مطابق ۸۱۹ء بعہد مامون رشید مصر میں وفات کی۔ وہ شیعوں کے امام ہشتم علی ابن موسیٰ رضا
کے ہمعصر تھے اور انکا مذہب افریقہ شمال اور مصر اور جنوب عرب اور جزیرہ جاوا اور جزیرہ
ناملاکا اور جزیرہ سراندیپ یعنی لنکا میں جاری ہے۔ انکے مقلدین بمبئی کے بوروں میں بھی
موجود ہیں۔

نمبر ۴ چوتھے فرقہ اہلسنت کے بانی امام احمد بن حنبل ہوئے وہ مامون رشید اور معتصم باللہ
کے عہد خلافت میں گذرے یہ دونوں خلیفہ معتزلی تھے۔ احمد بن حنبل کے تعصب شدید نے
اور انکے اس فعل نے کہ انہوں نے عوام الناس کے تعصب مذہبی کو افروختہ کرکے بادشاہان
وقت کے خلاف کر دیا۔ خلفائے عباسیہ کو انکے برخلاف کر دیا۔ اور ۲۴۱ھ میں انہوں نے
وفات پائی مامون رشید کو جو ناکامی معتزلہ کا مذہب جاری کرنیمیں ہوئی اسکا الزام احمد بن حنبل
اور اسکی اسلاف پرستی پر عائد ہوتا ہے۔ اور اس زمانہ میں جو اکثر قتل و ذبح ہوا اور مسلمانوں کے
خون کے دریا بہ گئے۔ وہ بھی انہیں کے نامہ اعمال میں لکھا گیا۔ پس یہ میں مختصر تاریخ سنیوں کے
پیر ہر چہار اماموں کی دکھا چکا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں موجودہ ہدایت سنیوں کی بنیاد

ان چار اماموں نے ڈالی۔ اور ایسا ان چاروں میں اختلاف ہے کہ ایک کا دوسرے امام سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ زمین اور آسمان کا فرق ہے مگر مجھے اس موقعہ پر کسی اور مسئلے سے بحث نہیں ہے میرا مدعا اسوقت صرف طرز ادائیگی نماز سے ہے۔ بس اب میں یہ دکھاتا ہوں کہ سنیوں کے ان چار اماموں کے گروہ میں سے ایک فریق دوسرے فریق کے خلاف نماز پڑہتا ہے۔ ان امام اربعہ کی تاریخ پیدائش و وفات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسنے آنحضرتؐ کو بچشم خود نماز پڑہتے دیکھا ہو۔ اگر دیکھتے تو یہ اسی طرح نماز پڑہتے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے تو یہ فرمایا تھا کہ جیسے میں نماز پڑہتا ہوں ویسے ہی تم پڑہو۔ نہ ان چاروں میں سے کسی نے آنحضرت کو نماز پڑہتے دیکھا نہ اس طریقہ پر نماز پڑھی۔ اور چونکہ امام اعظم ابو حنیفہ نے جدید مذہب کا اسلام میں بنیادی پتھر رکھا تھا۔ تو یہ کب ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ نماز کو پرانے طریقہ پر قائم رہنے دیتے۔ اور نماز میں ایجاد نہ کرتے۔ کیونکہ نماز ہی اسلام میں رکن اوّل ہے۔ زمانہ حال کی مثال ہی مؤید میری رائے کی ہے۔ کہ مرزا قادیانی نے اسلام میں جدید مذہب نکالا۔ تو انکی نماز بھی جدید طریقہ پر ہے۔ جہاں اور جس طریقہ سے مقلدین ابو حنیفہ ہاتھ باندھتے ہیں جدید مذہب قادیانی وہاں ہاتھ نہیں باندھتا۔ پس سب سے پہلے طریق ادائیگی نماز میں بدعت قائم کرنیوالے امام اعظم ابو حنیفہ ہوئے اور آخر پر مرزا قادیانی ہوئے ہیں۔ شیعوں پر کوئی الزام نہیں رکھ سکتا۔ کہ انکا کوئی امام کسی دوسرے امام سے مختلف نہیں ہوا۔ شیعونکے ہی اماموں کو یہ شرف حاصل ہے کہ انکے تین اماموں نے یعنی علی مرتضیٰ اور حسنؑ اور حسینؑ نے خود اپنی آنکھوں سے حضرت رسولخدا کو نماز پڑہتے دیکھا تھا۔ انہیں کے ہاتھوں میں رسولخدا کا دم نکلا ہے۔ انہوں نے ہی رسولخدا کو سپرد زمین کیا وہ ہی آخری طریقہ نماز کہ جیسے آنحضرتؐ نے جس طریقہ سے ادا کی وہ انکی نگاہوں میں تھی اور اسی طریقہ نماز کو شیعہ کے اماموں نے قائم اور برقرار رکھا اور اسوقت سے لیکر اسوقت تک انکے مقلدین اسی طریقہ پر نماز ادا کر رہے ہیں کہ جیسا کرنے کا حکم آنحضرتؐ نے فرمایا تھا سنیونکی اس بدعت سے علاوہ ایک اور نماز کی بدعت ثابت کرتا ہوں۔ خداوند تعالےٰ پارہ اول سورہ بقر میں ارشاد فرماتا ہے۔ واتخذو من مقام ابراہیم مصلےٰ۔ اور جس جگہ ابراہیم نے نماز پڑھی وہیں تم نماز پڑہو۔ یہ آیت خانہ کعبہ کی نماز کے متعلق ہے ظاہر ہے کہ خانہ کعبہ میں سنیونکے ہر امام نے

اپنا اپنا علیحدہ مصلّے قائم کیا ہے یعنی چار مصلّے ہیں اور آیت قرآن ایک جگہ مخصوص کا حکم دیتی ہے
یہاں اس حکم کی تعمیل میں بجائے ایک جگہ کے چار جگہ بنا برادائے نماز مقرر کیگئی ہیں گویا اس
وقت تک سنیونکو بھی ثابت نہیں ہوا۔ کہ ابراہیم کا مصلّے کہاں تھا۔ کیا اس سے یہ ثابت
نہیں ہوتا کہ سنیوں کے اماموں نے خدا کے حکم کو بھی پس پشت ڈالدیا۔ اس بدعت سے بڑھکر
اور بھی کوئی بدعت ہوسکتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ کوئی کہنے والا کہہ گیا ہے کہ چوکفر از کعبہ
برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ میرے اس مضمون پر نظر ڈالکر ہر صاحب انصاف غور کرسکتا ہے
کہ شیعونکی عدم پابندی نماز سے سنیونکی بدعات نماز کتنی وزنی ہیں۔ وہ نماز کہ جسکی بنیاد
ہی بدعتی تعمیر پر چنی ہوئی ہے۔ اس کا کرنا یا نہ کرنا یکساں ہے۔ مصنف کو چاہئے کہ پہلے
اپنی مرمت کریں پھر کسی اور کو منہ دکھاویں۔ نماز تو دوسرے نمبر پر ہے۔ سنّیوں کا وضو ہی
آب بدعت سے ہوتا ہے۔ جسکا ثبوت یہ ہے۔ پارہ ۶ سورۃ مائدہ یا ایھا الذین اٰمنوا
اذا قمتم الی الصّلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق والسحوبرء وسکم
وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبًا فاطہروا وان کنتم مرضیٰ او علےٰ سفر او جاء
احدمنکم من الغائط اولمستم النّساء فلم تجدو ماءً فتیمموا صعیدًا طیبًا فامسحو
بوجوھکم وایدیکم منہ ط **ترجمہ** اے صاحبان جب کھڑے ہوتم واسطے نماز کے پس
دہو ڈالو اپنے موہنوں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تلک اور مسح کرو سروں اپنوں کو
اور پاؤں اپنوں کو ٹخنوں تک اور اگر تم ہو ناپاک پس نہا ڈالو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر
میں ہو کوئی تم میں سے ہو مکان ضرور سے یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم
کو پانی میسر نہ آوے پس تم پاک مٹی لو اس کو اپنے موہنوں پر ملو اور اپنے ہاتھوں کو ملو۔
آیت بالا میں خداوند تعالےٰ نے صاف طور پر طریقہ وضو ارشاد فرمایا ہے اور اس
میں صرف یہ حکم ہے کہ اپنے منہہ دہو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور سر پر
مسح کرو اور پاؤں پر مسح کرو ٹخنوں تک اس آیت میں پیروں کے دھونے کا کہاں
حکم ہے۔ بس گردن کا مسح اور پیروں کا دھونا خلاف حکم الٰہی ہے۔ اور اگر مسح پا سے
مراد پیروں کا دہونا مقصود ہے تو مسح سر بھی اسی طریقہ سے کیا کرو یعنی سر دھویا کرو جیسے

کہ پیر دھوتے ہو پس یہ خلاف حکم الہٰی نہیں تو کیا ہے۔ اور خلاف حکم الہٰی عمل کرنا بدعت ہی نہیں بلکہ کفر ہے اور اگر پیروں کے دھونے کا یا گردن پر ہاتھ پھیرنے کا حکم ہوتا تو تیمم کے حکم میں اس کا ذکر ضرور ہوتا اس خلاف طریقہ رسولؐ عمل کرنا بدعت ہے اور خلاف حکم خدا عمل کرنا داخل کفر ہے۔ اور یہ دونوں صفتیں مصنف معترض اور انکے ہمخیال سنیوں پر عائد ہوتی ہیں۔ مگر اس میں مصنف کا کچھ زیادہ قصور معلوم نہیں ہوتا۔ یہ قصور ان کے اگلے پچھلوں کا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنہوں نے مذہب اسلام میں اپنی رائے سے جدید مذاہب قائم کیئے۔ اور اپنی رائے سے صوم وصلوٰۃ کے احکام جاری کیئے۔ بجبوراً انکے مقلدین کو بھی ویسا ہی عمل کرنا پڑا۔ اور مرتکب اپنی اس مثال کے ہوئے۔ کل شیٔ یرجع الیٰ اصلہ۔

اب رہا قومی فائدہ۔ اس کا فیصلہ صرف اس امر پر ہوا جاتا ہے کہ اپنا عیب و ثواب کسی شخص کو معلوم نہیں ہوسکتا۔ عیب وثواب کے دیکھنے والے دوسرے ہی ہوا کرتے ہیں چنانچہ مینے تواریخ سے سنیوں کے خلیفہ یزید کی کردہ حالتیں دکھائی ہیں۔ حالانکہ یزید کو کچھ تو اس کو خلیفہ تصور کرکے اس کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں اور کچھ نے اسکو سنت یزید سمجھکر اپنا طرز عمل بھی مثل خلیفہ کے کرلیا ہے مگر غیر اقوام جو تھیں وہ تو یزید کی حالت تاریخ میں درج ہے کر رہی تھیں اور انہی تاریخوں کا وہ نتیجہ ہے جو مینے اس کتاب میں وقتاً فوقتاً ہدیہ ناظرین کیا ہے۔ اب یہ امر بھی میں انگریزی تواریخوں سے ثابت کرتا ہوں۔ کہ مذہب شیعہ پر اس عزاداری کا کیا اثر ہوا۔ رائے محقق جرمنی عیسائی حسین کے بنی اعمام نے اگرچہ یہ سلطنت حسین کے تابعین روولیوشن کی برکت سے پائی۔ مگر سلطنت کے پانے کے بعد اس خوف میں کہ سلطنت میں کچھ زوال نہ آجائے روولیوشن والے لوگوں پر نہایت درجہ تشدد کرنے لگے کہ مبادا اسلامی سلطنت خاندان حسینؑ میں کہیں منتقل نہ ہو جائے۔ ادھر تو بنی عباس کا تشدد بہت تھا دوسرے بنی امیہ کے قلع وقمع ہوجانے سے اور روولیوشن کا جو مادہ تھا اس کے زائل ہوجانے سے رفتہ رفتہ ان روولیوشن کی تیزی گھٹ گئی۔ حسینؑ اور علیؑ کے تابعین نے

جب یہ دیکھا کہ مانع بہت قوی ہے اور بہت سست ہے سمجھ گئے کہ بنی ہاشم کے بادشاہ ہونے جو بہت
قوی اور زبردست ہیں اور عام خیالونکے پریشان ہوجانیکی وجہ سے اب رِوولیوشن سے انکا مقابلہ
نہیں کرسکتے۔ لہذا رِوولیوشن کا طریقہ ظاہری طور پر چھوڑ کر درپردہ اسکی صورت اسطرح بدلدی کہ ایک
جگہ باہم جمع ہوکر ان واقعات و مصائب کا جو حسینؑ پہ وارد ہوئے تھے ذکر شروع کردیا اور وہ اس طریقہ
سے اس بہت عظیم رِوولیوشن کے مادہ کو تازہ اور زندہ رکھتے تھے سلاطین بنی ہاشم یعنی بنی عباس
جب اس مطلب کو سمجھے اور حسینؑ کے تابعین کی یہ تدبیر انکے خیالمیں آگئی تو پہلے سے بھی زیادہ تشدد
اور ممانعت و مزاحمت انہوں نے لازم سمجھی۔ اور اسقدر اسمیں زیادتی کی کہ علیؑ اور حسینؑ کی پیروی جس
شخص سے بھی ظاہر اور آشکارا ہوتی تھی تو جسطرح ملکی جرائم ہیں بڑے سنگین جرم میں سزا دیجاتی
ہے اس سے زیادہ ایسے لوگونکے ساتھ رفتار کرتے تھے اور اس جرم میں ہزاروں آدمی حسینؑ کے
تابعین سے مقتول و مجروح و مغلوب و محبوس ہوگئے مگر باوجود اس سختی اور تشدد کے بھی رِوولیوشن کا
یہ مادہ علیؑ کے تابعین سے دور نہ کرسکے۔ اور جسقدر انہوں نے سختی کی اُسیقدر قوت اور شدت
ان لوگونکی بڑھتی گئی تا اینکہ انجام میں انہی پیروان حسینؑ کی تدبیر ونسے اس طبقہ یعنی بنی عباس
کی سلطنت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ (اس سے مولف کا اشارہ خواجہ طوسی علیہ الرحمہ کیطرف معلوم ہوتا
ہے) اور کچھ زمانہ تک سلطنت حسینؑ کی اولاد میں گردش کرتی رہی (خلفائے فاطمین مراد معلوم
ہوتے ہیں) حسینؑ کے بعد روحانی ریاست انہی کی اولاد میں یکے بعد دیگرے (گویا مقصود مولف
کا آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں) یہ لوگ بھی حسینؑ کی عزاداری کو مذہب کا جزو اعظم قرار دیتے
رہے۔ اور جسقدر اسکے نتائج سے علیؑ کے تابعین میں قوت پیدا ہوتی گئی مصائب حسینؑ کا ذکر زیادہ
آشکار ہونے لگا اور جسقدر ان لوگوں نے اس بات میں زیادہ کوشش کی اسیقدر انکی قوت اور
ترقی بڑھتی گئی۔ کم از کم وہ لوگ جو مقتضائے وقت امور کو اچھی طرح پہچانتے ہیں مصائب حسینؑ کے
ذکر کا طریقہ بدلکر برابر اسکے طریقہ و پیرایہ میں ترقی کرتے رہے یہانتک کہ آجکے دن جہاں کہیں کہ کوئی
مسلمان بھی ہے حسینؑ کی تعزیہ داری وہاں عظیم نمود کیساتھ موجود ہے اور دوسری قوموں اور مذہبوں
میں بھی رفتہ رفتہ اسنے سرایت کی ہے۔ علی الخصوص ہاچین اور ہندوستانمیں اسکی تاثیر کا بڑا سبب یہ ہے
کہ انہوں نے عزاداری کا طریقہ اپنی مراسم عزا سے مشابہ قرار دیا ہے حسینؑ کی عزاداری کو ہندوستانمیں

پورے طور پر اور آشکار طریقہ سے شایع ہوئے سو برس سے زیادہ نہیں گذرے۔ اس قلیل مدت میں ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک عزاداری پھیلگئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر روز ترقی پر ہے جو شخص پیروان علیؑ علیؑ کی صد سالہ ترقیوں کو ہندوستان میں غور کرے۔ جنھوں نے عزاداری اپنا شعار قرار دیا ہے ضرور تصدیق کریگا کہ ترقی کے بہت بڑے نکتہ کے وہ پیروی کر رہے ہیں۔ سو برس سے پہلے علیؑ وحسینؑ کے پیرو ہندوستان میں انگلیوں گننے کے قابل تھے وہ آج ہندوستانمیں بحیثیت عدد کے تیسری قوم قرار پاگئے۔ اور یہی حال انکا دیگر بلاد میں بھی ہے ہم جسوقت اپنے مشنری لوگونکا یعنی (دعاۃ مسیحین) کا پروگرام دیکھتے ہیں۔ اور اسکا موازنہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ باوجود اس تمام صرف قوت و ثروت کے اس فرقہ کی ترقی کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں کرسکے۔ اگرچہ ہمارے مذہبی علماء بھی حضرت مسیح کے مصائب کا ذکر کرکے لوگوں کو بہت متاثر کرتے ہیں۔ مگر یہ ذکر اس وضع واسلوب اور اس شکل پر نہیں ہوتا جیسا کہ پیروان حسینؑ میں رواج ہے اور گویا سبب اسکا یہ ہے کہ مسیح کے مصائب حسینؑ کے مصائب کے مقابلہ میں اسقدر موثر اور دلگداز نہیں ہیں۔ راقم کے نزدیک قانون محمدؐ کی حفاظت اور مسلمانونکی ترقی اور اسلام کی ترقی یہ سب کچھ حسینؑ کے قتل ہوجانیسے اور ان واقعات کے پیدا ہوجانے سے ہی ہے اسی طرح پولٹیکل۔ ملکی دماغ اور ریوولیوشن کا احساس جس سے مراد ظلم وستم کی اطاعت نہ کرنا ہے جو حکمائے سیاست کے نزدیک نہایت عمدہ طریقہ اور نہایت مبارک سعادت ہے اور ہر آدمی کی صفات ممدوحہ میں سے منسوب ہے اس قوم میں حسینؑ کی عزاداری کی بدولت پیدا ہوگیا ہے اور جبتک وہ اس عمل کو اپنا ملکہ قرار دیئے رہینگے۔ پستی اور زبردستی قبول نکرینگے۔ ذرا غور سے دیکھنا چاہیئے ان مجالس کو جو حسینؑ کی عزاداری میں منعقد ہوتی ہیں کہ کیسے کیسے دقیق اور حیات بخش نکتہ ایکدوسرے کے کان تک پہنچاتے ہیں اور بہ باطن تعلیم دیتے ہیں اس کے بعد ہمنے خوب جان لیا کہ وہ لوگ درحقیقت ایک دوسرے کو تعلیم دیتے ہیں۔ اگر تم حسینؑ کی پیروی رکھتے ہو۔ اگر سرداری اور افتخار حاصل کرنا چاہتے ہو تو تم بھی نوعی یزیدونکی زبردستی اور اطاعت اختیار کرکے جور وظلم برداشت نہ کرنا اور عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح نہ دینا تاکہ دنیا اور آخرت میں نیکنام اور رستگار رہو یہ بات مسلّم ہے کہ جس قوم کو مہد سے لحد تک یعنی بچپنے سے وقت مرگ تک ایسی تعلیم دی

جائیگی انمیں کیسے کیسے عمدہ ملکات اور کیسے کیسے عالی خصائل ہوجائینگے۔ ہر طرح کی سعادت و
شرافت انمیں حاصل ہوجائیگی سب کے سب حقیقی سر فروش قومی عزت اور نوعی افتخار کے مالک
ہوجائینگے۔ آجکل کے ملل متنفرہ کے تمدن حقیقی کا یہی ایک نقطہ ہے یہ تعلیم ہے حقوق سیاسی کے
یہ معنے ہیں۔ دیلوبابی تعلیمات کے مسلمان اس عمل میں حسینؑ کی تعزیہ داری میں آخرت کے بڑے
بڑے درجات کا حاصل ہونیکا اعتقاد رکھتے ہیں جو شخص تاریخ سے آگاہ اور ایشیا کے رہنے والونکی
طبیعت پر مطلع ہے وہ تصدیق کریگا کہ اخلاق کی اصلاح اور پولیٹیکل امور کی تعلیم اہل ایشیا میں بالفعل
بلکہ اور دو قرن تک سوائے مذہب کے اور کسی ذریعہ سے ممکن نہیں ہے۔ چاہیئے کہ اہل ایشیا سے محبت
قومی و وطنی کے ثمرات مذہب کے سایہ میں حاصل کئے جائیں جسطرح چند قرن پیشتر یورپ کیحالت
تھی۔ بالفعل ممکن نہیں کہ کوئی شخص اہل ایشیا سے یورپ کیطرح نوعی اور وطنی خدمات کے نام سے خدمت
لے سکے۔ ہاں مذہب کے ذریعہ سے النسے ایسی خدمتیں لیجاسکتی ہیں جسکے ثمرات قوم اور وطن تک بھی
پہنچ جائینگے۔ آج تین سو ملیون نفوس اسلامی میں سوائے پانچ ملیون کے صاحب استقلال معلوم نہیں
ہوئے پس اگر مسلمان مذہب سے قطع نظر کرکے اور مذہب پس پشت ڈالکر قومیت کے نام سے سیاسی
ترقی کرنا چاہیں یعنی اپنی پولیٹیکل زندگی از سر نو کریں تو بجائے نفع کے انہیں نقصان پہنچیگا اسلئے
پانچ حصہ مسلمانوں کی دوسری قوموں کے فشار میں دیگر مذاہب میں مضمحل ہورہے ہیں اور اگر وہ قومیت
کے نام سے ترقی چاہینگے تو پانچ حصہ انکی سیاسی زندگی سے محروم رہینگے۔ ہاں اگر وہ اسلام کے
رسم جامع کے ذریعہ سے ترقی کرنا چاہینگے تو جمیع افراد اہل اسلام میں پولیٹیکل روح نمودار ہوجائیگی
اور روحانی سلسلہ اور رابطہ کے ذریعہ سے وہ تمام ملل اسلامیہ جو دوسری قوموں کے فشار میں اضمحلال
سے محفوظ رہینگے اور روحانی مادہ جو آج مسلمانوں میں مروّج ہیں انمیں سے حسینؑ کی تعزیہ داری کے
سوا کوئی چیز بھی پولیٹیکل احساس مسلمانوں میں پیدا نہیں کرسکتی اور اگر دو قرن تک مسلمانوں میں اسی طرح
تعزیہ داری شیوع رہے اور تمام مقامات میں عمومیت حاصل ہوئی تو مسلمانوں میں تازہ طور پر پولیٹیکل
زندگی پیدا ہوجائیگی۔ آج بھی مسلمانوں میں جو استقلال باقی رہ گیا ہے اسمیں نصف اعلےٰ اسی پیروی
کا نتیجہ ہے (سلطنت اہل تشیع مقصود ہے) اور میں اسدن کو گویا دیکھ رہا ہوں کہ اسلامی
سلطنتیں اس رابطہ کے سایہ میں قوت پکڑ جاویں۔ اور تمام عالم کے مسلمان اسی ذریعہ سے ایک

علم اتحاد کے اسی رابطہ کے سایہ میں قوت پکڑ جائیں اور تمام عالم کے مسلمان اسی ذریعہ سے ایک
علم اتحاد کے نیچے جمع ہو جائیں اسلئے کہ اسلامی فرقوں میں کوئی فرقہ ایسا نظر نہیں آتا کہ از راہ دیانت
دینی حیثیت سے مصائب حسینؑ ذکر کرنے کا منکر ہو اور اس سے نفرت کرتا ہو۔ بلکہ اس رسم مذہبی کے
ادا کرنیمیں عموماً طبعی رغبت رکھتے ہیں۔ اور مختلف العقیدہ مسلمانوں میں سوائے اس نکتہ استادیہ کے اور
کوئی چیز ایسی معلوم نہیں ہوتی۔ حسینؑ تمام روحانی میں زیادہ تر حضرت مسیح سے مشابہ ہیں۔ مگر
انکے مصائب شدید تر اور سخت تر تھے۔ اور ابتدائے پیش رفت تابعان حسینؑ کے بھی پیروان
مسیح کے قرون اولیا کی طرح تھے۔ اگر مسیح لوگ بھی پیروان حسینؑ کے اصول اولہ کی پیروی اختیار
کر لیتے یا جو موانع خود مسلمانوں میں پیدا ہو گئے پیروان حسینؑ کو انکے عمل سے نہ روکتے تو اپنے دونوں مذہب
سے ایک مذہب عالم کے قرون عدیدہ تک عالمگیر ہو جاتا چنانچہ پیروان حسینؑ کی روک تھام کے
موانع جب اٹھ گئے۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب تمام طبقات اسلامی کو اور تمام دیگر مذاہب کو
سیل کیطرح احاطہ کئے لیتا ہے۔

اب میں ایک دوسری رائے ڈاکٹر جوزف کی پیش کرتا ہوں جو ایک عیسائی ہے اور فرانس
کا مشہور مورخ ہے۔ ڈاکٹر موصوف پہلے مسلمانوں کو دو فرقہ میں تقسیم کر کے لکھتا ہے "کہ بانی اسلام
محمد بن عبداللہ کی وفات کے بعد انکی جانشینی کی نسبت جسکو مسلمان لفظ خلافت سے یاد کرتے ہیں
انکے پیرووں میں کلمہ اور عقیدہ کا اختلاف پیدا ہو گیا ایک گروہ انکے داماد علیؑ ابن ابیطالب
کی خلافت کا قائل ہو گیا اور دوسرے گروہ نے انکے خسر ابوبکر بن (ابی قحافہ) کو خلیفہ مان لیا
سچ پوچھو تو جس روز محمد بن عبداللہ صلعم اس جہان سے رخصت ہوئے مسلمانوں میں اسی روز سے
یہ اختلاف محسوس ہونے لگا۔ لیکن تاریخ سے یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی کہ ان دونوں فرقوں نے
اپنے اپنے امام کب بنائے یعنی کب سے داماد کے پیرو شیعہ۔ اور خسر کے پیرو سنّی کہلانے لگے
لیکن ان دونوں فرقوں کی مخالفتیں روز بروز بڑھتی گئیں یہانتک کہ داماد جانشین ہو گیا اور
پیغمبرؐ کی بیوی عائشہ اسکی مخالفت کیلئے کھڑی ہوئیں۔ اور دوسری بیوی کے بھائی معاویہ
نے شام میں شاہی جھنڈا بلند کیا۔ اور لڑائیاں اور خونریزیاں ہوئیں اسوقت تک ان دونوں
فرقوں کا نفاق قلبی تھا۔ مگر جبکہ قتل و قصاص کی نوبت پہنچی تو دشمنی کھلم کھلا پیدا ہو گئی اور

ایک ایک نے علانیہ اپنا اپنا نام ظاہر کیا اور ہر ایک نے فخریہ اپنے تئیں شیعہ اور دوسرے نے سنّی
کہا جب بادشاہ شام پیروان داماد محمدؐ صلعم کے قتل و غارت کی بنیاد ڈالکر اسکا نام فحش و دشنام
سے لینے لگا (یعنی علیؑ پر تبرّا) اور ہزار مہینے تک یہ دشنام دہی اہل اسلام کے ممبروں اور مسجدوں
میں داماد محمد صلعم کے حق میں جائز رہی تو اس معاملہ نے شیعہ و سنّی میں عداوت بڑھا دی یہاں تلک
کہ فرقہ شیعہ نے بھی انکے بزرگوں سے نفرت کرنے کو عمل نیک سمجھا باوجود ان سب باتوں کے چونکہ
حکومت اور پورا پورا اقتدار شیعوں کو سوائے اس تھوڑے عرصہ یعنی مدت خلافت علیؑ ابن ابیطالب
کے میسّر نہیں آیا تھا انکی قوت و طاقت کچھ زیادہ نہ تھی ٹڈیونکی طرح منتشر تھی اور جان کے خوف
سے اپنے تئیں علانیہ ظاہر نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ محمدؐ کے نواسے حسینؑ کو بادشاہ شام کے
بیٹے یزید ابن معاویہ کے حکم سے معہ انکے اصحاب کے حوالئے کوفہ میں قتل کیا۔ اس سانحہ نے
بڑی شورش پیدا کی اور تابعین داماد محمدؐ کو برانگیختہ کر دیا۔ اور قومی آمادہ جنگ بنا دیا۔ اور وہ
لڑے اور خونریزیاں کیں اور بہت کچھ غم کیا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس فرقہ نے پیغمبرؐ کے نواسے
کی عزاداری کو جزو ایمان و مذہب ٹھہرایا۔ اور اسی سبب سے یہ لوگ اپنے بزرگان دین پیغمبرؐ
کے بعد اولاد علیؑ اور فاطمہؑ میں سے بارہ کو جانتے ہیں۔ اور انمیں سے ہر ایک کے قول و فعل کو
قول خدا اور رسولؐ کے مرتبہ میں بعد قرآن جانتے ہیں اور انکے اماموں نے بھی ان لوگوں کو
امام حسینؑ کی سوگواری کی تاکید کی رفتہ رفتہ یہ عزاداری مذہب شیعہ کا ایک رکن بلکہ رکن اعظم
قرار پا گئی۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ فرقہ اتنا ظاہر نہ تھا۔ اس گروہ کی قلت کے سبب دو
ہو سکتے ہیں اول یہ کہ ریاست و حکومت جو فی نفسہ کسی مذہب کے پیروؤں کی ترقی کا باعث ہو سکتی
ہے دوسرے فرقہ کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرے اس گروہ کا قتل و غارت جو ہر موقعہ میدان میں ہوتا رہا ہے
یہی باعث تھا کہ قرن دوم اسلام کے شروع میں شیعوں کے ایک امام نے اپنے تابعین کی جان و مال بچانے
کی غرض سے مذہب شیعہ کے چھپانیکا حکم دیا۔ تقیّہ نے اس فرقہ کو قومی بنا دیا۔ چونکہ ظاہر نہ تھے انکے
زبردست مخالف انکے قتل و غارات کا موقعہ نہ پاتے تھے۔ اور خفیہ مجلس ماتم برپا کرکے مصائب حسینؑ
میں روتے تھے یہ اثر دلونمیں ایسا راسخ ہوا کہ کچھ عرصہ نہ گذرا کہ اس گروہ نے بلندی حاصل کرکے
ترقی کی اور کتنے ہی وزیر اور بہت سے بادشاہ اور خلیفہ اس مذہب کے بعضے تقیہ میں اور بعضے علانیہ

معتقد ہو گئے۔ امیر تیمور گورگانی کے زمانہ سے جبکہ سلطنت ایران رفتہ رفتہ خاندان صفویہ میں آ گئی فرقہ
شیعہ کا مرکز ایران قرار پایا بموجب اس اندازہ کے جو بعض فرانس کے سیاحوں نے کیا ہے چھ سات مسلمانوں
میں ایک شیعہ ہوتا ہے۔ اس ترقی سے جو اس فرقہ نے بغیر کسی ظلم کے تھوڑے عرصہ میں کی ہے کہہ سکتے ہیں
کہ ایک دو قرن میں مسلمانوں کے تمام فرقوں سے شمار میں بڑھ جائینگے! اور یہی تعزیہ داری جس نے اس فرقہ کے
ہر فرد کو اپنے مذہب کا مشنری (داعی) بنا رکھا ہے۔ آج روئے زمین پر کوئی مقام ایسا نہیں پایا ہے جہاں دو
شیعہ ہوں اور امام حسینؑ کی عزاداری نہ کریں۔ اور زر و مال خرچ نہ کریں میں نے بندر مارسل میں ایک عرب
شیعہ بحرین کو دیکھا کہ ہوٹل میں تن تنہا مجلس عزا قائم کئے ہے اور کتاب لئے کرسی پر بیٹھا ہوا کچھ پڑھ
رہا ہے اور رو رہا ہے بعد ازاں جو شربت و طعام اس نے مجلس کیلئے تیار کیا تھا فقرا کو تقسیم کیا یہ لوگ
اس راہ میں دو طرح مال و دولت خرچ کرتے ہیں بعضے ایسے ہیں کہ ہر سال اپنے مال میں سے مقدور کے
موافق اس راہ میں اٹھاتے ہیں اور یہ رقم ہر سال لاکھوں فرنک سے بھی بڑھ جاتی ہے اور دوسرے
اوقاف میں جو اس فرقہ نے مجالس ماتم کے برپا کرنے کے لئے مخصوص کر دیئے ہیں اور یہ مقدار بہت
ہی زیادہ ہے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے تمام فرقے ملا کر بھی اس فرقے کے برابر اپنے مذہب کی راہ
میں مال و متاع خرچ نہیں کرتے اور اس فرقہ کے وقفیات تمام اسلامی فرقوں کے وقفیات کی
نسبت دگنے اور تگنے ہیں اس فرقہ میں سے ہر ایک بلا اشتباہ اپنے مذہب کا مشنری داعی ہے اور یہ
نکتہ تمام مسلمانوں پر پوشیدہ ہے یہانتک کہ شیعوں کو بھی اپنے اس عمل سے اس فائدہ کا خیال نہیں ہے
انکی نیت ثواب عاقبت ہے لیکن چونکہ لابدی کہ ہر عمل اس عالم میں اپنا اثر بالطبع بخشتے یہ فعل بھی
شیعوں کو اپنے پھل دیتا ہے یہ امر مسلمہ ہے کہ جس مذہب میں پچاس ساٹھ ملین مشنری ہوں لا محالہ
جو ترقی انکے لئے موزون ہے رفتہ رفتہ کرینگے۔ اس فرقے کے روسا روحانی اور بادشاہ وزیر
تک مشنری گری دعوت مذہب کی صفت سے خالی نہیں ہیں۔ اس فرقہ کے فقرا و مساکین
چونکہ اس طریقہ سے پورا فائدہ اٹھا چکے ہیں اور اٹھاتے ہیں اسلئے وہ ماتمداری کے بجا لانے میں
بزرگوں سے زیادہ کوشش کرتے ہیں کیونکہ اس سے عقبیٰ میں اجر اور دنیا میں اجرت حاصل
کرتے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے بزرگان دین کے فضائل اور ان مصائب
کا ذکر جو اس خاندان پر گذرے ہیں گویائی کی طاقت سے ممبروں پر اور عام مجلسوں میں لوگوں

کے سامنے یہ احسن وجہ پڑہیں۔ ان مشقتوں کے سبب سے جو یہ لوگ اس فن میں اٹھاتے ہیں ان لوگوں کے واعظین بھی اسلام کے تمام فرقوں سے زیادہ ہیں۔ چونکہ ایک بات کے بار بار بیان کرنے سے لوگوں کے دل گھبرا جاتے ہیں اور تاثیر نہیں رہتی۔ یہ لوگ محنتیں کرکے مسائل اسلامی کو جو انکے مذہب سے متعلق ہیں اسی پیرایہ میں منبروں پر بیان کرتے ہیں اس کا اثر یہاں تک ہے کہ شیعوں کے اَن پڑھ اور اسلامی فرقوں کے لکھے پڑھے آدمیوں سے اپنے مذہبی مسائل میں جو انہوں نے بکثرت علما سے سنے ہیں زیادہ واقف ہوتے ہیں اور فرقہ شیعہ اس ذریعہ سے اور ذریعوں سے جو اس ذریعہ سے حاصل ہوتے ہیں تمام مسلمانوں سے زیادہ معاش حاصل کرتے ہیں۔ آج روئے زمین پر جسطرف نظر ڈالئے خواہ بحیثیت لیاقت شائستہ سے شائستہ معرفت وعلم وثروت میں فرقہ شیعہ ہی میں نظر آوینگے اس فرقہ کی مشنری گری دعوت مذہب اپنے یا دیگر فرقہ اسلامی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ جس قوم میں یہ لوگ قدم رکھتے ہیں اس پر بھی ویسا ہی اثر اور جذبہ ڈالتے ہیں۔ کثیر التعداد شیعہ جو آج ہندوستان میں دیکھے جاتے ہیں سب عزاداری کی بدولت ہے۔ فرقہ شیعہ نے سلاطین صفویہ کے زمانہ تک میں بھی اپنے فرقہ کو تلوار کے زور سے ترقی نہیں دی۔ بلکہ قوت کلام سے۔ جسکا اثر تلوار سے زیادہ ہوتا ہے ان لوگوں نے اسدرجہ تک حیرت انگیز ترقی کی ہے آج اس فرقہ نے اپنی مراسم مذہبی کے ادا کرنے میں ایسی ترقی کی ہے کہ ⅔ مسلمانوں کو اپنے ⅔ خیالات کا پیرو بنالیا ہے بہت سے ہندو اور پارسی اور اور مذہب والے بھی ان کے شریک ہوگئے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک قرن کے گذرنے کے بعد جبکہ یہ خیالات وراثتاً ان لوگونکی اولاد میں منتقل ہونگے تو وہ بھی مان لینگے یا اس مذہب کی تصدیق کرینگے۔ چونکہ فرقہ شیعہ اپنے تمام مطالب کو اپنے مذہب کے بزرگوں سے متعلق جانتا ہے اور اپنی مشکلوں اور حاجتوں میں ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ دوسرے فرقہ بھی جو انکے افعال و اعمال میں شریک ہوتے ہیں بہت سے انکی پیروی کرتے ہیں اور جو یہی کہ اپنی آرزو پالتے ہیں ان کا اعتقاد خودبخود زیادہ مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ ان قرائن و اسباب سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تھوڑا عرصہ نہیں گذریگا۔ کہ یہ فرقہ از روئے شمار تمام اسلامی فرقوں سے بڑھ

ان ہر دو تمثیلوں سے جو غیر قوموں کے مورخوں نے لکھا ہے کیا اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ شیعوں نے محض عزاداری حسینؑ سے کسقدر فائدہ خود کو پہنچایا شیعوں کے امام جو کہ شیعہ تھے انکو اچھی طرح جانتے تھے مگر تمہارے خلفائے بنی امیہ و بنی عباس نے ان شیعوں کا ایسا خون بہایا کہ جیسا امام حسینؑ کا بہایا تھا۔ جیسا کہ میں تواریخ سے اسی کتاب میں دکھا آیا ہوں۔ مگر اس پر بھی جسطرح سے ہو سکا شیعہ برابر سنیوں کے خلفا کے ہاتھ سے قتل ہوتے گئے۔ مگر بفضلہ تعالےٰ اسوقت تک قائم ہیں اور اپنی اصل کیطرف رجوع ہیں۔ مصنف نے جو شیعوں کی ترکیب کا زمانہ بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ کو حوالہ دیا ہے اسی ترکیب کا یہ اثر ہے کہ آج زمانہ میں حسینؑ ابن علیؑ کا نام روشن ہو رہا ہے اور یہی شیعہ پن ہے کہ شیعوں نے کبھی مثل سنیوں کے صراط مستقیم کو نہیں چھوڑا گو اب بنی امیہ ہوں نہ بنی عباس۔ مگر انکے مقلدین تو موجود ہیں کہ جنکے دماغوں میں وہی بخار ابھرے ہوئے ہیں۔ کہ جو بنی امیہ اور بنی عباس کے دماغوں میں تھے۔ مجالس عزائے امام حسینؑ یہ قومی جلسے نہیں ہیں تو کیا ہیں۔ ان قومی جلسوں کا تو یہ اثر ہے کہ آج خدا کے فضل سے شیعہ ہندوستان میں ایک قوم کے نام سے مشہور ہوئے ہیں نہ معلوم وہ کیا مصلحت تھی کہ مصنف نے شیعہ کتاب سے حوالہ نہیں دیا ہے۔ یہ حوالہ جو مصنف نے دیا ہے یہ بھی کیا قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔ سید سجادؑ نے جو باآواز ضعیف فرمایا اسکی وجہ میں نے نمبر ۹ میں دکھائی ہے۔ اس تاریخ انگریزی سے خود ثابت ہوتا ہے کہ سید سجادؑ کربلا میں آل محمدؐ سے باقی رہے تھے۔ کہ جو سخت علیل تھے اور ان کا ایسا فرمانا ضرور اس امر کی دلیل ہے کہ شقی القلب سنی بھی امامؑ کی مظلومیت پر روتے تھے۔ اور آپ ان سنیوں سے ایسا فرماتے تھے۔ کہ تم ہمارے حال پر کیوں روتے ہو۔ تمہارے ہاتھوں سے تو یہ روز ہمیں دیکھنا نصیب ہوا۔ لعنت اللہ علے القوم الظالمین۔

مصنف وعدہ کرتے ہیں کہ انہوں نے واقعات کربلا اپنے کسی دوسری تصنیف پر اٹھا رکھا ہے۔ شیعہ منتظر ہیں اگر مصنف نے انصاف پسندی سے کام لیا تو ضرور شیعوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کمزور پاوینگے۔ اور اگر تعصب سے کام لیا تو ضرور انشاءاللہ

منہ کی کھاوینگے۔اس کے بعد مصنف نے اپنی تصنیف ہائے حسینؑ مظلوم کو چند اشعار پر ختم کیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

شکوہ شیعیان علیؑ وفا تلان حسینؑ مظلوم

عیب اوروں کے اماموں کو لگانیوالے   اپنوں کی کوئی صداقت نہ دکھانیوالے
مان کر یہ کہ محمدؐ ہیں مزکی کامل ز   انکے یاروں کو کئی عیب لگانیوالے
منہ سے دعوے کہ ہیں آل عباؑ کے ہیں محب   امتحانوں میں مگر لغزشیں کھانیوالے
کی وفا شیر خداؑ سے نہ حسنؑ سے الغرض   کیسے شیعہ تھے اماموں کے زمانیوالے
کیا ستم ہے تھے ستم آپ ہی ڈھانیوالے   واحسینا کا بہت شور مچانے والے
خط پہ خط حضرت شبیرؑ کو کر کے تحریر   یہی شیعہ تھے انہیں کوفہ میں بلانیوالے
بیکسی نائب شبیرؑ کی سوچو تو سہی   بلوے کرنے لگے بلوا کے بلانیوالے
ہاتھ دے ہاتھ میں مسلمؑ کے ہزاروں کوفی   پھر گئے آپ ہی پھر مکر و بہانیوالے
ہوگئے اہل جفا جنسے تھی امید وفا   نام لیوا ہی ہوئے نام مٹانے والے
شیعہ آل نبیؐ تھے وہ کوئی اور نہ تھا   پیاس مظلوم کی خنجر سے بجھانیوالے
مہماں کرکے نواسے کو نبیؐ کے افسوس   موت کے گھاٹ سے پانی کے پلانیوالے
ہاں یہی تیرہ دروں تھے مجھے معلوم نہ تھا   شمع انوار نبوتؐ کے بجھانیوالے
مدعیانِ فدک ہی تھے کوئی اور نہ تھا   بن میں زہراؑ کی کمائی کو لٹانیوالے
شکر صد شکر کہ خود موردِ الزام ہوئے   خون ناحق کی حقیقت کو چھپانیوالے
حق پسندوں کو بشارت یہ سناد و خادم   احمدی ہوتے ہیں یوں حق کے دکھانیوالے

منجانب منشی احمد حسین خان احمدی انبالہ شہر محلہ نمک سازان

اس صفائی کو تو دیکھو وہی کوفی حضرات   جو کہ تھے نام اماموں کا مٹانے والے
آگے سے چلکر اسی الزام سے بچنے کے لئے   بنگئے پیٹ کے چھاتی کو سجانے والے
مرثیہ جھوٹے مضامین کے پڑھکے ہیہات   بنگئے مرثیہ خواں رونے رلانیوالے

رقیمہ کمترین خادمان حسینؑ عاجز خادم حسین بھیروی احمدی عفی عنہ۔ منجانب انجمن احمدیہ بھیرہ ضلع شاہپور

محرم ۱۳۲۹ھ

جوابِ شیعہ ۔ اسکے جواب میں نظم بھی سُن لیجئے

شکوہ شیعیان علیؑ و حسینؑ ——— ز سنیان مقلدان خلافتین

از تصنیف مرزا زین العباد تخلص مرزا

یوں صداقت کو دکھاتے ہیں دکھانیوالے
یوں سنا دیتے ہیں دشمن کو سنانیوالے

شیعوں کے سامنے میدانہیں آنیوالے
کون ہیں بھاگ کے جان اپنی بچانیوالے

نام احمدؐ کا زمانے سے مٹانیوالے
خون سادات ستم کر کے بہانے والے

چھپ نہیں سکتے چھپائے سے عیوبِ خلفار
لاکھ کوشش کریں دنیا میں چھپانیوالے

ہوش میں آئیں کہیں خود ہی نہ جل کر رہجائیں
شمع کو نورِ الٰہی کے بجھانے والے

آپ ہی قتل کریں آپ ہی شکوہ اُلٹا
یوں مکر جاتے ہیں شیخوں کے گھرانیوالے

اک شریعت کے بنا ڈالے تہتّر فرقے
آئیں ہشیار ذرا حشر میں آنے والے

آجکل ضد یہ ہے رُک جائے عزائے شبیرؑ
کیا مخالف ہیں خلیفہ کے گھرانیوالے

مرحبا مرحبا اے شیعۂ عالی حضرات
جوشِ گریہ کی حقیقت کو دکھانے والے

غمِ شبیرؑ کی رونق ہے تمہارے دم سے
اُنپہ جو گذری اُسے تم ہو سُنانیوالے

ہاں تمہیں سے ہے زمانہمیں عزائے شبیرؑ
آلِ احمدؐ پہ ہو تم رونے رُلانیوالے

پنجتنؑ اور خدا کیوں نہ رہیں خوش تم سے
غم میں مظلوم کے جرات ہو دکھانیوالے

یوں سمجھنے کو بہت ہے جو کوئی غور کرے
لاکھ کی ایک ہیں بس ہم تو سُنانیوالے

چار سے کام نہیں ہے نہ ثلاثہ سے غرض
مانیں ان پیروں کو شیخونکے گھرانیوالے

مغفرت کو ہمیں کافی ہیں ہمارے معصومؑ
ماسوا ر انکے ہیں دوزخمیں گرانیوالے

جو نہ مانے اسے بس دلمیں سمجھ لو مرزاؔ
شیخونکے راگ کے وہ لوگ ہیں گانیوالے

منجانب منشی سید اختر علی صاحب اختر کلارک میونسپلٹی ریاست بالرگوٹلہ

گو تھے اسلام کو اگلے بھی مٹانیوالے
بڑھ گئے انسے مگر پچھلے زمانے والے

ہیں یہی دلکو محمدؐ کے جلانے والے
شیعہ اولادِ امیّہ کو بتانے والے

مشق دیرینہ ہے انکی یہ نئی بات نہیں
کذب کو حلّۂ صدیق پہنانے والے

کور باطن جو ازل سے ہوں تو انکو کیونکر
حق کو دکھلاویں رہِ حق کے دکھانیوالے

ڈگمگانے نہیں دیتی ہے کبھی حُبِّ علیؑ
پر بھسل جاتے ہیں شیخونکے گھرانیوالے

کیا یہ امید ہے تا حشر نہ دوزخمیں جلیں
خانۂ پنجتنؑ پاک جلانے والے

غم شبیرؑ ہے عقبیٰ میں ہمیں راحت بخش
اشک غم نار جہنم ہیں بجھانے والے

زخم سینہ کے دکھائینگے ارم کے گلزار
ماتم شہ میں جو ہیں رونے رُلانیوالے

غم شبیرؑ مبارک ہو ہمیں تو اخترؔ
جائیں دوزخمیں جو ہیں ہنسنے ہنسانیوالے

ناصر الایمان کے ملنے کا پتہ

احقر العباد آغا مرزا زین العباد قزلباش وکیل چیفکورٹ ریاست مالیرکوٹلہ
پنجاب

۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء